وراثت کے موضوع پر اپنی نوعیت کی پہلی بے مثال، لازوال
منفرد اور شاہکار کتاب
آسان علم میراث
جدید ترین علمی، فکری، تحقیقی و تقابلی مطالعہ
جس میں اسلامی وراثت کا فلسفہ، دیگر مذاہب و ممالک
میں میراث کا طریقہ کار اور اس پر اسلامی نظام وراثت
کی ترجیح، آسان مثالوں کے ساتھ ابتدائی قواعد
میراث، عصر حاضر میں پیش آنے والے 88
سے زائد جدید مسائل میراث، اسلامی نظام
وراثت پر کیے جانے والے اعتراضات کے
دندان شکن جوابات جیسے اہم ترین
موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔
بیسیوں ضخیم کتابوں کا نچوڑ
اس کتاب میں میسر آئے گا۔
زیر نگرانی
مفکر اسلام
علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی
مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ نظام مصطفیٰ بہاولپور
تحریر
شیخ الفقہ والمیراث مولانا آس محمد سعیدی
فاضل درس نظامی، فاضل اردو، فاضل عربی، بی کام، ایل ایل بی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وراثت کے موضوع پر اپنی نوعیت کی پہلی بے مثال، لازوال، منفرد اور شاہکار کتاب

آسان علم میراث

(جدید ترین علمی، فکری، تحقیقی و تقابلی مطالعہ)

جس میں اسلامی وراثت کا فلسفہ، دیگر مذاہب و ممالک میں میراث کا طریقہ کار اور اس پر اسلامی نظام وراثت کی ترجیح، آسان مثالوں کے ساتھ ابتدائی قواعد میراث، عصر حاضر میں پیش آنے والے 88 سے زائد جدید مسائل وصیت و میراث، اسلامی نظام وراثت پر کیے جانے والے اعتراضات کے دندان شکن جوابات جیسے اہم ترین موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ بیسیوں ضخیم کتابوں کا نچوڑ اس کتاب میں میسر آئے گا۔

زیر نگرانی

فخر اسلام علامہ پیر محمد عون محمد سعیدی مصطفوی

مہتمم و شیخ الحدیث: جامعہ نظام مصطفیٰ بہاول پور

تحریر

شیخ الفقہ والمیراث آس محمد سعیدی مصطفوی

فاضل درس نظامی، فاضل اردو

فاضل عربی، بی کام، ایل ایل بی

ناشر: مکتبہ نظام مصطفیٰ نزد طیبہ کالج بیرون ملتانی گیٹ بہاول پور 0300-6818535

نام کتاب .... آسان علم میراث

مصنف .... شیخ المیراث مولانا آس محمد سعیدی

کمپوزنگ .... ڈاکٹر محمد صفدر جاوید

طبع اول .... جولائی 2008ء

طبع ثانی .... فروری 2009ء

طبع ثالث .... مئی 2011ء

تعداد 1100/-

قیمت .... 180/- روپے

ملنے کے پتے

﴿1﴾ مکتبہ نظام مصطفیٰ نزد طبیہ کالج بیرون ملتانی گیٹ بہاول پور۔ 0300-6818535

﴿2﴾ مکتبہ اہل سنت اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ 0423-7634478

﴿3﴾ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور۔ 0423-7226193

﴿4﴾ مکتبہ مہریہ کاظمیہ نزد جامعہ انوار العلوم نیو ملتان۔ 0314-6123162

﴿5﴾ مکتبہ مجتبویہ غوثیہ مارکیٹ بہاولپور 0301-7728754.

﴿6﴾ زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ لاہور۔ 0423-7248657

﴿7﴾ مکتبہ اہل سنت وقاص پلازہ بیسمنٹ امین پور بازار فیصل آباد 041-2002111

﴿8﴾ نظامیہ کتاب گھر زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور 0301-4377868

انتساب

میں اپنی اس عظیم کاوش کو ان علمی وفقہی شخصیات کی طرف منسوب کرتا ہوں، جنہوں نے اپنی زندگی کے قیمتی لحات، عوام الناس کے مسائل حل کرنے میں گزارے....

میری مراد ہیں

1. اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
(مصنف: العطایا النبویۃ فی الفتاوٰی الرضویۃ، ۳۳ جلد)

2. فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی محمد جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ
(مصنف: فتاوٰی فیض الرسول ۲ جلد + فتاوٰی فقیہ ملت ۲ جلد)

3. مفسر شہیر شیخ القرآن والحدیث علامہ مفتی غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ العالی
(مصنف: تبیان القرآن ۱۲ جلد + شرح صحیح مسلم ۹ جلد + نعمۃ الباری)

4. مفتی اعظم پاکستان علامہ پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی
(مصنف: تفہیم المسائل ۸ جلد)

5. استاذی الکریم علامہ پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی صاحب مدظلہ العالی
(نگران وراہنما: آسان علم میراث)

فہرست

استاذ الفقہاء جامع المعقول والمنقول علامہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب مدظلہ

(شیخ الحدیث: جامعہ نظامیہ لاہور رشیخوپورہ)

فون نمبر: 7657314
موبائل: ~~0303-8408620~~
0300-4785902

حوالہ نمبر ______
تاریخ ______

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم ، اما بعد .

فاضل جلیل، عزیز مکرم شیخ المیراث حضرت علامہ مولانا آس محمد سعیدی زید مجدہٗ ، استاذ دارالعلوم حسنیہ بہاولپور ، ایک بیدار مغز ، وسیع المطالعہ ، سریع القلم عالم دین اور علوم قدیمہ وجدیدہ کا عظیم امتزاج ہیں ، جو اپنے استاذ جلیل حضرت علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی مدظلہ کی زیر سرپرستی مختلف جہات میں تیز رفتاری سے تبلیغی کارنامے سرانجام دے رہے ہیں .

آپ کی تازہ ترین تصنیف " آسان علم میراث " پیش نظر ہے . اس میں مولانا نے جہاں مسائل میراث کو انتہائی آسان اور سادہ انداز میں بیان فرماتے ہوئے مثالوں سے وضاحت فرمائی ہے وہاں اسلام کے نظام میراث پر غیر مسلموں کی طرف سے وارد شدہ متعدد اعتراضات کے مدلل جوابات بھی دئیے ہیں اور مضبوط و مستحکم دلائل و براہین سے اسلامی نظام وراثت کی دیگر نظاموں پر برتری ثابت فرمائی . اس سلسلہ میں عقلی دلائل کے ساتھ ساتھ تقریباً پچاس کتب جلیلہ کے حوالہ جات بھی درج فرمائے ہیں .

اللہ تعالیٰ مولانا کی اس سعی جمیل کو مشکور فرماتے ہوئے اس کو امت مسلمہ کے لیے نافع بنائے اور مولانا کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے .

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور -

تقریظ

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد مظہر فرید شاہ صاحب مدظلہ

(نائب مہتمم و شیخ الحدیث: جامعہ فریدیہ ساہیوال)

''آسان علمِ میراث'' حضرت علامہ مولانا آس محمد سعیدی زید مجدہ کی اسلامی قانونِ وراثت سے متعلق انفرادیت کی حامل ایک انوکھی طرز کی کتاب ہے۔ میں نے اس کتاب کو متعدد مقامات سے گہری دلچسپی سے پڑھا تو کتاب کو درج ذیل خوبیوں کا امین پایا:

1. صاحب تالیف کا فکری امور کو مناسب الفاظ سے پیش کرنے پر کامل دسترس رکھنا۔
2. کتاب کے پہلے باب کا وراثت سے متعلق بنیادی معلومات، دوسرے باب کا قواعدِ میراث اور تیسرے باب کا جدید پیش آمدہ مسائل کے حل پر مشتمل ہونا۔
3. حلِ مسائل میں قدیم طرز کی جگہ جدید اور آسان اسلوب کو اختیار کرنا (جیسا کہ مناسخہ کے مسئلہ میں پیش کیا گیا ہے)
4. تفہیم اور تسہیل کے لیے سوال و جواب کا انداز اختیار کرنا۔

کتاب ''آسان علمِ میراث'' ایسی ہی دوسری متنوع خوبیوں کے بہ سبب عصر حاضر میں علمی سفر کا خوبصورت اضافہ ہے۔

محمد مظہر فرید شاہ
نائب مہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال
25-06-2008

تقریظ

حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث عبدالرشید سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(شیخ الحدیث: جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم. امابعد:

فاضل اجل حضرت علامہ مولانا آس محمد سعیدی زید شرفہ سے تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے پرچہ جات کی چیکنگ کے موقع پر ملاقات ہوئی مولانا نے اپنی نئی کتاب ''آسان علم میراث'' دی اور کتاب کے بارے میں رائے لکھنے کا حکم فرمایا۔

بندہ نے ''آسان علم میراث'' کو اول تا آخر پڑھا اور اسے طلباء کے لیے مفید پایا۔ کیونکہ مولانا نے مسائل کو مثالوں سے مزین کر کے آسان اور عام فہم انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ نیز آخر میں اسلامی وراثت پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیکر اسلامی نظام کی خوب ترجمانی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کے علم وعمل اور زہد وتقویٰ میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبدالرشید سعیدی

خادم التدریس جامعہ رضویہ

مظہر اسلام جھنگ بازار فیصل آباد

15-01-2009

تقریظ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ہاشم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(استاذ: جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

گذشتہ دنوں فاضل نوجوان حضرت علامہ مولانا آ س محمد سعیدی صاحب زید لطفہ کی تازہ علمی کاوش ''آسان علم میراث'' ملاحظہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔لائق وفائق ،جواں سال اور عالی ہمت مصنف کی بے پایاں محنت مذکورہ کتاب میں جابجا نظر آتی ہے۔

دورحاضر میں علم وراثت کے نصف علم ہونے کے باوجود اس سے سوکنوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے اور اس کی بین دلیل بکثرت علماء وفضلاء کا اس سے تہی دامن ہونا ہے۔ لیکن اس تمام تر کے باوصف فاضل مصنف لائق صدمبارکباد ہیں کہ انہوں نے نسبتاً ''خشک'' سمجھے جانے والے مضمون کو انتہائی سہل، دلنشیں اور خوبصورت اسلوب میں پیش کر کے خواص وعوام کو اس سے مستفید ہونے کا ایک زریں موقع فراہم کیا ہے۔ثقیل عبارات سے اجتناب، دل آویز امثلہ سے تفہیم، زوردار، رواں اور مربوط تحریر نے کتاب کے حسن معنوی میں اضافہ کردیا ہے۔

مزید یکہ وراثت سے متعلقہ اہم ترین مسائل کے شافی وکافی جوابات بقید حوالہ جات مندرج کرکے اس میں تنوع پیدا کیا گیا ہے۔مسرت انگیز اور حوصلہ

افزاء بات فاضل نبیل کا ''مکھی پر مکھی'' مارنے کی روش کو ترک کرنا ہے۔اپنی اس تصنیف میں مصنف نے بعض ایسی چیزیں رقم فرمائی ہیں جو ''ایجاد بندہ'' کا درجہ رکھتی ہیں۔وراثت کے متعلق مختلف مذاہب کا تقابلی مطالعہ پیش کرنے کی اپنے تئیں ایک خوبصورت کوشش کی گئی ہے۔ہر چند کے ذرائع حسب ضرورت میسر نہ آنے کی وجہ سے یہ عنوان مزید داد تحقیق دینے کا مستحق ہے،لیکن مؤلف اس چیز کا شعوری ادراک رکھتے ہیں۔اور یقینی طور پر امید کی جاسکتی ہے کہ منکسر المزاج، پاکیزہ خیالات کے حامل،عمدہ مشورہ کو بلا پس وپیش قبول کرنے والے،راسخ الارادہ،کام کے دھنی،غور وفکر کے خوگر،کم گو،سنجیدہ ومتین،تارکِ امور لایعنی اور کچھ کرگزرنے کا جذبہ رکھنے والے جواں ہمت وجواں سال مصنف نہ صرف اس کتاب کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کریں گے بلکہ حسب سابق یہ قلم و قرطاس سے اپنا رشتہ مضبوط تر کریں گے۔

من حیث الجملہ گوناگوں صفات کی حامل کتاب ''آسان علم میراث'' بجا طور پر اس بات کی مستحق ہے کہ عوام وخواص میں اسے مقبولیت تامہ نصیب ہو اور تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ اس سے مستفید ہوں۔

اللہ کریم فاضل مصنف کے علم وعمل اور ذوق تحقیق میں روز افزوں ترقی فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین

محمد ہاشم غفرلہ

خادم الافتاء والتدریس

جامعہ نعیمیہ لاہور ۲۴ شعبان المعظم

۱۴۲۹ھ 27 اگست 2008ء بروز بدھ۔

تقریظ

جناب محترم المقام عزت مآب پروفیسر امجد حسین پنوار صاحب

(اسسٹنٹ پروفیسر: شعبہ لاء، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور)

مولانا آس محمد سعیدی صاحب اسوقت دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے شعبہ قانون میں سیکنڈ سمسٹر کے طالب علم ہیں۔ دوران تدریس یہ بات میرے علم میں آئی کہ وہ جامعہ نظام مصطفیٰ بہاولپور میں درس وتدریس کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ پھر یہ بھی پتہ چلا کہ موصوف نے علم فقہ اور دیگر متعلقہ موضوعات پر کچھ مضامین تحریر کیے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ میری توجہ کا مرکز بنتے گئے اور جب لیکچر کے دوران یا آخر میں فقہ سے متعلقہ مسائل پر سوالات کرتے تو مجھے بہت اچھا لگتے تھے کہ پوری کلاس میں ایک طالب علم علم کے حصول میں اسی طرح مگن ہے جیسا کہ علم حاصل کرنے کے بارے میں حکم دیا گیا ہے۔ یعنی "مہد سے لحد تک علم حاصل کرو"۔

Law Deptt میں ایک ایسے طالب علم کی موجودگی پورے شعبہ کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں تھی۔ لہٰذا میں نے ان پر ذرا خصوصی توجہ دینا شروع کی اور یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ بہت سے شرعی مسائل اور معاملات پر موصوف کا کافی وسیع مطالعہ ہے۔ اور ان کے مطالعہ سے مجھے بھی مستفید ہونے کا موقع ملا۔

کچھ عرصہ قبل موصوف نے مجھے اپنے تحریر کردہ چند مضامین دکھائے جنہیں پڑھ کر نہ صرف خوشی ہوئی بلکہ یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش ہر طالب علم میں یہ خوبی پیدا ہو کہ وہ دین کا علم حاصل کرے اور پھر اس کی ترویج کرے۔

جب مولانا آس محمد صاحب نے قانونِ وراثت کے موضوع پر اپنی لکھی ہوئی

کتاب ''آسان علم میراث'' مجھے پڑھنے کے لیے دی تو میں واقعی حیران رہ گیا۔ کیونکہ یہ کتاب عام مروجہ کتب سے ہٹ کر انتہائی سادہ زبان میں، بہت آسان اور عام فہم تھی اور مجھے اس لیے بھی بہت خوشی ہوئی کہ قانون کے طلباء و طالبات کو جب بھی قانون وراثت سے متعلق کوئی کتاب پڑھنے کو کہا جاتا تو وہ بہت زیادہ بوریت محسوس کرتے اور ان کی یہ کوشش ہوا کرتی تھی کہ اس (وراثت سے متعلقہ) سوال سے جان چھوٹ جائے، کیونکہ ان کتب کا حجم بہت زیادہ ضخیم اور ان کی زبان بہت مشکل ہوتی تھی، لہٰذا مجھے اس مسئلے کا حل آس محمد صاحب کی اس کتاب (آسان علم میراث) کی شکل میں مل گیا۔

اس کتاب میں روایتی انداز سے قطع نظر موجودہ دور کے مسائل مخاص طور پر مذکور ہیں۔ میرے خیال میں قانون کے طلباء و طالبات کے لیے قانون وراثت سے متعلق یہ کتاب سب سے زیادہ سودمند اور مفید ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا آس محمد صاحب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ انہیں صحت و تندرستی، ان کے قلم میں اثر اور ان کے ذریعے اپنی مخلوق کی راہنمائی فرمائے۔ آمین

میں ذاتی طور پر ان کا شکرگزار ہوں جن کی وجہ سے قانون کے طلباء و طالبات کے لیے قانون وراثت کو پڑھنا، سمجھنا اور یاد رکھنا آسان ہو گیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

امجد حسین پنوار

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ قانون

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

26-02-2009

تعارف مصنف

مفکر اسلام علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا مفتی آس محمد صاحب میرے عزیز ترین اور وفادار شاگرد و مرید ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار وہبی و کسبی خوبیوں سے نوازا ہے۔ علم و تحقیق کے خوگر، جد و جہد کے پیکر، ادب و احترام سے مزین، محبت و خدمت کے مرقع، ہمہ صفت موصوف، کام کے دھنی، غضب کے ذہین، چھٹی اور رخصت سے دور، زبردست حافظہ کے مالک، تقویٰ و پرہیزگاری سے مت... غصہ کو پی جانے والے. بلندیوں پہ نظر رکھنے والے، عزم الامور پہ کمند ڈالنے والے، ایک ...ت میں کئی محاذوں پہ چوکھی لڑنے والے؛ بہترین مدرس، عالیشان مقرر، دلکش مصنف، بلند پایہ منتظم اور ہدف تک پہنچے بغیر دم نہ لینے والے مجاھد ہیں۔

جب یہ جامعہ نظام مصطفیٰ میں پڑھنے کے لیے آئے تو دنیا کے ستائے ہوئے تھے۔ آگے بڑھنے کی تمام راہیں ان کے لیے بظاہر مسدود ہو چکی تھیں، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا تھا۔ راہبر راہزن اور راہزن راہبر محسوس ہوتا تھا، سود و زیاں کا احساس تک نہ رہا تھا، دوست دشمن اور دشمن دوست دکھائی دیتا تھا، اہل بدعت اہل سنت اور اہل سنت اہل بدعت نظر آتے تھے، گویا یہ چاند بادلوں کی اوٹ میں جا چکا تھا اور یہ سورج گھٹاؤں کی زد میں تھا۔ قریب تھا کہ یہ خسرا الدنیا والآخرۃ کی راہوں پر چل نکلتے۔

لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی بہتری منظور تھی اور انہوں نے مستقبل میں دین متین کا ٹھوس، مضبوط اور طاقتور ستون بن کے ابھرنا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان کی دستگیری کی اور انہیں کشاں کشاں جامعہ نظام مصطفیٰ کی پر کیف فضاؤں میں لے آئی۔ جامعہ نظام مصطفیٰ

کی دہلیز پر قدم رکھنے کے بعد بھی کئی دن تک ان کی کشتی ہچکولوں کی زد میں رہی اور بالآخر صراط مستقیم کی طرف رواں دواں ہوگئی۔ تب سے اب تک ۸ سال ہونے کو آئے لیکن الحمد للہ پھر بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ ترقی و عروج، عزت و عظمت، رفعت و بلندی، کامیابی و کامرانی، شان و شوکت اور قدر و منزلت نے لحہ بہ لحہ ان کے قدم چومے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، اساتذہ کی شفقت اور والدین کی محبت کے نتیجہ میں مولانا آس محمد وہ سب کچھ بن چکے ہیں جس کا انہوں نے اپنی ساری زندگی میں کبھی خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔

❁ وہ جامعہ نظام مصطفیٰ کے ہر دلعزیز مدرس ہیں اور یہاں فقہ، میراث، ادب عربی، انگریزی اور ریاضی جیسے مضامین پڑھاتے ہیں۔

❁ وہ مکتبہ نظام مصطفیٰ کے نگران ہیں اور گذشتہ ۸ سالوں سے حسن انتظام کے ساتھ نہ صرف ہزاروں کتب فروخت کر چکے ہیں بلکہ بہت سی کتب کی اشاعت کا بندوبست بھی کر چکے ہیں ملک بھر کے مکتبوں کے ساتھ وہ ہر وقت رابطے میں رہتے ہیں۔

❁ وہ نظام مصطفیٰ ویلفیئر فاؤنڈیشن کے سربراہ ہیں اور اب تک اس پلیٹ فارم سے سینکڑوں حاجتمندوں کی معاونت کر چکے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ آرگنائیزیشن کے تحت شہر میں ایک بہترین لائبریری کا قیام بھی عمل میں آچکا ہے اور اس کا دفتر بھی انہوں نے شہر کے مرکزی مقام پر قائم کیا ہوا ہے۔ ویلفیئر فاؤنڈیشن کی جانب سے اب تک علمی، فکری اور اصلاحی موضوعات پر تقریباً 60,000 پمفلٹ شائع کر کے مفت تقسیم کیے جا چکے ہیں۔ نیز 23 ستمبر 2007ء کو 60 ضرورت مندوں میں پانچ پانچ سو کے عید الفطر گفٹ پیک، 16 دسمبر 2007ء کو 100 مستحقین میں 20,20 کلو آٹے کے تھیلے اور 24 مارچ 2008ء کو 50 مستحقین میں 20,20 کلو آٹے کے تھیلے تقسیم کیے جا چکے ہیں۔

111303

❁ وہ ایک بہترین مصنف بھی ہیں اور اب تک ان کی مندرجہ ذیل تصنیفات منصۂ شہود پر آ چکی ہیں:

❶ انڈیکس تبیان القرآن:۔

جو کہ مفسر شہیر محدث کبیر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی ۱۲ جلدوں پر مشتمل شہرۂ آفاق تفسیر ''تبیان القرآن'' کا بہترین اشاریہ ہے اور فرید بک سٹال لاہور، اسے تفسیر تبیان القرآن کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔ جس کی ابتداء میں ان کے لیے تعارفی کلمات علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ نے بنفسِ نفیس تحریر فرمائے ہیں

❷ فضائل و مسائل عید قربان:۔

یہ عید قربان کے فضائل و مسائل پر مشتمل ہے۔

❸ محبت رسول ﷺ ضروری کیوں؟

اس میں حضور رسالت مآب ﷺ کی محبت کے متعلق انتہائی اہم مواد فراہم کیا گیا ہے۔

❹ آسان جنرل ریاضی:۔

جس میں تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے درجہ ثانویہ عامہ کے امتحان میں شامل ''جنرل ریاضی'' کی کتاب کا بہترین حل پیش کیا گیا ہے اور ملک بھر کے دینی مدارس میں اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

❺ معیاری کتب کی فہرست:۔

ہماری لائبریریوں میں کس قسم کی کتابیں موجود ہونی چاہئیں؟ اس کا انتخاب یقیناً ایک مشکل کام ہے۔ مولانا آس محمد سعیدی نے ملک بھر کے مکتبوں سے شائع ہونے والی اہم معیاری کتب کے نام اس فہرست میں یکجا کر دیئے ہیں۔ اب اچھی کتابوں کا انتخاب قطعاً کوئی مسئلہ نہیں رہا۔

❻ **آسان علم میراث:۔**

یہ اپنی نوعیت کی پہلی بے مثال، لازوال، منفرد اور شاہکار کتاب ہے۔ جس میں اسلامی وراثت کا فلسفہ، دیگر مذاہب و ممالک میں میراث کا طریقۂ کار اور اس پر اسلامی نظام وراثت کی ترجیح، آسان مثالوں کے ساتھ ابتدائی قواعد میراث، اسلامی نظام وراثت پر کیے جانے والے اعتراضات کے دندان شکن جوابات، عصر حاضر میں پیش آنے والے 88 سے زائد جدید مسائل وصیت و میراث جیسے اہم ترین موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

❼ **خدمت خلق ضروری کیوں؟:۔**

یہ خدمت خلق کی ضرورت واہمیت کے حوالہ سے انتہائی اہم اور بہترین تحریر ہے۔

علاوہ ازیں ان کے مندرجہ ذیل اہم عنوانات پر لکھے ہوئے پمفلٹ بھی ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہو کر قبول عام حاصل کر چکے ہیں:

(1) زکوٰۃ کے فضائل و مسائل --(2) نماز کے فضائل و مسائل --(3) 56 خطرناک بیماریاں --(4) نسل نو ایک خطرناک عادت کے شکنجے میں --(5) فروغ علم میں مدارس دینیہ کا کردار --(6) بکھرے اور انمول موتی --(7) ضرورت مندوں کا تعاون ہمارا بنیادی فرض ہے --(8) غیبت کی تباہ کاریاں --(9) محبت کے شرعی احکام --(10) کیا ہم نے کبھی سوچا؟ --(11) نماز نہ پڑھنے کے نقصانات --(12) جہنم کا دروازہ "ٹی وی" --(13) استاذ کا ادب و احترام ضروری کیوں؟ --(14) روزوں کے نئے پیش آمدہ مسائل اور ان کا حل --(15) محبت رسول ﷺ ضروری کیوں؟ --(16) تجلیات شب برأت --(17) اجلی الاعلام کا خلاصہ --(18) تعارف بانی جامعہ نظام مصطفیٰ (علامہ اللہ وسایا سعیدی رحمۃ اللہ علیہ) --(19) تعارف مصنف علم صرف و آسان نحو و ترکیب (راقم الحروف) --(20) مسجد کے احکام وآداب

--(21)حج کے فضائل ومسائل --(22)مثالی طالب علم کون؟-- (23)تجلیات شب قدر --(24)روزہ خور کا انجام --(25)فرض حج نہ کرنے والے کا انجام --(26)زنا کی تباہ کاریاں--(27)فضائل ومسائل عید قربان--(28)استاذ کے حقوق--(29)زکوۃ خور کا انجام

❁ وہ انتظامی لحاظ سے جامعہ نظام مصطفیٰ کے ایک اہم ستون ہیں، ان کے سبب دارالعلوم برق رفتاری کے ساتھ کامیابیوں کی منزلیں طے کرتا چلا جارہا ہے۔

❁ وہ ایک کامیاب مقرر ہیں اور شہر کی ایک مسجد میں باقاعدگی کے ساتھ نماز جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں۔

❁ وہ ماہر میراث ہیں اور اس کے ثبوت کے لیے یہ کتاب شاہد عادل ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

❁ ان کا تعلیمی ریکارڈ بھی انتہائی شاندار ہے، ثانویہ عامہ سے لے کر شہادۃ العالمیہ تک تھروآؤٹ (Throughout) ممتاز مع الشرف میں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ میٹرک، ایف اے، فاضل اردو، فاضل عربی اور بی کام میں مسلسل فرسٹ ڈویژن حاصل کی ہے۔ انگلش لینگویج کورس اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا ہے اور کمپیوٹر کی بھی خوب مہارت رکھتے ہیں۔ ایک اچھی خاصی ذاتی لائبریری بھی بنائی ہوئی ہے، جس میں عمدہ اور معیاری کتب کا بہترین ذخیرہ موجود ہے۔ ان کا تعلیمی ریکارڈ ایک نظر ملاحظہ ہو:

نمبر شمار	درجہ	سال	ادارہ	فیصد	کیفیت
1	ثانویہ عامہ	2002ء	تنظیم المدارس پاکستان	73.43	ممتاز مع الشرف
2	ثانویہ خاصہ	2003ء	تنظیم المدارس پاکستان	70.83	ممتاز مع الشرف
3	الشہادۃ العالیہ	2005ء	تنظیم المدارس پاکستان	74.67	ممتاز مع الشرف
4	الشہادۃ العالمیہ	2007ء	تنظیم المدارس پاکستان	81.17	ممتاز مع الشرف

5	تجوید وقرأت	2005ء	تنظیم المدارس پاکستان	87.5	ممتاز مع الشرف
6	میٹرک	2003ء	بہاول پور بورڈ	68.47	اے گریڈ
7	ایف اے	2005ء	بہاول پور بورڈ	66.27	اے گریڈ
8	بی کام	2008ء	اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور	61.26	اے گریڈ
9	فاضل عربی	2004ء	بہاول پور بورڈ	66.33	اے گریڈ
10	فاضل اردو	2008ء	بہاول پور بورڈ	73.33	اے+گریڈ
11	انگلش لینگو یج کورس	2008ء	ذی نوالیس اکیڈمی بہاولپور	82.5	اے+گریڈ
12	کمپیوٹر کورس	2005ء	حسنیہ اکیڈمی بہاول پور	90	اے+گریڈ
13	علم دین کورس	2008ء	جامعہ نظام مصطفیٰ بہاولپور	75	اے+گریڈ
14	اللسان العربی	2008ء	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد	90	اے+گریڈ
15	المحادثة في اللغة العربية	2008ء	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد	89	اے+گریڈ
16	ATTC	2010	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد	81	اے+گریڈ

❁ کثیر المطالعہ بھی ہیں۔ کتب سے متعلقہ مواد کو تلاش کرنے کے فن سے خوب آشنا ہیں۔۔ کتب احادیث وغیرہ سے طریقہ تخریج بھی ماہرین سے سیکھ لیا ہے۔۔ فتاویٰ رضویہ جلد اول کے کوئز مقابلہ میں اوّل پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔۔ بھیرہ شریف کی پچاس سالہ تقریبات میں آل پاکستان بین الکلیاتی مقابلہ حسن تحریر میں اوّل پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔۔ جامعہ انوار العلوم ملتان میں آل پنجاب رضا کوئز مقابلہ میں دوم انعام حاصل کر چکے ہیں۔

❁ انہوں نے تا حال جن علوم کو پڑھ کر ان کا باقاعدہ امتحان پاس کیا ہے اور ان میں سے اکثر پر وہ کامل دسترس رکھتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) تفسیر　(2) اصول تفسیر　(3) حدیث　(4) اصول حدیث

(5) فقہ　(6) اصول فقہ　(7) سیرت　(8) تاریخ

(9)منطق　(10)ریاضی　(11)انگلش　(12)سائنس

(13)معاشیات　(14)اکاؤنٹنگ　(15)فنانس　(16)فارسی

(17)عربی　(18)صرف　(19)نحو　(20)بلاغت

(21)فلسفہ　(22)مناظرہ　(23)تجوید　(24)فلکیات

(25)اردو　(26)جیومیٹری　(27)الجبرا　(28)لوگارتھم

(29)بزنس اینڈ انڈسٹریل لاء　(30)ایڈیٹنگ　(31)بزنس ٹیکسیشن　(32)سٹیٹ

(33)ادب عربی　(34)علم الکلام　(35)علم معانی　(36)علم بیان

(37)علم قرأت　(38)فن شعر وادب　(39)فن تنقید　(40)اسلامی معیشت

غرضیکہ یہ جواں ہمت فاضل، اہلسنت کا ایسا سرمایہ ہے، جس کا ماضی انتہائی تابناک اور مستقبل نہایت درخشندہ ہے۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ اتنی عظیم کامیابیاں حاصل کرنے والا یہ نوجوان ابھی فقط 23 برس کا ہے اور یہ تو ابھی ان کا آغاز ہے خود ہی اندازہ کیجئے کہ ان کا آنے والا دور کیسا زبردست ہوگا۔!!!

راقم الحروف کی یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ ''مولانا'' کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے صاحب بہار شریعت حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار خصوصیات کا حامل بنایا ہے۔ اپنی فہم وفراست، عقل وشعور، قوت حافظہ اور سبک رفتار کارکردگی کے لحاظ سے یہ انہی کا عکس جمیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بڑھ چڑھ کر دین، مسلک کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین

پروفیسر عون محمد سعیدی
شیخ الحدیث: جامعہ نظام مصطفیٰ بہاولپور
0300-6818565

عرضِ حال (طبع اول)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو اپنے ماننے والوں کو ماں کی گود سے لے کر قبر کی لحد تک، ہر طرح کی راہبری عطا کرتا ہے۔ اگر اس ضابطۂ حیات کی صحیح معنوں میں پابندی کی جائے تو یہ دنیا، جنت نظیر بن سکتی ہے۔

جب کوئی انسان اس دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف کوچ کرتا ہے، تو اس کی چھوڑی ہوئی جائیداد کے ساتھ بہت سے لوگوں کے حقوق متعلق ہوتے ہیں، جن کی پاسداری کرتے ہوئے ترکہ کی عادلانہ تقسیم پر معاشرہ کی فلاح و بہبود کا بہت زیادہ دارومدار ہے۔ اسی لیے شریعت مطہرہ نے حصوں کی تقسیم اور ترکہ کا استحقاق خود مقرر کر دیا ہے۔ اس لیے اب یہ نہیں ہو سکتا کہ جو شخص جب چاہے، جو چاہے اور جس طرح چاہے، اس میں قطع و برید کر دے۔

میت کے ترکہ کو اس کے مستحقین میں تقسیم کرنے کے اصول و قواعد کو جاننے کا نام "علم الفرائض" ہے۔ اس علم کی فضیلت اور اہمیت کا اندازہ حضور اکرم ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشاداتِ عالیہ سے کیا جا سکتا ہے:

❶ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ فَاِنَّهَا مِنْ دِيْنِكُمْ۔

(سنن دارمی، رقم الحدیث: ۲۸۸۵، ج:۲، ص:۳۶۱)

ترجمہ: علم فرائض کو سیکھو، کیونکہ یہ تمہارے دین کا حصہ ہے۔

❷ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ كَمَا تَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ۔

(سنن دارمی، رقم الحدیث: ۲۸۸۴، ج:۲، ص: ۳۶۱)

ترجمہ: علم فرائض کو ایسے ہی اہتمام سے سیکھو جیسے تم قرآن کریم سیکھتے ہو۔

3 تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَ عَلِّمُوْاهَا النَّاسَ فَإِنَّهَا نِصْفُ الْعِلْمِ ۔ (بیہقی)

ترجمہ: علم فرائض خود سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ بے شک یہ نصف علم ہے۔

4 مَنْ عَلِمَ الْقُرْاٰنَ وَلَمْ يَعْلَمِ الْفَرَائِضَ فَإِنَّ مَثَلَهٗ مَثَلُ الْبُرْنُسِ لَا وَجْهَ لَهٗ اَوْ لَيْسَ لَهٗ وَجْهُهٗ ۔

(سنن دارمی، رقم الحدیث: ۲۸۸۸، ج:۲، ص: ۳۶۱)

ترجمہ: جو شخص قرآن کا علم حاصل کرے اور وراثت کا علم حاصل نہ کرے اس کی مثال ایسی ٹوپی کی سی ہے، جس کا منہ نہیں ہوتا۔

مندرجہ بالا احادیث طیبہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ علم فرائض کا سیکھنا اور اسے دوسروں کو سکھانا دینی فرائض میں سے ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ مگر افسوس! کہ جہاں ہم نے دیگر علوم شرعیہ اور احکام شرعیہ کو پس پشت ڈالا، وہاں ہم نے اس علم سے بھی روگردانی کر لی، حتیٰ کہ آج ہماری اکثریت اس علم سے ناواقف اور جاہل ہے۔ سچ فرمایا تھا پیارے آقا ﷺ نے:

وَهُوَ اَوَّلُ مَا يُنْزَعُ مِنْ اُمَّتِيْ (جامع صغیر)

یعنی سب سے پہلے جو علم، میری امت سے اٹھالیا جائے گا وہ علم الفرائض ہے۔

اس علم سے آج کے مسلمانوں کی عدم واقفیت کی ایک وجہ تو ان کی لاپرواہی اور عدم توجہی ہے اور دوسری وجہ اردو زبان میں اس علم پر لکھی ہوئی سہل، آسان اور عام فہم کتابوں کی کمی ہے۔

آج سے تقریباً دو ماہ قبل حضرت علامہ مولانا غلام محمد سیالوی صاحب مدظلہ العالی (ناظم امتحانات: تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان) بہاول پور

تشریف لائے تو میرے استاذ محترم حضرت علامہ مولانا پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی صاحب مدظلہ العالی، ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور علامہ مفتی محمد اکبر سعیدی صاحب (نائب مہتمم: جامعہ نظام مصطفیٰ) کی کتاب "Basic English Grammer" تحفۃً پیش کی، جسے علامہ صاحب نے بہت سراہا اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے مدرسہ میں وراثت پر بھی کچھ کام ہوا ہے۔ استاذ محترم نے فرمایا کہ اس پر پہلے تو کوئی کام نہیں ہوا، البتہ اب چونکہ آپ نے فرما دیا ہے تو ان شاء اللہ العزیز یہ کام بہت جلد ہو جائے گا۔

دو دن بعد میرے استاذ محترم نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ بیٹا، چونکہ تم علم وراثت سے اچھی طرح آگاہ ہو، تو اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اس پر ایک کتاب لکھو اور ساتھ ہی آپ نے کتاب لکھنے کے طریقۂ کار سے بھی آگاہ کیا۔ میں نے اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہوئے فی الفور اس پر کام شروع کر دیا۔

الحمد للہ! آج دو ماہ کی محنت شاقہ کے بعد یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دوران تحریر استاذ محترم نے قدم قدم پر میری راہنمائی کی اور طرح طرح کے مشوروں، اصلاحات اور ہدایات سے نوازا۔ نیز اہم ترین مواد کی نشاندہی بھی کرتے رہے۔

میں خلوص قلب کے ساتھ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ ان کے علمِ دین، عملِ صالح، عقلِ سلیم، فہمِ کامل، رزقِ حلال اور اولادِ صالح میں برکتیں عطاء فرمائے۔ آمین

خصوصیات کتاب:

- حتی الوسع ثقیل اور دقیق الفاظ کی بجائے آسان اور سہل الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

- حصہ ''قواعد میراث''، عام قاری کو مدنظر رکھتے ہوئے انتہائی سادہ الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے۔
- قواعدِ میراث کی، عام فہم مثالوں کے ساتھ توضیح کی گئی ہے۔
- مختلف کتب فتاوی سے وصیت و میراث کے متعلق 88 سے زائد مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔
- آئینِ پاکستان کی وہ شقیں، جو اسلامی نظامِ وراثت کے خلاف ہیں ان کو بھی ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے۔
- وراثت اور وصیت کے فلسفہ کو نہایت ہی احسن انداز میں لکھا گیا ہے۔
- اسلامی نظام وراثت پر کیے جانے والے اعتراضات کے دندان شکن جوابات تحریر کیے گئے ہیں۔
- وراثت کی تاریخ، انتہائی جامعیت کے ساتھ سپردقلم کی گئی ہے۔
- مذاہب عالم میں تقسیم وراثت کے تصور کی بحث کی گئی ہے۔
- وراثت کے حوالے سے لکھی جانے والی بیسیوں کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اظہار تشکر:

میں اللہ رب العزت کا بصد عجز و نیاز شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ جیسے ہیچمدان کو یہ کتاب لکھنے کی توفیق بخشی۔

میں اپنے محسن و مربی، راہبر و راہنما، استاذ محترم حضرت علامہ مولانا پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی صاحب مدظلہ العالی کا انتہائی ممنون ہوں جنہوں نے ''آسان علمِ میراث'' کے علاوہ عمومی زندگی میں بھی میری مکمل راہنمائی کی۔ اللہ

تعالیٰ ان کا سایہ مجھ پر تادیر قائم ودائم فرمائے۔آمین

میں مولانا نصیر احمد غوری (فنانس سیکریٹری: نظام مصطفیٰ ویلفیئر فاؤنڈیشن)، مولانا محمد اظہر ملک (رکن: نظام مصطفیٰ ویلفیئر فاؤنڈیشن) مولانا قاضی احمد رضا مدنی اور ملک محمد نعیم ستار کا بھی تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں تعاون فرمایا۔اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں مزید اضافہ فرمائے۔آمین

میں جناب محترم ڈاکٹر محمد صفدر جاوید (چیف ایگزیکٹو: پرائم کمپیوٹر اکیڈمی بہاول پور) کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں، جنہوں نے انتہائی عرق ریزی سے اس کتاب کی کمپوزنگ کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں فراخ رزق حلال عطا فرمائے۔آمین

یا رب العالمین بجاہ سیدنا وسید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین.

آس محمد سعیدی
چیئرمین: نظام مصطفیٰ ویلفیئر فاؤنڈیشن
نزد طبیہ کالج بیرون ملتانی گیٹ بہاول پور
استاذ: جامعہ نظام مصطفیٰ بہاول پور
ڈائریکٹر: مکتبہ نظام مصطفیٰ بہاول پور
0300-6818535, 0321-6850235

۱۵ جون ۲۰۰۸ء بمطابق ۱۱ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

عرض حال (طبع دوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین. والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالرسل وخاتم الانبیاء

امابعد! آسان علم میراث کی پہلی مرتبہ اشاعت جولائی 2008ء میں ہوئی۔ جسے قارئین نے بہت زیادہ پسند کیا اور ہاتھوں ہاتھ خرید لیا۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن آپکے ہاتھوں میں ہے، جس میں کچھ ترمیم و اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

خاص طور پر''الباب الثانی''میں پہلے کئی مقامات پر فقط قواعد لکھے ہوئے تھے اب ان کی وضاحت کے لیے مثالیں بھی لکھ دی گئی ہیں۔ نیز اسی باب میں کچھ تفصیل طلب مقامات پر انتہائی تلخیص سے کام لیا گیا تھا، لیکن اب تسلی بخش توضیح بھی زینت قرطاس کردی گئی ہے۔''الباب الثالث''میں کچھ مسائل کا اضافہ کیا گیا ہے۔''الباب الرابع''میں''غلامی اور مسئلہ وراثت''کے عنوان کے تحت علماء کرام کی مفید ابحاث کی بہترین تلخیص رقم کی گئی ہے۔

راقم الحروف، حوصلہ افزائی فرمانے والے جملہ قارئین کا انتہائی ممنون ہے اوران کے لیے دعا گو ہے کہ اللہ رب العزت ان کے علم وعمل میں مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

خاص طور پر میں عزت مآب عالی جناب استاذ محترم پروفیسر امجد حسین پنوار صاحب مدظلہ (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ قانون اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) کا بہت زیادہ شکر گزار ہے، جنہوں نے اس کتاب کو ایل ایل بی (4th Semester) کے لیے Recomended Books میں شامل فرمایا۔ اللہ رب العزت ان کی عقل

جان، مال اور اولاد کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

آخر میں اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ''آسان علم میراث'' کے مؤلف ناشر اور قائین کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین! بجاہ سیدنا وسید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہ اجمعین۔

آس محمد سعیدی

استاذ: جامعہ نظام مصطفیٰ

نزد طبیہ کالج بیرون ملتانی گیٹ بہاولپور

0300-68#8535, 0321-6850235

22 فروری 2009ء بمطابق 26 صفر المظفر 1430ھ

عرضِ حال (طبع سوم)

اللہ رب العزت کا کروڑہا احسان ہے کہ اس نے علمِ فقہ پر کتاب بنام ''آسان علم میراث'' تحریر کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ یہ آپ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ اس میں درج ذیل دواضافے کیے گئے ہیں:

(۱) دوسرے باب کے آخر میں وراثت کے قواعد کی Practice کے لیے چند مثالیں لکھی گئی ہیں، جن کی مدد سے آپ بھی بآسانی (Easily) اس فن کے ماہر بن سکتے ہیں۔

(۲) ہر باب کے اختتام پر مشقی سوالات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو دنیا وآخرت کے سارے امتحانوں میں بہترین اور عالیشان کامیابی وکامرانی عطاء فرمائے۔ آمین

آس محمد سعیدی مصطفوی

استاذ: جامعہ نظام مصطفیٰ بہاولپور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الباب الاوّل

اسلامی میراث کی تاریخ، فلسفہ اور تقابل

تاریخ وراثت

میت کے مالِ متروکہ کی تقسیم کا رواج دورِ جاہلیت میں بھی تھا۔ لیکن اس کی تقسیم حقدار کے حق کے مطابق نہیں ہوا کرتی تھی۔ بلکہ اس کا دارومدار مرنے والے کے لاابالی مزاج پر تھا۔ وہ تمدن جس میں شراب خوری اور قمار بازی باعث فخر ومباہات تھیں اور جن کے نزدیک معصوم بچیوں کو زندہ درگور کردینا، عزت و شرف کا نشان سمجھا جاتا تھا، اسی طرح ان میں یہ قاعدہ بھی تھا کہ مرتے وقت اپنے مال کی وصیت ایسے لوگوں کے نام کر جاتے، جن کے ساتھ ان کا دور کا واسطہ بھی نہ ہوتا تھا۔ اور اسی کو وہ اپنے زعمِ باطل میں سخاوت شمار کرتے تھے۔ اگر مرنے والا اپنے مالِ متروکہ کے متعلق کوئی وصیت نہ کر جاتا، تو پھر ان کے ہاں وراثت کا یہ قانون رائج تھا، کہ مالِ متروکہ اولاد (فقط جوان بیٹوں) اور بیوی میں تقسیم کر دیا جاتا، والدین اور دوسرے قریبی رشتہ دار بالکل محروم رہتے۔ یہ طریقہ چونکہ حق و انصاف کے بالکل خلاف تھا کہ مرنے والا بیگانوں کے لیے تو اپنے تمام مال کی وصیت کر جائے اور اپنوں کو محروم کردے یا۔ اولاد اور بیوی تو وارث ہوں جبکہ بوڑھے ماں باپ کو کچھ بھی نہ ملے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق نظامِ وراثت کو نازل فرمانے سے پیشتر وصیت کے متعلق آیات نازل فرمائیں اور یہ ان کے نظامِ معیشت کی اصلاح کی طرف پہلا قدم تھا۔ ارشادِ ربانی ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ۲:۱۸۰)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے وصیت کے متعلق ان کی مطلق العنانی کو روکا اور قانونِ وراثت میں، پہلی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: ''کہ جس وقت موت قریب آ جائے تو تم پر فرض ہے کہ تم اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے انصاف کے ساتھ وصیت کرو اور یہ متقین پر فرض ہے، اور جس نے (حاضرین میں سے یا گواہوں میں سے) سننے کے بعد وصیت میں تغیر و تبدل کیا تو اس کا گناہ اُسے بدلنے والوں پر ہوگا۔ بیشک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔''

حکم یہ دیا گیا تھا کہ وصیت کرتے وقت انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے یعنی کسی کو اس کے حق سے کم یا زیادہ نہ دیا جائے، لیکن تا ہنوز کسی کا حصہ مقرر نہ تھا۔ چونکہ لغزش کے امکانات تھے۔ اس لیے ساتھ ہی اس ناانصافی کے ازالہ کی صورت بھی بیان فرما دی:

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (البقرہ۲:۱۸۲)

ترجمہ: ''پھر جسے اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یا گناہ کیا تو اس نے ان میں صلح کرا دی۔ اس پر کچھ گناہ نہیں، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

ان آیات میں آپ غور کریں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ دورِ جاہلیت کے دستورِ وراثت اور رواجِ وصیت میں گو، نہ آزادی دی گئی اور نہ پابندی عائد کی گئی۔ ان کے اس رواج پر تو پابندی لگا دی جس کے مطابق وہ بیگانوں کو وصیت کر جاتے تھے اور اپنوں کو محروم کر دیتے تھے لیکن ان کے قانونِ وراثت کو یکسر نہ بدلا، بلکہ وصیت کے ذریعہ سے والدین اور دیگر اقرباء کو حصہ دار بنایا۔ لیکن ان کے حصص مقرر نہ کیے بلکہ اس میں موصی کو (وصیت کرنے والے کو) آزادی دی گئی کہ وہ خود از روئے انصاف ان میں اپنا مالِ متروکہ تقسیم کر دے اور جس وقت کسی ناانصافی کا اندیشہ ہو تو دوسروں کو حکم دیا کہ وہ اس کی اصلاح کر دیں۔

دل کو عربی میں قلب کہتے ہیں کیونکہ یہ ہر دم تغیر پذیر رہتا ہے۔ اور یہ محبت و نفرت کے متضاد جذبات کا گہوارہ ہے۔ یہ چیزیں ہمارے ہر روز کے مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں کہ اولاد اپنے والدین سے متنفر ہو جاتی ہے اور والدین کبھی اپنے ایک بچہ کو دوسرے سے عزیز رکھتے ہیں اور اکثر سوتیلی ماؤں کی موجودگی میں پہلی بیوی کی اولاد باپ کے قہر و عتاب کا مورد بنی رہتی ہے، بسا اوقات ایک بھائی دوسرے بھائی سے اتنا کبیدہ خاطر ہو جاتا ہے کہ اس کی صورت ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ جب یہ چیزیں ہمارے روزمرہ کے تجربہ کی ہیں تو عین اغلب ہے کہ انسان کو اگر آزادی ہو، تو وہ میزانِ عدل کا توازن برقرار نہ رکھ سکے۔ اس لیے رب العزت نے اس کے بعد پورے نظامِ وراثت کے احکام نازل فرمائے۔ تاکہ ان ہنگامی جذباتِ الفت و محبت سے انصاف کا خون نہ ہوتا رہے۔

احکامِ وراثت سورۂ نساء کے آغاز میں مفصل مذکور ہیں۔ حصے مقرر

کرنے سے پہلے ایک قاعدۂ کلیہ بیان فرمایا اور اس کے بعد اس کی جزئیات کا تعین کیا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ (النساء۴:۷)

ترجمہ: مردوں کا حصہ ہے اس مال میں جو والدین اور اقرباء چھوڑیں اسی طرح عورتوں کا حصہ ہے اس مال میں جو والدین اور اقرباء چھوڑیں۔ خواہ مالِ متروکہ کم ہو یا یا زیادہ (آخر میں فرمایا کہ) ہر ایک کا حصہ مقرر شدہ ہے۔

یعنی پہلے تمہیں آزادی تھی کہ از روئے انصاف، جو حصہ تم جس کا مقرر کر دو، وہی اُسے دیا جائے۔ لیکن اب تمام وارث مردوں اور وارث عورتوں کے حصے مشیتِ ایزدی کے مطابق مقرر کیے جاتے ہیں اور ان میں کمی بیشی کا تمہیں حق نہیں پہنچتا۔ ازاں بعد حصے مقرر کرتے وقت یوں آغازِ کلام فرمایا:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ق لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۝ (النساء۴:۱۱)

ترجمہ: وصیت کرتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں۔ مرد کے لیے، دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہو۔

یعنی پہلے تم اپنی وصیت کے مطابق تقسیم کیا کرتے تھے، اب اللہ تعالیٰ کی وصیت کے مطابق تقسیم کرو۔ وصیت خداوندی یقیناً مقدم ہو گی وصیتِ انسانی سے۔ تو اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ پہلے والدین اور اقرباء کے جو حصص آپ از روئے وصیت مقرر کرتے تھے اب ان کے قائم مقام انہیں وہ حصے دیئے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ ﴿1﴾

اسلام کا فلسفۂ وراثت

اسلام نے صحت مند معاشرہ کو معرضِ وجود میں لانے کے لیے کنبہ کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کے افراد کے مفاد کو یوں ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا ہے کہ محبت و قرابت کا باہمی رشتہ کبھی ٹوٹنے نہ پائے۔ اس کے لیے جو وسائل اختیار کیے ہیں انہی میں سے ایک نظامِ میراث ہے۔ زندگی میں اگر کنبہ کا کوئی فرد افلاس و غربت کا شکار ہو جائے تو دوسرے افراد پر اس کے نفقہ کو فرض قرار دیا۔ اسی طرح موت کے بعد متوفی کے قریبی رشتہ داروں میں اس کی جائیداد کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تاکہ زندگی اور موت میں کنبہ کا مفاد، یوں باہم پیوستہ رہے کہ جدائی کا خیال ہی ان میں راہ نہ پاسکے۔ کنبہ کے اتحاد کو برقرار رکھنے کے لیے نظام وراثت میں **قرابت کا اصول** پیشِ نظر رکھا گیا۔ میراث میں حصہ کے ملنے یا نہ ملنے اور حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں رشتہ کی نزدیکی اور دوری کو بہت بڑا دخل ہے۔ **دوسرا اصول ضرورت** ہے۔ یعنی قریبی رشتہ داروں میں حصہ کی کمی بیشی کا مدار ضرورت کو قرار دیا۔ جتنی کسی کی ضروریات زیادہ اور ذمہ داریاں کثیر ہوں گی اسی لحاظ سے اس کا حصہ مقرر کیا جائے گا۔ مثلاً متوفی کے والدین اور اس کی اولاد کی قرابت بالکل مساوی نوعیت کی ہے، لیکن اولاد جو زندگی کے سفر کا اب آغاز کر رہی ہے اس کی ضروریات، والدین کی ضروریات سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں، جو اس طویل سفر کی آخری منزل میں قدم رکھ چکے ہیں۔ نیز والدین کے پاس تو زندگی بھر کا کچھ نہ کچھ اندوختہ ہوتا ہی ہے اور اولاد بالکل خالی ہاتھ ہے۔ یہی فرق لڑکی اور لڑکے میں ہے، لڑکی پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں، شادی سے پہلے اس کے والدین اس کی تمام ضروریات کے کفیل ہیں اور شادی کے بعد اس کی رہائش،

لباس اور خورد و نوش کی تمام تر ذمہ داری خاوند پر ہے۔ اس کی اولاد کی تعلیم و تربیت کے جملہ مصارف بھی اس کے خاوند کے ذمہ ہیں۔ مزید برآں عملی زندگی کی سرگرمیاں جس سرمایہ کی محتاج ہیں، اس کا مہیا کرنا بھی مرد کی ذمہ داری ہے۔
یہ حقائق ہیں، جن کے پیش نظر اسلام نے والدین اور اولاد، عورت اور مرد کے حصوں میں فرق کیا ہے اور یہ فرق ہی عین عدل ہے۔ ان امتیازات کی موجودگی میں ان کے حصوں کو مساوی رکھنا مساوات تو ہوگی لیکن کھلی اور ظالمانہ اور اسلام صرف اس مساوات کا علمبردار ہے جو عدل و انصاف پر مبنی ہو۔ **تیسرا اصول تقسیم دولت** ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے اور وراثت کی تقسیم میں بھی اس اصول کو ملحوظ رکھا۔ اس لیے صرف بڑے لڑکے یا صرف لڑکوں کو ہی وارث تسلیم نہیں کیا، بلکہ تمام اولاد، لڑکے اور لڑکیاں اور ان کے علاوہ کئی اور رشتہ داروں کو وارث قرار دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد میں یہ دولت تقسیم ہو۔ یہ وہ تین اصول ہیں (قرابت، ضرورت، تقسیم دولت) جن پر اسلام کا یہ بے نظیر نظام وراثت قائم ہے۔ ﴿2﴾

اسلام کا فلسفۂ وصیت

آدمی کو اپنے کل مال کے ایک تہائی حصہ کی حد تک وصیت کرنے کا اختیار ہے اور وصیت کا یہ قاعدہ اس لیے مقرر کیا گیا ہے، تاکہ قانون وراثت کی رو سے جن عزیزوں کو میراث میں سے حق نہیں پہنچتا۔ ان میں سے جس کو آدمی مدد کا مستحق پاتا ہو، اپنے اختیار تمیزی سے اس کا حصہ مقرر کر دے۔ مثلاً کوئی یتیم پوتا یا پوتی (بیٹے کے ہوتے ہوئے) موجود ہے، یا کسی بیٹے کی بیوہ مصیبت کے دن کاٹ

رہی ہے۔ یا کوئی بہن، بھائی، بھاوج، بھتیجا، بھانجا یا کوئی عزیز ایسا ہے جو سہارے کا محتاج نظر آتا ہے تو اس کے حق میں وصیت کے ذریعے سے حصہ مقرر کیا جا سکتا ہے اور اگر رشتہ داروں میں کوئی ایسا نہیں ہے تو دوسرے مستحقین کے لیے یا رفاہ عامہ میں صرف کرنے کی وصیت کی جا سکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کی کل ملکیت میں سے دو تہائی یا اس سے کچھ زائد کے متعلق شریعت نے میراث کا ضابطہ بنا دیا ہے۔ جس میں سے شریعت کے نامزد کردہ وارثوں کو مقررہ حصہ ملے گا اور ایک تہائی یا اس سے کچھ کم کو خود اس کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے، تاکہ وہ مخصوص خاندانی حالات کے لحاظ سے جس طرح مناسب سمجھے، تقسیم کرنے کی وصیت کر دے۔ پھر اگر کوئی شخص اپنی وصیت میں ظلم کرے یا بالفاظِ دیگر اپنے اختیارِ تمیزی کو غلط طور پر اس طرح استعمال کرے، جس سے کسی کے جائز حقوق متاثر ہوتے ہوں، تو اس کے لیے یہ چارۂ کار رکھ دیا گیا ہے کہ خاندانی لوگ باہمی رضامندی سے اس کی اصلاح کر لیں، یا قاضی شرع کو مداخلت کی درخواست کی جائے اور وہ وصیت کو درست کر دے۔ ﴿3﴾

مذاہب عالم میں تقسیمِ وراثت کے تصور کی بحث

مختلف مذاہب اور ممالک میں تقسیم وراثت کا طریقہ کار کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں اسلام کے قانون وراثت کو کیا فوقیت حاصل ہے؟ یقیناً یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔ ہم نے اس سلسلہ میں مواد کی فراہمی کے لیے مقدور بھر کوشش کی اور درج ذیل سے رابطہ کیا۔

❶ پاکستان کی بڑی بڑی جامعات کے تقابل ادیان کے پروفیسر صاحبان

2. تقابل ادیان کے حوالے سے معروف ویب سائٹس
3. بائبل سکول راولپنڈی
4. بہاول پور کا مرکزی چرچ اور کرسچن سکول
5. بہاول پور میں ہندوؤں کے سربراہ اور پنڈت
6. مرکزی گردوارہ ننکانہ صاحب
7. متعدد علماء کرام

مگر ہم نہایت افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہمیں کہیں سے بھی کوئی تسلی بخش مواد فراہم نہ ہو سکا اور بھانت بھانت کی متضاد باتیں سننے کو ملیں۔ جب کہ اس کے برعکس اسلامی قانون وراثت کے حوالے سے متعدد کتب بھی عام ملتی ہیں اور تسلی بخش جواب دینے والے مفتیان کرام بھی بآسانی ہر بندے کی اپروچ (Approach) میں ہیں۔

تمام مذاہب کے سرکردہ اور سکالر لوگوں نے واضح طور پر اس چیز کو تسلیم کیا کہ جس طرح دین اسلام میں وراثت کا ہر مسئلہ مکمل طور پر اظہر من الشمس ہے۔ اس طرح دنیا کے کسی بھی دوسرے دین میں واضح نہیں ہے۔ ہندوؤں کی وید، سکھوں کی گرنتھ، عیسائیوں کی بائبل اور یہودیوں کی تالمود اور تورات میں وراثت کے قوانین کا قطعاً کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ سوائے اس کے کہ چند اشارات کا سہارا لیا جائے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام واقعی ایک مکمل اور جامع ضابطہ حیات ہے اور اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں واضح ہدایات فراہم کرتا ہے۔

دی بائبل سکول راولپنڈی کی طرف سے ہمیں ایک کتاب ارسال ہوئی

توکہ Laws for Christians کے نام سے تھی۔ اس کتاب میں عیسائیوں کے چند قوانین وراثت کا نامکمل تذکرہ کیا گیا ہے اور وہ کسی طرح سے اسلامی قانون وراثت کی جامعیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ نیز وہ قوانین بھی مختلف عدالتی فیصلوں کی روشنی میں مرتب کیے گئے ہیں۔ دین مسیحیت کے حوالے سے ان کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اسی طرح سکھوں کے گروؤں نے بھی اس کے متعلق کوئی درست جواب نہ دیا۔

ہماری یہ کتاب چونکہ چھپنے کے لیے تیار تھی، اس لیے ہم نے اپنی کاوشوں کی تفصیل ان صفحات پر درج کر دی ہے اور تفصیلی تحقیق پیش نہ کر سکنے پر قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ اگر کوئی محقق دوست اس کتاب کو پڑھے اور اس کے پاس وراثت کے تقابلی مطالعہ کے حوالہ سے مواد موجود ہو تو وہ ہمیں ضرور فراہم کرے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ہم اپنا موقف بہتر طور پر پیش کر سکیں۔ اسی طرح دیگر ادیان و مذاہب کے لوگ بھی اگر اپنے قانون وراثت کے حوالے سے تفصیلات پیش کرنا چاہیں تو ہم ان کے منتظر رہیں گے۔

ویسے بھی ہماری سوچی سمجھی رائے یہی ہے کہ اس موضوع پر ایک علیحدہ مفصل کتاب کی ضرورت ہے۔ ہمارے ان صفحات کے مطالعہ کے بعد اگر کوئی سکالر اس موضوع پر داد تحقیق دے تو وہ یقیناً اہل علم کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہوں گے۔ بہرحال یہ موضوع ابھی تشنہ ہے اور اس پر کام کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

مشقی سوالات

(۱) زمانہ جاہلیت میں وراثت کا کیا طریقہ کار تھا؟

(۲) اسلام کے نظام وراثت میں کن اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے؟

(۳) وصیت کب اور کتنے مال کی حد تک کی جا سکتی ہے؟

(۴) وصیت کی شرعی حیثیت واضح کریں۔

(۵) اسلامی وراثت کا فلسفہ مختصراً بیان کریں۔

حوالہ جات

﴿1﴾ پیر محمد کرم شاہ الازہری، سنت خیر الانام، ص: ۲۶۹۔۲۷۳ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

﴿2﴾ پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ج:۱، ص: ۳۲۳۔۳۲۲، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

﴿3﴾ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج:۱، ص: ۳۲۸۔۳۲۷، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

الباب الثانی

قواعدِ میراث مع امثلہ

علم فرائض کی تعریف:

علم فرائض، علم فقہ اور علم حساب کے ان قواعد کو جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ میت کا ترکہ اس کے ورثاء کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم کیا جائے۔

علم فرائض کا موضوع:

علم فرائض کا موضوع، میت کا مال اور اس کے ورثاء ہیں۔

علم فرائض کا مقصد:

علم فرائض کا مقصد، میت کے مال میں سے ہر وارث کو اس کا متعین حق دینا ہے۔

علم فرائض کی وجہ تسمیہ:

فرائض، فریضہ کی جمع ہے اور فرض سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی ہے ''مقرر ہونا'' — چونکہ علم الفرائض میں ورثاء کے حصے مقرر ہوتے ہیں، اس لیے اسے ''علم فرائض'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

علم فرائض کی اہمیت:

اسلام میں علم فرائض کی جو اہمیت ہے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل دو احادیث مبارکہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

❶ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ کَمَا تَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ ﴿1﴾ "علم فرائض کو ایسے اہتمام سے سیکھو، جیسے قرآن کو سیکھتے ہو۔"

❷ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ فَاِنَّهَا مِنْ دِيْنِكُمْ ﴿2﴾ "وراثت کا علم حاصل کرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا حصہ ہے۔"

علم فرائض کو نصف علم کہنے کی وجوہات:

علم فرائض کو دیگر تمام علوم پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ اسے ہادی برحق مخبر صادق ﷺ کی زبان اقدس نے "نصف علم" فرمایا۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَ عَلِّمُوْهَا فَاِنَّهٗ نِصْفُ الْعِلْمِ ﴿3﴾

"علم فرائض خود سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ آدھا علم ہے۔"

علم فرائض کو نصف علم کہنے کی پانچ وجوہات درج ذیل ہیں:

❶ انسان کی دو حالتیں ہیں: (i) زندگی (ii) موت

زندگی میں باقی تمام علوم کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ علمِ فرائض موت کے ساتھ خاص ہے۔ اس لحاظ سے علمِ فرائض، نصف علم ہوا۔

❷ مِلک کی دو صورتیں ہیں:

(i) مِلک اختیاری (ii) مِلک غیر اختیاری (اضطراری)

وراثت کے علاوہ بقیہ تمام اشیاء کا تعلق "مِلک اختیاری" سے ہے ـــ اس لحاظ سے بھی علمِ فرائض، نصف علم ہوا۔

❸ احکامِ شرعیہ کی باعتبار ماخذ دو اقسام ہیں:

(i) وہ احکامِ شرعیہ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔

(ii) وہ احکام شرعیہ جو قیاس واجتہاد سے ثابت ہیں۔

چونکہ علم فرائض کے تمام مسائل قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں — اس لحاظ سے بھی علم فرائض نصف علم ہوا۔

4 علم فرائض کی تحصیل کے لیے بہت زیادہ محنت ومشقت کرنی پڑتی ہے یعنی جس قدر محنت دیگر علوم پر کرنی پڑتی ہے اس سے نصف تنہا اس علم کو حاصل کرنے پر صَرف ہوتی ہے — اس لحاظ سے بھی علمِ فرائض نصف علم ہوا۔

5 علم فرائض کی تعلیم وتعلم پر بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے — علمِ فرائض کا فقط ایک مسئلہ بتانے پر دوسرے قسم کے ۱۰۰ مسئلوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی علم فرائض نصف علم ہوا۔

علم فرائض کے مآخذ و مراجع:

علم فرائض کے مآخذ ومراجع چار ہیں:

1 کتاب اللہ　2 سنت رسول　3 اجماع امت

4 اجتہاد صحابہ (جو کہ بالا جماع ہو)۔

ترکہ کی تعریف:

ترکہ کا لغوی معنی ''چھوڑنا'' ہے — علم فرائض کی اصطلاح میں میت کے بعد اس کے مال اور حقوق میں سے جو کچھ باقی بچتا ہے، اسے ترکہ کہتے ہیں جیسے زمین، مکان، بینک بیلنس، انشورنس کی رقم، حق شفعہ اور حق خیار وغیرہ۔

فائدہ: ترکہ کو میراث، موروث، وراثت، ارث اور وِرثہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

ترکہ کی مختلف حالتیں اور ان کے احکام:

میت کا ترکہ کسی صورت میں تین حالتوں سے خالی نہیں ہوسکتا:

❶ میت کا ترکہ، اس کے قرض کے برابر ہو — اس صورت میں میت کا کل مال قرض کی ادائیگی پر صرف کردیا جائے گا اور نہ تو وصیت نافذ کی جائے گی؟ (اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو) اور نہ ہی وارثوں کو کچھ ملے گا۔

❷ میت کا ترکہ، اس کے قرض سے زیادہ ہو — اس صورت میں میت کے مال سے اس کا قرض ادا کرکے بقیہ مال کی تہائی سے وصیت نافذ کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے، وہ شریعت مطہرہ کے مطابق ورثاء میں تقسیم کردیا جائے گا۔

❸ میت کا ترکہ، اس کے قرض سے کم ہو — اس صورت میں میت کا کل مال قرض خواہوں میں ان کے قرض کی نسبت سے تقسیم کردیا جائے گا۔ ورثاء کو کچھ نہیں ملے گا اور نہ ہی وصیت نافذ کی جائے گی۔

مُورث:

فوت والے شخص کو مُورِث کہتے ہیں۔

وارث:

وارث، ورثاء کا مفرد ہے اور وارث اس شخص کو کہتے ہیں، جو میت کے ترکہ کا شرعی طور پر مالک بنتا ہے۔

وراثت کی تعریف:

وراثت کا لغوی معنیٰ ہے، کسی کا کسی کے بعد باقی رہنا — اصطلاحی معنٰی ہے کسی چیز کا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونا، خواہ مال کا انتقال ہو یا ملک

کا یا علم اور نبوت کا انتقال ہو یا محاسن کا۔قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ان تمام معانی کے اعتبار سے وراثت کا استعمال کیا گیا ہے۔

وراثت کے اسباب:

انسان کو میت کی وراثت سے تب حصہ ملے گا، جبکہ مندرجہ ذیل دو اسباب میں سے کوئی ایک سبب پایا جائے۔ ❶ خونی رشتہ ❷ نکاح

وراثت کی شرائط:

وارث کے لیے وراثت حاصل کرنے کی تین شرطیں ہیں، ان تینوں کا بیک وقت پایا جانا ضروری ہے:

❶ مورِث کا فوت ہونا۔(موت، خواہ حقیقی ہو یا حکمی۔حقیقتاً: جیسے کسی کا اس دنیا سے دارآخرت کی طرف کوچ کر جانا۔حکماً: جیسے کوئی شخص لاپتہ ہو جائے اور اس کی انتظارِ مدت ختم ہو جائے)۔

❷ وارث کا زندہ ہونا۔(حیات، خواہ حقیقی ہو یا حکمی۔حقیقتاً: جیسے کسی کا اس دنیا میں ظاہری طور پر موجود ہونا۔حکماً: جیسے حمل)۔

❸ وراثت سے محروم کرنے والے اسباب میں سے کسی سبب کا نہ پایا جانا۔

(وراثت سے محروم کرنے والے اسباب کو صفحہ نمبر 52 پر ملاحظہ فرمائیں۔)

وراثت کے ارکان:

وراثت کے حسب ذیل تین ارکان ہیں:

❶ مورِث (میت) ❷ وارث ❸ ترکہ

بھائی بہن کی اقسام:

بھائی بہن کی حسب ذیل تین اقسام ہیں:

1. وہ بہنیں/ بھائی جو ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوں۔ آپس میں "عینی" کہلاتے ہیں یعنی حقیقی بہن بھائی۔
2. وہ بہنیں/ بھائی جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہوں۔ آپس میں "اخیافی" کہلاتے ہیں یعنی ماں شریک بہن/ بھائی۔
3. وہ بہنیں/ بھائی جن کا باپ ایک ہو اور ماں الگ الگ ہو، آپس میں "علاتی" کہلاتے ہیں یعنی باپ شریک بہن بھائی۔

غَرقیٰ:

غَرْقٰی، غریق کی جمع ہے ـــ جس کا مطلب ہے کہ ڈوب کر مرنے والے انسان۔

ھَدمیٰ:

ھَدْمٰی، ھَدیم کی جمع ہے ـــ جس کا مطلب ہے کہ چھت، دیوار یا کسی دوسری چیز کے نیچے دب کر مرنے والے انسان۔

حَرقیٰ:

حَرْقیٰ، حَرِیْقٌ کی جمع ہے ـــ جس کا مطلب ہے کہ آگ سے جل کر مرنے والے انسان۔

میت کے مال سے متعلقہ امور

میت کا ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے چند امور واجب ہیں، ان کی ادائیگی کے بغیر اگر وراثت تقسیم ہوئی تو یہ تقسیم ناجائز ہوگی۔ اگر میت کا ترکہ ان چیزوں میں خرچ ہوکر ختم ہو جائے تو وارثوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ وہ امور مندرجہ ذیل ہیں:

1. سب سے پہلے میت کے مال سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔

❷ پھر جو مال بچے، اس سے میت کے قرضے ادا کیے جائیں۔ (اگر بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو تو وہ بھی میت پر قرض ہے)۔

❸ قرض کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے، اس کی ایک تہائی سے میت کی وصیتیں پوری کی جائیں۔ (اگر میت نے وصیت کی ہو)۔

نوٹ: وہ مال میت کے ترکہ میں شامل نہ ہوگا جو اس کے پاس بطور امانت، رہن یا استعارہ موجود ہو۔

وصیت کی تعریف:

وصیت کی جمع وصایا آتی ہے — اس کا لغوی معنیٰ ''اتصال'' ہے — جبکہ اصطلاح شرع میں وصیت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مرنے سے پہلے یہ کہے کہ، میرے ترکہ میں سے اتنا حصہ فلاں شخص کو دے دینا، یا فلاں کارِ خیر میں صرف کر دینا۔

وصیت کے ارکان:

وصیت کے تین ارکان ہیں:

❶ **مُوصِی** (وصیت کرنے والا) بشرطیکہ وہ بالغ وذی عقل ہو — حواس باختہ اور اپنے کل مال کے برابر مقروض نہ ہو — وصیت مذاق سے، غلطی سے یا جبراً نہ کی ہو۔

❷ **مُوصیٰ لہٗ** (جس کے حق میں وصیت کی جائے) بشرطیکہ وہ مالک بننے کا اہل ہو۔ وصیت کے وقت موصیٰ لہٗ موجود ہو یا اس کی موجودگی واقع ہو — یہ بھی شرط ہے کہ موصیٰ لہٗ نے موصِی کو جان بوجھ کر قتل نہ کیا ہو۔ البتہ موصیٰ لہٗ کا معلوم ہونا ضروری ہے جبکہ موصیٰ لہٗ کا مسلمان ہونا لازمی نہیں ہے۔

③ **موصی بہ** (جس بات کی وصیت کی جائے) بشرطیکہ وہ ایسی چیز ہو کہ معاملہ کے بعد ملکیت میں آ سکتی ہو، خواہ وہ مال ہو یا منفعت، وصیت کے لیے موصی بہ کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ البتہ یہ لازم ہے کہ موصی بہ مال کا صرف ایک تہائی ہو۔

میراث سے محروم کرنے والے اسباب

وارث کو میراث سے محروم کرنے والے شرعاً مندرجہ ذیل پانچ اسباب ہیں:

۱۔ قتل

اگر بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً مار ڈالا تو یہ قاتل وراثت سے محروم رہے گا خواہ قتل عمداً ہو یا خطاً۔

۲۔ اختلافِ دین

اگر وارث کافر ہے اور مورث مسلمان، یا اس کا عکس ہو تو ان کے درمیان وراثت تقسیم نہیں ہوگی۔ اگر چہ کتنا ہی قریبی رشتہ کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حدیث مبارک ہے:

لَا یَرِثُ الْکَافِرُ الْمُسْلِمَ وَلَا الْمُسْلِمُ الْکَافِرَ ﴿4﴾

کافر، مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا اور نہ ہی مسلمان کافر کا وارث بن سکتا ہے۔

نیز ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

لَایَتَوَارَثُ اَھْلُ مِلَّتَیْنِ شَتّٰی ﴿5﴾

دو مختلف دین کے ماننے والے آپس میں وراثت نہیں پاتے۔ دو مختلف ملتوں کے افراد ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

۳۔ اندھی موت

اگر کسی حادثہ میں چند رشتہ دار اکٹھے فوت ہو گئے اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان میں پہلے کون فوت ہوا ہے، تو اس صورت میں مرنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔﴿6﴾

۴۔ مرتد ہونا

اگر کوئی مسلمان اسلام سے روگردانی کر لے (معاذ اللہ)، تو وہ کسی بھی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا اور جب وہ فوت ہوگا تو جو کچھ اس نے بحیثیت مسلمان کمایا، اس سے اس کے زمانۂ اسلام کے قرضے ادا کیے جائیں گے اور باقی مال مسلمان ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا اور جو کچھ اس نے بحیثیت مرتد کمایا اس سے اس کے زمانۂ ارتداد کے قرضے ادا کر کے بقیہ مال غرباء پر صدقہ کر دیا جائے گا۔ مگر مرتدہ (عورت) کی وفات کے بعد اس کا کل مال اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم ہوگا، خواہ وہ مال اس عورت نے مرتدہ ہونے سے پہلے کمایا ہو یا مرتدہ ہونے کے بعد۔

۵۔ اختلافِ دارین

اختلافِ دارین سے مراد یہ ہے کہ وارث اور مورث، ایسے دو مختلف ملکوں کے باشندے ہوں، جن کی اپنی الگ افواج ہوں اور وہ ایک دوسرے کا خون حلال سمجھتے ہوں۔﴿7﴾

اختلاف دارین کا حکم غیر مسلم رعایا کے لیے ہے — مسلمان باشندگانِ مملکت پر اس کلیہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ چنانچہ مسلمان ملک میں بسنے والا مسلمان

وارث، کافر ملک میں مرنے والے مسلمان مورث کے ترکہ سے حصہ پانے کا اہل ہے، بشرطیکہ کافر ملک کا قانون اس کی اجازت دیتا ہو۔۔۔اسی طرح اسلامی ملک میں فوت ہونے والے موروث کے، کافر ملک میں بسنے والے ورثاء، اگر اس کے ترکہ سے کچھ حاصل کرسکیں تو اسلامی ریاست کو اس سے کوئی تعرض نہیں۔ ﴿8﴾

لہٰذا پاکستان کے مسلمان اور وہ مسلمان جو ہندوستان، امریکہ، یورپ یا کہیں اور جگہ رہتے ہوں، ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ ﴿9﴾

ترکہ کی تقسیم کا طریقہ

میت کے مال سے اس کی تجہیز و تکفین، اداء قرض اور نفاذ وصیت (اگر کی ہو) کے بعد میت کا جو مال باقی بچے اسے بالترتیب مندرجہ ذیل وارثوں میں بانٹ دیا جائے:

1. **ذوی الفروض** میں تقسیم کیا جائے۔
2. اگر ذوی الفروض نہ ہوں یا ان کو دینے کے بعد کچھ مال بچ جائے تو پھر **عصبات نسبیہ** میں تقسیم کیا جائے۔
3. اگر عصبات نسبیہ نہ ہوں، تو دوبارہ **ذوی الفروض** کو دیا جائے۔ (لیکن شوہر اور بیوی کو نہ دیا جائے)۔
4. اگر عصبات نسبیہ اور من یرد علیھم (وہ ذوی الفروض جنہیں دوبارہ دیا جاتا ہے) نہ ہوں، تو بقیہ مال **ذوی الارحام** میں تقسیم کیا جائے۔
5. اگر ذوی الارحام نہ ہوں تو بقیہ مال **مولی الموالات** کو دیا جائے۔
6. اگر مولی الموالات بھی نہ ہو، تو بقیہ مال **مقرلہ بالنسب علی الغیر** کو دیا جائے۔
7. اگر مقرلہ بالنسب علی الغیر بھی نہ ہو تو پھر میت کا ترکہ اس شخص کو دیا جائے جس

کے لیے میت نے **کل مال کی وصیت** کی ہو۔

8 اگر میت نے کسی کے لیے کل مال کی وصیت نہ کی ہو تو میت کا تمام بقیہ ترکہ **غرباء اور فقراء** میں تقسیم کر دیا جائے۔

مولی الموالات:

مولی الموالات ایسے شخص کو کہتے ہیں جو مجہول النسب ہو اور اس نے دوسرے شخص سے کہا ہو کہ تم میرے آقا ہو، اس لیے اگر میں کسی کو قتل کردوں تو تم میری طرف سے خون بہا دینا اور جنایت میں دیت دینا — میری موت کے بعد میرے کل مال کو تم لینا اور دوسرے نے اس قول کو قبول کر لیا ہو۔

مقرلہ بالنسب علی الغیر:

ایسا مجہول النسب شخص، جس کو میت نے اپنی فرع (بیٹا یا بیٹی) کی یا اپنے اصول (ماں یا باپ) کی فرع (بہن یا بھائی) کی اولاد بتایا ہو — اور میت نے مرتے وقت تک اپنے قول سے رجوع نہ کیا ہو۔

مقررہ حصے

قرآن مجید میں وارثوں کیلئے مقررہ حصے 6 ہیں۔ جن کو دو قسموں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلی قسم: 1 نصف ($\frac{1}{2}$، آدھا) 2 ربع ($\frac{1}{4}$، چوتھائی) 3 ثمن ($\frac{1}{8}$، آٹھواں)

دوسری قسم: 4 ثلثان ($\frac{2}{3}$، دوتہائی) 5 ثلث ($\frac{1}{3}$، ایک تہائی) 6 سدس ($\frac{1}{6}$، چھٹا)

ان مقررہ حصوں کے مستحقین کو ذوی الفروض کہتے ہیں۔

ذوی الفروض کا بیان

ذوی الفروض کی تعریف:

ذوی الفروض سے مراد وہ ورثاء ہیں، جن کے حصے قرآن کریم، حدیث طیبہ یا اجماع امت سے مقرر ہو چکے ہیں۔ ﴿10﴾

عام طور پر میت کے تین قسم کے وارث ہوتے ہیں:

❶ ذوی الفروض　❷ عصبات　❸ ذوی الارحام

ان میں زوج اور زوجہ سببی ذوی الفروض ہیں، باقی دس نسبی ذوی الفروض ہیں۔

نوٹ: عصبات کی تشریح صفحہ نمبر 83 پر دیکھیں اور ذوی الارحام کی وضاحت صفحہ نمبر 88 پر ملاحظہ فرمائیں۔

ذوی الفروض کی تعداد:

ذوی الفروض کل بارہ افراد ہیں۔ ان میں سے 4 مرد اور 8 عورتیں ہیں۔

چار مرد یہ ہیں: ❶ باپ　❷ دادا　❸ ماں شریک بھائی　❹ شوہر

آٹھ عورتیں یہ ہیں: ❶ دادی/نانی　❷ ماں　❸ بیوی　❹ بیٹی　❺ پوتی　❻ حقیقی بہن　❼ باپ شریک بہن　❽ ماں شریک بہن

ذوی الفروض کے احوال

1- باپ

باپ کی تین حالتیں ہیں:

❶ **چھٹا حصہ ملتا ہے** جبکہ میت نے بیٹا.. پوتا یا پڑپوتا چھوڑا ہو۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

باپ	بیٹا/پوتا
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ
1	5

توضیح: لفظ ''مسئلہ'' کے نیچے جو لفظ ''**میت**'' لکھا ہوا ہے، یہ مرحوم/مرحومہ کو ظاہر کرتا ہے۔۔۔اس کے نیچے جو دو رشتے داروں (باپ+بیٹا) کے نام لکھے ہوئے ہیں یہ میت کے ورثاء ہیں۔۔۔لفظ ''مسئلہ'' کے ساتھ 6 کا عدد یہ ظاہر کرتا ہے، کہ میت کے ترکہ کے کل 6 حصے کیے جائیں گے۔۔۔جن میں سے 1 حصہ باپ کو ملے گا کیونکہ اس کے ساتھ میت کا بیٹا موجود ہے اور بقیہ تمام مال یعنی 5 حصے بیٹے کو ملیں گے۔

نوٹ: یہ جاننے کیلئے کہ میت کے ترکہ کے کل 6 حصے کیوں ہوں گے؟ اس سے کم یا زیادہ کیوں نہ ہوں گے؟ صفحہ نمبر 94 پر ''حصوں کے مخارج معلوم کرنے کے طریقے'' کا مطالعہ فرمائیں۔

....

❷ چھٹا حصہ ملتا ہے اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی بچے وہ بھی ملتا ہے جبکہ میت نے بیٹی۔۔ پوتی۔۔ یا۔۔ پڑپوتی چھوڑی ہو۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

باپ	بیٹی/پوتی
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$) + بقیہ	آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$)
2+1=3	3

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — باپ کو بحیثیت ذی فرض 1 حصہ اور بحیثیت عصبہ 2 حصے ملیں گے اور بیٹی چونکہ ایک ہے اس لیے اسے نصف مال یعنی 3 حصے ملیں گے۔

....

● **ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی بچے وہ سب ملتا ہے** جبکہ میت نے بیٹا.. بیٹی.. پوتا.. پوتی.. پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

باپ	شوہر
بقیہ	آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$
1	1

توضیح: ترکہ کے کل 2 حصے ہوں گے — جن میں سے 1 حصہ شوہر کو ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ میت کی اولاد نہیں ہے اور بقیہ 1 حصہ باپ کو ملے گا۔

2۔ دادا

دادا کی چار حالتیں ہیں:

❶ ❷ ❸ **جب میت کا باپ نہ ہو تو پھر دادا کی تین حالتیں تو باپ والی ہی ہوں گی۔** (جنہیں باپ کے احوال میں ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔)

❹ **باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہے گا** کیونکہ باپ، رشتہ داری میں دادا سے زیادہ قریب ہے۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

باپ	بیٹا	دادا
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ	محروم
1	5	—

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — جن میں سے 1 حصہ باپ کو اور بقیہ 5 حصے بیٹے کو ملیں گے — دادا کو باپ کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

نوٹ: عربی میں نانا اور دادا دونوں کیلیے جد کا لفظ استعمال ہوتا ہے لیکن علم الفرائض میں دادا کو جد صحیح اور نانا کو جد فاسد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

جد صحیح کی تعریف:

جد صحیح سے مراد وہ شخص ہے کہ جب اس کی میت کی طرف نسبت کی جائے تو درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہ ہو۔ جیسے دادا — پوتے اور دادا کے مابین عورت واسطہ نہیں ہوتی۔

جد فاسد کی تعریف:

جد فاسد سے مراد وہ شخص ہے کہ جب اس کی میت کی طرف نسبت کی جائے تو درمیان میں کسی عورت کا واسطہ ہو — جیسے نانا۔ نواسا اور نانا کے مابین عورت واسطہ ہوتی ہے۔

3.4- ماں شریک بہن / بھائی

ماں شریک بہن/ بھائی کی تین حالتیں ہیں:

❶ **چھٹا حصہ ملتا ہے** جبکہ وہ اکیلا/ اکیلی ہو (یعنی اس کے ساتھ اس کے حقیقی بہن بھائی میں سے کوئی نہ ہو)۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

باپ	ماں شریک بھائی/بہن
بقیہ	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)
5	1

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 1 حصہ ماں شریک بہن/بھائی کو ملے گا — بقیہ 5 حصے باپ کو ملیں گے۔

....

● **ایک تہائی حصہ ملتا ہے** جبکہ ایک سے زیادہ ہوں — خواہ صرف بھائی، صرف بہنیں یا دونوں ہوں۔

مثال:

مسئلہ 12

میت

چچا	ماں شریک بہن	ماں شریک بھائی	بیوی
بقیہ	ایک تہائی حصہ ($\frac{1}{3}$)		چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)
5	2 ← 4 → 2		3

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 12 حصے ہوں گے — 3 حصے بیوی کو ملیں گے کیونکہ اس کے ساتھ میت کی اولاد نہیں ہے — ماں شریک بھائی اور بہن کو 2,2 حصے ملیں گے اور بقیہ 5 حصے (3+2+2=7, 12−7=5) چچا کو ملیں گے۔

نوٹ: ماں شریک بہن، بھائیوں میں وراثت کا تہائی حصہ برابر، برابر تقسیم ہوگا۔ ان پر لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ والا قانون لاگو نہیں ہوتا۔

....

❸ **میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا** جبکہ اس کے ساتھ میت کا بیٹا.. بیٹی.. پوتا.. پوتی.. باپ اور دادا میں سے کوئی ایک موجود ہو۔

مثال:

مسئلہ 1

میت

باپ	ماں شریک بہن/ بھائی
کل ترکہ	محروم
1	—

توضیح: چونکہ مذکورہ مسئلہ میں ماں شریک بہن/ بھائی کے ساتھ باپ موجود ہے۔لہٰذا ماں شریک بہن/ بھائی کو کچھ نہیں ملے گا بلکہ تمام مال، باپ کو مل جائے گا۔

5- شوہر

شوہر کی دو حالتیں ہیں:

❶ **نصف حصہ ملتا ہے** جبکہ میت نے بیٹا.. بیٹی.. پوتا.. پوتی.. پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو۔

مثال:

مسئلہ 2

میت

شوہر	باپ
آدھا حصہ($\frac{1}{2}$)	بقیہ
1	1

توضیح: میت کے ترکہ کے 2 حصے کیے جائیں گے — 1 حصہ شوہر کو ملے گا

کیونکہ اس کے ساتھ میت کی اولاد نہیں اور بقیہ 1 حصہ باپ کو ملے گا۔

....

❷ **چوتھا حصہ ملتا ہے** جبکہ میت نے بیٹا.. بیٹی.. پوتا.. پوتی.. پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی چھوڑا ہو۔

مثال:

مسئلہ 4

میت

شوہر	بیٹا
چوتھا حصہ $(\frac{1}{4})$	بقیہ
1	3

توضیح: ترکہ کے کل 4 حصے ہوں گے — 1 حصہ شوہر کو ملے گا کیونکہ اس کے ساتھ میت کا بیٹا موجود ہے اور بقیہ 3 حصے بیٹے کو ملیں گے۔

6- بیوی

بیوی کی دو حالتیں ہیں:

❶ **چوتھا حصہ ملتا ہے** جبکہ میت نے بیٹا.. بیٹی.. پوتا.. پوتی.. پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو۔

مثال:

مسئلہ 4

میت

بیوی	بھائی
چوتھا حصہ $(\frac{1}{4})$	بقیہ
1	3

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 4 حصے ہوں گے — بیوی کو 1 حصہ ملے گا کیونکہ اس کے ساتھ میت کی اولاد نہیں ہے اور بقیہ 3 حصے بھائی کو ملیں گے۔

....

❷ **آٹھواں حصہ ملتا ہے** جبکہ میت نے بیٹا.. بیٹی.. پوتا.. پوتی.. پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی چھوڑا ہو۔

مثال

مسئلہ 8

میت

بیوی	بیٹا
آٹھواں حصہ $(\frac{1}{8})$	بقیہ
1	7

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 8 حصے ہوں گے — بیوی کو 1 حصہ ملے گا کیونکہ اس کے ساتھ میت کا بیٹا موجود ہے اور بقیہ 7 حصے بیٹے کو ملیں گے۔

7- بیٹی

بیٹی کی تین حالتیں ہیں:

❶ **نصف حصہ ملتا ہے** جبکہ بیٹی اکیلی ہو۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

بیٹی	باپ
آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	چھٹا حصہ + بقیہ
3	2 + 1 = 3

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 3 حصے بیٹی کو ملیں گے اور بقیہ 3 حصے (1 حصہ بحیثیت ذی فرض اور 2 حصے بحیثیت عصبہ) باپ کو ملیں گے۔

....

❷ **دو تہائی حصہ ملتا ہے**، جبکہ بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں۔

<u>مثال</u>

مسئلہ 3

میت

بیٹی + بیٹی	بھائی
دو تہائی حصہ ($\frac{2}{3}$)	بقیہ
1 ← 2 → 1	1

توضیح: ترکہ کے کل 3 حصے ہوں گے — 2 حصے دو بیٹیوں کو ملیں گے (ہر ایک کو 1 حصہ) اور بقیہ 1 حصہ بھائی کو ملے گا۔

....

❸ **ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی بچے، وہ سب ملتا ہے جبکہ** بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی ہو۔

<u>مثال:</u>

مسئلہ 12

میت

شوہر	بیٹی + بیٹا
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	بقیہ (لڑکے کو لڑکی سے دوگنا)
3	6 ← 9 → 3

توضیح: مذکورہ بالا مثال میں ترکہ کے کل 12 حصے ہوں گے — 3 حصے شوہر کو ملیں

گےاور بقیہ تمام ترکہ میں سے بیٹی اور بیٹے کو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے حصہ کے برابر) کے تحت بالترتیب 3 اور 6 حصے ملیں گے۔

8- پوتی

پوتی کی چھ حالتیں ہیں:

❶ **نصف حصہ ملتا ھے** جبکہ پوتی ایک ہو اور میت کا بیٹا و بیٹی بھی نہ ہو۔

مثال:

مسئلہ 4

میت

شوہر	پوتی	چچا
چوتھا حصہ $(\frac{1}{4})$	آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ
1	2	1

توضیح: ترکہ کے کل 4 حصے ہوں گے— 1 حصہ شوہر کو ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ میت کی پوتی موجود ہے— پوتی کو 2 حصے ملیں گے، کیونکہ وہ اکیلی ہے اور اس کے ساتھ میت کی بیٹی نہیں ہے نیز شوہر اور پوتی کو دینے کے بعد بقیہ 1 حصہ (1+2=3,4-3=1) چچا کو ملے گا۔

....

❷ **دو تہائی حصہ ملتا ھے** جبکہ پوتیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں اور ان کے ساتھ میت کا بیٹا و بیٹی بھی نہ ہو۔

مثال:

مسئلہ 24

میت

پوتی + پوتی	چچا	بیوی
دوتہائی حصہ ($\frac{2}{3}$)	بقیہ	آٹھواں حصہ ($\frac{1}{8}$)
8 ← 16 → 8	5	3

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 24 حصے ہوں گے — 3 حصے بیوی کو ملیں گے، کیونکہ اس کے ساتھ میت کی پوتی موجود ہے — 16 حصے دونوں پوتیوں کو (ہر ایک کو 8 حصے) ملیں گے، کیونکہ ان کے ساتھ نہ تو میت کا بیٹا ہے اور نہ ہی بیٹی — بقیہ 5 حصے (16+3= 19 ---24-19=5) چچا کو ملیں گے۔

....

❸ **چھٹا حصہ ملتا ہے** جبکہ پوتی ایک یا ایک سے زیادہ ہو اور اس کے ساتھ میت کی فقط ایک بیٹی ہو۔

مثال:

مسئلہ 24

میت

چچا	پوتی + پوتی	بیٹی	بیوی
بقیہ	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$)	آٹھواں حصہ ($\frac{1}{8}$)
5	2 ← 4 → 2	12	3

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 24 حصے ہوں گے — 3 حصے بیوی کو ملیں گے — 12 حصے بیٹی کو ملیں گے، کیونکہ یہ اکیلی ہے — دونوں پوتیوں کو 4 حصے (ہر ایک کو 2 حصے) ملیں گے، کیونکہ ان کے ساتھ میت کی ایک بیٹی موجود ہے — بقیہ 5 حصہ (3+12+4=19,24-19=5) چچا کو ملیں گے۔

....

❹ میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا جبکہ پوتیوں کے ساتھ میت کی دو بیٹیاں بھی ہوں بشرطیکہ میت کا پوتا.. یا.. پڑپوتا موجود نہ ہو۔

مثال:

مسئلہ 24

میت

بیوی	بیٹی + بیٹی	پوتی	چچا
آٹھواں حصہ ($\frac{1}{8}$)	دو تہائی حصہ ($\frac{2}{3}$)	محروم	بقیہ
3	8 ← 16 → 8	---	5

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 24 حصے ہوں گے — 3 حصے بیوی کو ملیں گے — دونوں بیٹیوں کو 16 حصے (ہر ایک کو 8 حصے) ملیں گے — پوتی کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ میت کی دو بیٹیاں موجود ہیں — بقیہ 5 حصے (3+16=19, 24-19=5) چچا کو ملیں گے۔

....

❺ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی بچے وہ سب ملتا ہے جبکہ پوتیوں کے ساتھ میت کی دو بیٹیوں کے علاوہ، پوتا یا پڑپوتا بھی ہو۔

مثال:

مسئلہ 3×6 تصحیح 18

میت

باپ	بیٹی	پوتی + پوتا
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$)	بقیہ
1	3	2
3	9	4 ← 6 → 2

توضیح: مندرجہ بالا مثال میں مسئلہ کے مخرج (6) کے بعد ''ت'' کا نشان اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس مثال میں ورثاء میں سے کسی کی تعداد اور ان کے حصوں کے مابین کسر واقع ہوگئی ہے، اسے ختم کر کے مسئلہ کی تصحیح کی گئی ہے جو کہ 18 سے ہوئی ہے — اب مخرج مسئلہ 6 کے بجائے 18 ہوگا۔ یعنی ترکہ کے کل 18 حصے ہوں گے — جن میں سے 3 حصے باپ کو ملیں گے، کیونکہ اس کے ساتھ میت کی اولاد میں سے لڑکی اور لڑکا موجود ہے — 9 حصے بیٹی کو ملیں گے کیونکہ وہ اکیلی ہے — بقیہ (6=12-,12 18=9+3) 6 حصوں میں سے پوتی کو 2 اور پوتے کو 4 حصے ملیں گے۔

اہم بات: درج بالا مثال میں پوتی، پوتے اور ان کے حصوں کے مابین کسر کو ختم کرنے کا طریقہ مندرجہ ذیل ہے:

چونکہ ایک پوتے کو دو پوتیوں کے برابر حصہ ملتا ہے اس لیے ایک پوتی اور ایک پوتے کے حصہ کے مجموعہ 3 (3=2+1) کو مخرج مسئلہ 6 میں ضرب دی گئی — حاصل ضرب 18 ہوا — جسے تصحیح کا نام دیا گیا — اس کے بعد جب اسی 3 کو ہر وارث کے حصہ سے (جو اسے مخرج مسئلہ ''6'' سے ملا تھا) ضرب دی گئی تو باپ کو 1 کے بجائے 3، بیٹی کو 3 کے بجائے 9 اور پوتی، پوتے کو بالترتیب 2 اور 4 حصے ملے۔

....

⓫ **میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا جبکہ میت کا بیٹا۔ موجود ہو۔**

مثال:

مسئلہ 6

میت

باپ	پوتی	پوتی	بیٹا
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	محروم	محروم	بقیہ
1	—	—	5

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے— باپ کو 1 حصہ ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ میت کا بیٹا موجود ہے— پوتیاں، میت کے بیٹے کی وجہ سے محروم ہو جائیں گی یعنی انہیں کچھ نہیں ملے گا— بقیہ 5 حصے بیٹے کو ملیں گے۔

9- حقیقی بہن

حقیقی بہن کی پانچ حالتیں ہیں:

❶ **نصف حصہ ملتا ہے** جبکہ وہ اکیلی ہو۔

مثال:

مسئلہ 2

میت

شوہر	حقیقی بہن	چچا
آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ
1	1	—

توضیح: مندرجہ بالا مثال میں میت کے ترکہ کے 2 حصے کیے جائیں گے— 1 حصہ شوہر کو ملے گا کیونکہ اس کے ساتھ میت کی اولاد نہیں ہے— 1 حصہ حقیقی بہن کو ملے گا، کیونکہ یہ اکیلی ہے— چچا کو کچھ نہیں ملے گا، اس لیے کہ میت کے ترکہ سے باقی کچھ نہیں بچا۔

....

❷ دو تہائی **حصہ ملتا ہے** جبکہ وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں۔

مثال:

مسئلہ 3
میت

چچا	حقیقی بہن + حقیقی بہن
بقیہ	دو تہائی حصہ $(\frac{2}{3})$
1	1 ← 2 → 1

توضیح: ترکہ کے کل 3 حصے ہوں گے — 2 حصے (ہر ایک کو 1 حصہ) دونوں بہنوں کو ملیں گے — بقیہ 1 حصہ چچا کو ملے گا۔

....

❸ **ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی بچے وہ سب ملتا ہے جبکہ** اس کے ساتھ میت کا کوئی بھائی بھی موجود ہو۔

نوٹ: ترکہ میں سے ایک بھائی کو، دو بہنوں کے حصہ کے برابر ملے گا۔

مثال:

مسئلہ 2×3 $\underline{6}$ تصح
میت

شوہر	بھائی + بہن
آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ
1	1
3	1 ← 3 → 2

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 3 حصے شوہر کو ملیں گے — بقیہ 3 حصے بہن، بھائی کے مابین لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے اصول کے تحت تقسیم ہوں گے۔

....

● **ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی بچے وہ سب ملتا ہے** جبکہ بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹی.. پوتی یا پڑپوتی بھی موجود ہو۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

پوتی	بیٹی	حقیقی بہن
چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$	آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ
1	3	2

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 1 حصہ پوتی کو ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ میت کی بیٹی موجود ہے — بیٹی کو 3 حصے ملیں گے، کیونکہ وہ اکیلی ہے — حقیقی بہن کو بیٹی کی وجہ سے بقیہ 2 حصے $(1+3=4,\ 6-4=2)$ ملیں گے۔

....

● **میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا** جبکہ اس کے ساتھ میت کا باپ.. دادا.. بیٹا.. پوتا.. یا.. پڑپوتا موجود ہو۔

مثال:

مسئلہ 4

میت

شوہر	بیٹا	حقیقی بہن
چوتھا حصہ $(\frac{1}{4})$	بقیہ	محروم
1	3	—

توضیح: ترکہ کے کل 4 حصے ہوں گے — 1 حصہ شوہر کو ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ میت کا بیٹا موجود ہے — بیٹے کو بقیہ 3 حصے ملیں گے — حقیقی بہن، بیٹے کی وجہ سے محروم رہے گی۔

10- باپ شریک بہن

باپ شریک بہن کی سات حالتیں ہیں:

❶ **نصف حصہ ملتا ہے** جبکہ باپ شریک بہن اکیلی ہو اور اس کے ساتھ حقیقی بہن نہ ہو۔

مثال:

مسئلہ 2

میت

باپ شریک بہن	چچا
آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$)	بقیہ
1	1

توضیح: ترکہ کے کل 2 حصے ہوں گے — ایک حصہ باپ شریک بہن کو ملے گا، کیونکہ وہ اکیلی ہے اور اس کی ساتھ حقیقی بہن بھی موجود نہیں ہے — بقیہ 1 حصہ چچا کو ملے گا۔

....

❷ **دو تہائی حصہ ملتا ہے** جبکہ باپ شریک بہن دو، یا دو سے زیادہ ہوں اور ان کے ساتھ حقیقی بہن نہ ہو۔

مثال:

مسئلہ 3

میت

باپ شریک بہن + باپ شریک بہن	چچا
دو تہائی حصہ ($\frac{2}{3}$)	بقیہ
1 ← 2 → 1	1

توضیح: ترکہ کے کل 3 حصے ہوں گے — 2 حصے دونوں باپ شریک بہنوں کو ملیں گے — بقیہ 1 حصہ چچا کو ملے گا۔

---

❻ **چھٹا حصہ ملتا ہے** جبکہ باپ شریک بہن ایک یا ایک سے زیادہ ہوں — اور ان کے ساتھ ایک حقیقی بہن بھی موجود ہو۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

حقیقی بہن	باپ شریک بہن	چچا
آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$	بقیہ
3	1	2

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 3 حصے حقیقی بہن کو ملیں گے کیونکہ وہ اکیلی ہے — 1 حصہ باپ شریک بہن کو ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ ایک حقیقی بہن موجود ہے — بقیہ 2 حصے $(3+1=4,\ 6-4=2)$ چچا کو ملیں گے۔

---

❼ **میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا** جبکہ باپ شریک بہن ایک یا ایک سے زیادہ ہوں — اور ان کے ساتھ دو حقیقی بہنیں ہوں یا ایک حقیقی بھائی ہو — بشرطیکہ باپ شریک بھائی نہ ہو۔

مثال:

مسئلہ 3

میت

حقیقی بہن + حقیقی بہن	باپ شریک بہن	چچا
دوتہائی حصہ $(\frac{2}{3})$	محروم	بقیہ
1 ← 2 → 1		1

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 3 حصے ہوں گے — 2 حصے دونوں حقیقی بہنوں (ہر ایک کو 1 حصہ) کو ملیں گے — باپ شریک بہن کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں موجود ہیں — بقیہ 1 حصہ چچا کو ملے گا۔

---

⑨ **ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی بچے وہ سب ملتا ہے** جبکہ باپ شریک بہنوں کے ساتھ باپ شریک بھائی بھی ہو — میت کی حقیقی بہنیں خواہ موجود ہوں یا نہ ہوں۔

نوٹ: ترکہ سے ایک باپ شریک بھائی کو دو باپ شریک بہنوں کے حصہ کے برابر ملے گا۔

مثال:

مسئلہ 3×3 تصحیح 9

میت

حقیقی بہن +	حقیقی بہن	باپ شریک بہن + باپ شریک بھائی
دو تہائی حصہ ($\frac{2}{3}$)		بقیہ
1 ← 2 → 1		1
3	3	2 ← 3 → 1

توضیح: ترکہ کے کل 9 حصے ہوں گے — حقیقی بہنوں کو 6 حصے (ہر ایک کو 3 حصے) ملیں گے — بقیہ 3 حصے (3+3=6,9−6=3) باپ شریک بہن اور باپ شریک بھائی کے درمیان لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے تحت تقسیم ہوں گے۔

---

⑩ **ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی بچے وہ سب ملتا ہے** جبکہ باپ شریک بہن کے ساتھ میت کی بیٹی۔ پوتی یا پڑپوتی بھی موجود ہو۔

مثال:

مسئلہ 2

میت

بیٹی	باپ شریک بہن
آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ
1	1

توضیح: ترکہ کے کل 2 حصے ہوں گے — 1 حصہ بیٹی کو ملے گا — بقیہ 1 حصہ باپ شریک بہن کو ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ میت کی بیٹی موجود ہے۔

....

❼ **میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا** جبکہ اس کے ساتھ میت کا باپ.. دادا.. بیٹا.. پوتا.. یا.. پڑپوتا موجود ہو۔

مثال:

مسئلہ 1

میت

باپ	حقیقی بہن	باپ شریک بہن	باپ شریک بھائی
کل ترکہ	محروم	محروم	محروم
1	—	—	—

توضیح: میت کا کل ترکہ باپ کو مل جائے گا — بقیہ تمام ورثاء اس کی وجہ سے محروم ہو جائیں گے۔

....

11- ماں

ماں کی تین حالتیں ہیں:

❶ چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ

(i) میت کی ماں کے ساتھ میت کا بیٹا.. بیٹی.. پوتا.. پوتی.. پڑپوتا.. یا.. پڑپوتی موجود ہو۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

ماں	بیٹا
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ
1	5

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 1 حصہ ماں کو ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ میت کا بیٹا موجود ہے — بقیہ 5 حصے بیٹے کو ملیں گے۔

....

(ii) میت کی ماں کے ساتھ میت کے دو بھائی بہن ہوں — خواہ وہ حقیقی، باپ شریک یا ماں شریک ہوں۔

مثال:

مسئلہ 3×6 تصح 18

میت

ماں	بھائی + بہن
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ
1	5
3	5 ← 15 → 10

توضیح: ترکہ کے کل 18 حصے ہوں گے — 3 حصے ماں کو ملیں گے، کیونکہ اس کے ساتھ میت کے دو بھائی بہن موجود ہیں — بقیہ 15 حصے (18-3=15) بہن اور بھائی کے درمیان لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے تحت تقسیم ہوں گے۔

....

● شوهر یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد، جو مال باقی بچے اس میں سے ایک تہائی حصہ ملتا ہے جبکہ

(i) شوہر فوت ہو جائے اور اس کے دیگر ورثاء کے علاوہ اس کی بیوی.. باپ ..چچا اور ماں موجود ہوں۔

مثال:

مسئلہ 12

میت

بیوی	ماں	باپ	چچا
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	ایک تہائی حصہ ($\frac{1}{3}$)	بقیہ	محروم
3	3	6	—

توضیح: ترکہ کے کل 12 حصے ہوں گے — 3 حصے بیوی کو ملیں گے — کل ترکہ (12) میں سے بیوی کو اس کا حصہ (3) دینے کے بعد بقیہ (12-3=9) میں سے 3 حصے ماں کو ملیں گے — بقیہ 6 حصے (3+3=6, 12-6=6) باپ کو ملیں گے۔ چچا کو باپ کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

....

(ii) بیوی فوت ہو جائے اور اس کے دیگر ورثاء کے علاوہ اس کا شوہر، باپ، چچا اور ماں بھی موجود ہوں۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

شوہر	ماں	باپ	چچا
آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	ایک تہائی حصہ $(\frac{1}{3})$	بقیہ	محروم
3	1	1	—

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 3 حصے شوہر کو ملیں گے — کل ترکہ (6) میں سے شوہر کو اس کا حصہ (3) دینے کے بعد بقیہ ترکہ (3) میں سے 1 حصہ (تہائی) ماں کو ملے گا — بقیہ 2 حصے (2=4−6 ,4=1+3) باپ کو ملیں گے — چچا کو باپ کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

....

❸ کل مال کا ایک تہائی حصہ ملتا ہے جبکہ

(i) میت کا بیٹا.. بیٹی.. پوتا.. پوتی.. پڑپوتا.. یا.. پڑپوتی موجود نہ ہو۔

مثال:

مسئلہ 3

میت

ماں	باپ
ایک تہائی حصہ $(\frac{1}{3})$	بقیہ
1	2

توضیح: ترکہ کے کل 3 حصے ہوں گے — 1 حصہ ماں کو ملے گا — بقیہ 2 حصے باپ کو ملیں گے۔

....

(ii) میت کے دو یا دو سے زیادہ کسی بھی قسم کے بہن بھائی موجود نہ ہوں۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

ماں	بہن	چچا
ایک تہائی حصہ $(\frac{1}{3})$	آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ
2	3	1

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 2 حصے ماں کو ملیں گے۔ 3 حصے بہن کو ملیں گے — بقیہ 1 حصہ (3+2=5, 6-5=1) چچا کو ملے گا۔

....

(iii) اگر شوہر فوت ہو جائے تو اس کے دیگر ورثاء کے ساتھ اس کی بیوی اور باپ/ چچا دونوں میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو۔

مثال:

مسئلہ 12

میت

ماں	بیوی	بھائی
ایک تہائی حصہ $(\frac{1}{3})$	چوتھا حصہ $(\frac{1}{4})$	بقیہ
4	3	5

توضیح: ترکہ کے کل 12 حصے ہوں گے — 4 حصے ماں کو ملیں گے — 3 حصے بیوی کو ملیں گے — بقیہ 5 حصے (4+3=7, 12-7=5) بھائی کو ملیں گے۔

....

(iv) اگر بیوی فوت ہو جائے تو اس کے دیگر ورثاء کے ساتھ اس کا شوہر اور باپ/ چچا میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

ماں	شوہر	بھائی
ایک تہائی حصہ $(\frac{1}{3})$	آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ
2	3	1

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 2 حصے ماں کو ملیں گے — 3 حصے شوہر کو ملیں گے — بقیہ 1 حصہ (2+3=5, 6-5=1) بھائی کو ملے گا۔

12- دادی / نانی

دادی/ نانی کی دو حالتیں ہیں:

1. **چھٹا حصہ ملتا ہے** خواہ دادی/ نانی، ایک ہو، یا زیادہ — خواہ باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی جانب سے — جبکہ ایک ہی درجہ کی ہوں تو چھٹے حصہ میں برابر شریک ہوں گی۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

دادی	چچا
چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$	بقیہ
1	5

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 1 حصہ دادی کو ملے گا — بقیہ 5 حصے چچا کو ملیں گے۔

....

مثال:

مسئلہ 2×6 تصحیح 12

میت

دادی + نانی	چچا
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ
1	5
1 ← 2 → 1	10

توضیح: ترکہ کے کل 12 حصے ہوں گے — 1، 1 حصہ دادی اور نانی کو ملے گا بقیہ 10 حصے چچا کو ملیں گے۔

....

❷ میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا جبکہ

(i) میت کی ماں موجود ہو۔

مثال:

مسئلہ 3

میت

ماں	چچا	دادی/نانی
ایک تہائی حصہ ($\frac{1}{3}$)	بقیہ	محروم
1	2	---

توضیح: ترکہ کے کل 3 حصے ہوں گے — 1 حصہ ماں کو ملے گا — بقیہ 2 حصے چچا کو ملیں گے — دادی/نانی محروم رہے گی کیونکہ اسکے ساتھ میت کی ماں موجود ہے۔

....

(ii) اس شخص کی موجودگی میں جس کے واسطے سے دادی کو میت سے نسبت ہو۔

مثال:

مسئلہ 6

میت

باپ	بیٹا	دادی
چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$	بقیہ	محروم
1	5	—

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے ہوں گے — 1 حصہ باپ کو ملے گا۔ بقیہ 5 حصے بیٹے کو ملیں گے — دادی، باپ کی وجہ سے محروم رہے گی کیونکہ دادی کو میت سے باپ کے واسطہ سے نسبت ہے۔

مثال:

مسئلہ 24

میت

بیوی	دادی	پڑدادی	بیٹا
آٹھواں حصہ $(\frac{1}{8})$	چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$	محروم	بقیہ
3	4	—	17

توضیح: ترکہ کے کل 24 حصے ہوں گے — 3 حصے بیوی کو ملیں گے — 4 حصے دادی کو ملیں گے — پڑدادی کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ اس سے قریب والی (دادی) موجود ہے — بقیہ 17 حصے $(3+4=7, 24-7=17)$ بیٹے کو ملیں گے۔

عصباتِ نسبی کا بیان

تعریف

لغت میں عصبات نسبی سے مراد وہ لوگ ہیں، جو باپ کی طرف سے میت کے رشتہ دار ہوں — علم الفرائض کی اصطلاح میں عصبات نسبی سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کے حصے شریعت مطہرہ میں مقرر نہ ہوں — البتہ اگر اصحاب فرائض کو ان کے مقررہ حصے دینے کے بعد کچھ مال باقی بچ جائے تو وہ انہیں ملتا ہے — اور اگر اصحاب فرائض نہ ہوں تو تمام مال انہی میں تقسیم ہوجاتا ہے۔

عصبات نسبی کی اقسام

عصبات نسبی کی تین قسمیں ہیں۔

❶ عصبہ بنفسہٖ ❷ عصبہ بغیرہٖ ❸ عصبہ مع غیرہٖ

عصبہ بنفسہٖ

عصبہ بنفسہٖ سے مراد وہ مرد ہے، جو میت سے کسی عورت کے واسطہ کے بغیر قرابت و رشتہ داری رکھتا ہو — جیسے چچا کا بیٹا (باپ کے بھائی کا بیٹا) عصبہ بنفسہٖ ہے، کیونکہ درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہیں ہے — جبکہ بھانجا (بہن کا بیٹا) عصبہ بنفسہٖ میں داخل نہیں ہے — کیونکہ بھانجے اور میت کے درمیان میں عورت (بہن) کا واسطہ ہے۔

عصبہ بنفسہٖ کی اقسام:

عصبہ بنفسہٖ کی بالترتیب چار اقسام ہیں:

❶ جُزْءُ الْمَيِّتِ: (میت کا جزء) یعنی اس کی اولاد نرینہ جیسے میت کا بیٹا۔ پوتا

اور پڑپوتا، (نیچے تک)۔

❷ اَصْلُ الْمَیِّتِ: (میت کی اصل) یعنی جن کی اولاد میں میت ہے۔۔۔ جیسے میت کا باپ..دادا اور پڑدادا، (اوپر تک)۔

❸ جُزْوُ اَبِ الْمَیِّتِ: (میت کے باپ کا جزء) یعنی میت کے باپ کی اولاد نرینہ ۔۔۔ جیسے میت کا بھائی..بھتیجا اور بھتیجے کا بیٹا، (نیچے تک)۔

❹ جُزْوُ جَدِّ الْمَیِّتِ: (میت کے دادا کا جزء) یعنی میت کے دادا کی اولاد نرینہ ۔۔۔ جیسے میت کا چچا..چچا کا بیٹا..چچا کا پوتا اور چچا کا پڑپوتا (نیچے تک)۔

قابل حفظ امور:

❁ جب تک درجۂ اول کے عصبات موجود ہوں گے ۔۔۔ درجۂ دوم، سوم اور چہارم کے عصبات کو میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

❁ جب ایک ہی درجہ کے کئی ورثاء موجود ہوں، تو ان میں مقدم وہی ہوگا جو دوسروں کی بنسبت میت کا زیادہ قریبی رشتہ دار ہوگا۔

❁ عصبات میں ترکہ کی تقسیم فی کس کے اعتبار سے ہوگی۔ (نہ کہ اصول کے اعتبار سے) ۔۔۔ جیسے: ایک شخص فوت ہوگیا، اس نے ایک بھائی کی اولاد میں ایک بیٹا اور دوسرے بھائی کی اولاد میں دس بیٹے چھوڑے ۔۔۔ تو ترکہ کے 11 حصے ہوں گے اور سب حقداروں میں ہر حصہ مساوی تقسیم کیا جائے گا۔ یہ نہ ہوگا کہ (نمائندگی کے اصول پر) 2 حصے کر کے ایک نصف ایک بھائی کے بیٹے کو اور دوسرا نصف دوسرے بھائی کے دس بیٹوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ﴿11﴾

اب مندرجہ بالا تمام قواعد کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

مثال نمبر ۱:

مسئلہ 12

میت

بیٹا	باپ	شوہر
بقیہ	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)
7	2	3

توضیح: ترکہ کے کل 12 حصے ہوں گے — 3 حصے شوہر کو ملیں گے۔ کیونکہ اس کے ساتھ میت کا بیٹا موجود ہے — باپ کو بیٹے کی وجہ سے 2 حصے ملیں گے — بقیہ 7 حصے بیٹے کو ملیں گے — اس مثال میں چونکہ بیٹے کا تعلق پہلے درجہ (جزو المیت) کے ورثاء سے ہے اور باپ کا تعلق دوسرے درجہ (اصل المیت) کے ورثاء سے ہے۔ اس لیے ذوی الفروض کو دینے کے بعد بقیہ تمام ترکہ بیٹے کو مل جائے گا۔

مثال نمبر ۲:

مسئلہ 4

میت

باپ شریک بھائی	حقیقی بھائی	بیوی
محروم	بقیہ	چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)
---	3	1

توضیح: ترکہ کے کل 4 حصے ہوں گے — 1 حصہ بیوی کو ملے گا — بقیہ 3 حصے حقیقی بھائی کو ملیں گے — باپ شریک بھائی کو حقیقی بھائی کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ بنسبت باپ شریک بھائی کے حقیقی بھائی میت کا زیادہ قریبی عصبہ رشتہ دار ہے۔

....

مثال نمبر ۳:

مسئلہ 8

میت

بیوی	بیٹی	حقیقی بہن	باپ شریک بھائی
آٹھواں حصہ ($\frac{1}{8}$)	آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$)	بقیہ	محروم
1	4	3	—

توضیح: ترکہ کے کل 8 حصے ہوں گے— 1 حصہ بیوی کو ملے گا— 4 حصے بیٹی کو ملیں گے— بقیہ 3 حصے حقیقی بہن کو ملیں گے— باپ شریک بھائی کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ میت کا اس سے زیادہ قریبی عصبہ رشتہ دار (حقیقی بہن) موجود ہے۔

۲۔ عصبہ بغیرہ

عصبہ بغیرہ سے مراد وہ عورتیں ہیں، جن کا مقررہ حصہ نصف یا دو تہائی ہے— یہ عورتیں اپنے بھائیوں کی موجودگی میں عصبہ بن جائیں گی اور بجائے فرض حصہ کے صرف بطور عصوبت کے، جو ملے گا وہ لیں گی۔

عصبہ بغیرہ مندرجہ ذیل چار عورتیں ہیں:

❶ بیٹی ❷ پوتی ❸ حقیقی بہن ❹ باپ شریک بہن

عصبہ بغیرہ کی مزید فہم کیلئے مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

مثال نمبر ۱:

مسئلہ 4

میت

شوہر	بیٹا + بیٹی
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	بقیہ
1	1 ← 3 → 2

توضیح: ترکہ کو کل 4 حصوں میں تقسیم (Divide) کیا جائے گا — 1 حصہ شوہر کو ملے گا — بقیہ 3 حصے بیٹے اور بیٹی کو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے تحت ملیں گے۔

....

مثال نمبر ۲:

مسئلہ $2 \times 3 = 6$ تصحیح

میت

شوہر	بھائی + بہن
آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ
1	1
3	1 ← 3 → 2

توضیح: ترکہ کے کل 6 حصے کیے جائیں گے — 3 حصے شوہر کو ملیں گے، بقیہ 3 حصے بھائی اور بہن میں لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے تحت تقسیم ہوں گے۔

۳۔ عصبہ مع غیرہ

عصبہ مع غیرہ سے مراد وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے — جیسے حقیقی بہن یا باپ شریک بہن، بیٹی یا پوتی کے ہوتے ہوئے عصبہ بن جاتی ہے۔

عصبہ مع غیرہ کی مزید وضاحت کیلئے دو مثالیں درج ذیل ہیں

مثال نمبر ۱:

مسئلہ 8

میت

بیوی	بیٹی	حقیقی بہن
آٹھواں حصہ $(\frac{1}{8})$	آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ

1	4	3

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 8 حصے ہوں گے — 1 حصہ بیوی کو ملے گا — 4 حصے بیٹی کو ملیں گے — بقیہ 3 حصے حقیقی بہن کو ملیں گے۔

مثال نمبر۲:

مسئلہ 8

میت

بیوی	بیٹی	باپ شریک بہن
آٹھواں حصہ $(\frac{1}{8})$	آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ
1	4	3

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 8 حصے ہوں گے — 1 حصہ بیوی کو ملے گا — 4 حصے بیٹی کو ملیں گے — بقیہ 3 حصے باپ شریک بہن کو ملیں گے۔

عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ میں فرق

عصبہ بغیرہ میں مرد، عورت کو عصبہ بناتا ہے اور ان دونوں کے مابین میت کا ترکہ لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے تحت تقسیم ہوتا ہے — جبکہ عصبہ مع غیرہ میں ایک عورت (بیٹی/پوتی) دوسری عورت (حقیقی بہن/باپ شریک بہن) کو عصبہ بناتی ہے اور اس میں عصبہ ہونے والی میت کا بقیہ تمام ترکہ لیتی ہے۔

ذوی الارحام کا بیان

تعریف

ذوی الارحام، ذی رحم کی جمع ہے — جس کا لغوی معنی ''رشتہ دار'' ہے — علم الفرائض کی اصطلاح میں ذوی الارحام سے مراد میت کے وہ رشتہ دار ہیں، جو ذوی

الفروض اور عصبات کے علاوہ ہوں — جیسے نواسا، نواسی، پھوپھی، بھتیجی، خالہ اور ماموں۔

فائدہ: ذوی الارحام کو میت کے مال سے تب کچھ ملتا ہے — جبکہ ذوی الفروض اور عصبات موجود نہ ہوں۔

ذوی الارحام کی اقسام

ذوی الارحام کی بالترتیب چار اقسام ہیں:

1. **میت کی وہ اولاد** جو ذوی الفروض اور عصبات میں داخل نہ ہو۔ جیسے نواسا، نواسی اور پوتی کی بیٹی وغیرہ
2. **میت کے وہ اصول** جو ذوی الفروض اور عصبات میں داخل نہ ہوں — جیسے نانا، نانا کی ماں اور دادی کا باپ وغیرہ
3. **میت کے ماں باپ کی وہ اولاد** جو ذوی الفروض اور عصبات میں داخل نہ ہو — جیسے بھانجی، بھانجا اور بھتیجی وغیرہ
4. **میت کے دادا، دادی اور نانا، نانی کی وہ اولاد** جو ذوی الفروض اور عصبات میں داخل نہ ہو — جیسے خالہ، ماموں اور پھوپھی وغیرہ۔

ذوی الارحام کی توریث کے قواعد

مندرجہ بالا چاروں اقسام کی توریث کی تفصیلات کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل قواعد ذہن نشیں فرمائیں:

قاعدہ نمبر ۱

میت کے مال سے سب سے پہلے ذوی الفروض کو ان کا حصہ دیا جاتا ہے،

پھر عصبات کو — اگر عصبات نہ ہوں تو "مَنْ یُرَدُّ عَلَیْھِمْ" (زوجین کے علاوہ دیگر ذوی الفروض) کو دوبارہ دیا جاتا ہے، اگر مَنْ یُرَدُّ عَلَیْھِمْ بھی نہ ہوں تو پھر ذوی الارحام کو دیا جاتا ہے۔ لہٰذا عصبات کے ہوتے ہوئے یا زوجین کے علاوہ باقی دس ذوی الفروض (مَنْ یُرَدُّ عَلَیْھِمْ) کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے۔ البتہ فقط زوجین میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث ہو سکتے ہیں۔ اس قاعدہ کی مزید فہم کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

مثال نمبر ۱:

مسئلہ 12

میت

شوہر	باپ	بیٹا	نواسی
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ	محروم
3	2	7	—

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 12 حصے ہوں گے — 3 حصے شوہر کو ملیں گے — 2 حصے باپ کو ملیں گے — بقیہ 7 حصے بیٹے کو ملیں گے — نواسی (جو کہ ذوی الارحام میں سے ہے) کو بیٹے (جو کہ عصبہ ہے) کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

مثال نمبر ۲:

مسئلہ 3 بالرد 4

میت

4 ماں شریک بہنیں	بھتیجی
ایک تہائی حصہ ($\frac{1}{3}$)	محروم
1	—
4	—

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 4 حصے کر کے انہی 4 ماں شریک بہنوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ پھوپھی (جو کہ ذوی الارحام میں سے ہے) کو ماں شریک بہنوں (جو کہ مَنْ یُرَدُّ عَلَیْھِمْ میں سے ہیں) کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

مثال نمبر ۳:

مسئلہ 4

میت

بیوی	پھوپھی
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	بقیہ
1	3

توضیح: میت کے مال کے کل 4 حصے ہوں گے — 1 حصہ بیوی کو ملے گا اور بقیہ 3 حصے پھوپھی کو ملیں گے — کیونکہ مَنْ یُرَدُّ عَلَیْھِمْ اور عصبات دونوں موجود نہیں ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲

پہلی قسم کے ذوی الارحام کی موجودگی میں دوسری قسم کے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے۔ دوسری قسم کے ذوی الارحام کے ہوتے ہوئے تیسری قسم کے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے اور تیسری قسم کے ذوی الارحام کے ہوتے ہوئے چوتھی قسم کے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے۔

مثال نمبر ۱:

مسئلہ 2

میت

شوہر	نواسی	بھتیجی
آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$)	بقیہ	محروم
1	1	—

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 2 حصے ہوں گے — 1 حصہ شوہر کو ملے گا اور بقیہ 1 حصہ نواسی کو ملے گا — بھتیجی کو کچھ نہیں ملے گا — کیونکہ نواسی، ذوی الارحام کی پہلی قسم سے تعلق رکھتی ہے جبکہ بھتیجی تیسری قسم کے ذوی الارحام میں سے ہے۔

مثال نمبر ۲:

مسئلہ 4

میت

پھوپھی	بھانجی	بیوی
محروم	بقیہ	چوتھا حصہ $(\frac{1}{4})$
—	3	1

توضیح: میت کے ترکہ کل 4 حصے ہوں گے — 1 حصہ بیوی کو ملے گا — 3 حصے بھانجی کو ملیں گے — پھوپھی کو کچھ نہیں ملے گا — کیونکہ یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم میں سے ہے جبکہ بھانجی تیسری قسم میں سے ہے۔

قاعدہ نمبر ۳

اگر کسی قسم کے ایک سے زیادہ رشتہ دار موجود ہوں تو قریب کا رشتہ دار، وارث ہوگا جبکہ دور کا رشتہ دار محروم رہے گا۔

مثال ۱:

مسئلہ 4

میت

نواسی کی بیٹی	نواسی	بیوی
محروم	بقیہ	چوتھا حصہ $(\frac{1}{4})$
—	3	1

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 4 حصے ہوں گے — 1 حصہ بیوی کو ملے گا — تین حصے نواسی (جوکہ ذوی الارحام میں سے ہے) کو ملیں گے — کیونکہ مَنْ یُّرَدُّ عَلَیْھِمْ اور عصبات دونوں موجود نہیں ہیں — نواسی کی بیٹی کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ میت کی اس سے زیادہ قریبی رشتہ دار ''نواسی'' موجود ہے۔

قاعدہ نمبر ٤

اگر ذوی الارحام کی کسی قسم کے تمام رشتہ دار، درجۂ قرابت میں مساوی ہوں، تو ذوی الفروض کی اولاد کو ذوی الارحام کی اولاد پر ترجیح دی جائے گی۔

مثال:

مسئلہ 2

میت

شوہر	پوتی کا بیٹا	نواسی کا بیٹا
آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$)	بقیہ	محروم
1	2 ،	—

توضیح: میت کے ترکہ کے کل 2 حصے ہوں گے — 1 حصہ شوہر کو ملے گا اور 1 حصہ ''پوتی کے بیٹے'' (جوکہ ذوی الارحام میں سے ہے) کو ملے گا — نواسی کے بیٹے کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ پوتی کا بیٹا، ذی فرض (پوتی) کی اولاد ہے جبکہ نواسی کا بیٹا ذی رحم (نواسی) کی اولاد ہے، اس لیے ذی رحم کی اولاد کو ذی فرض کی اولاد کے ہوتے ہوئے کچھ نہیں ملے گا۔

حصوں کے مخارج معلوم کرنے کے طریقے

مخرج کی تعریف

لغت میں مخرج ''نکلنے کی جگہ'' کو کہا جاتا ہے ــــ علم الفرائض کی اصطلاح میں مخرج سے مراد وہ چھوٹے سے چھوٹا عدد ہے، جس کے ذریعہ میت کے تمام ورثاء میں ان کے حصے بغیر کسی کسر کے تقسیم کیے جا سکیں۔

فرض حصوں کی اقسام

فرض حصوں کی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: ❶ نصف (آدھا) ❷ ربع (چوتھائی) ❸ ثمن (آٹھواں)

دوسری قسم: ❶ ثلثان (دو تہائی) ❷ ثلث (ایک تہائی) ❸ سدس (چھٹا)

❁ اگر کسی مسئلہ میں ایک ہی فرض حصہ ہو تو اس مسئلہ کا مخرج اس حصہ کا مخرج ہی ہوگا۔ لہٰذا نصف کا مخرج 2 ــــ ربع کا مخرج 4 ــــ ثمن کا مخرج 8 ــــ ثلثان اور ثلث کا مخرج 3 ــــ اور سدس کا مخرج 6 ہوگا۔

مثال:

مسئلہ 2

میت

شوہر	بہن
آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$)	آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$)
1	1

توضیح: مذکورہ صورت میں ''مخرج مسئلہ'' 2 ہوگا، کیونکہ ($\frac{1}{2}$) کا مخرج عدد ''2'' ہے۔

❁ اگر کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ حصے جمع ہو جائیں اور تمام حصے پہلی یا دوسری قسم سے متعلقہ ہوں تو سب سے چھوٹے حصے کا مخرج ہی، تمام حصوں کا مخرج ہوگا ــــ مثلاً

اگر ایک مسئلہ میں، نصف $(\frac{1}{2})$ اور ثمن $(\frac{1}{8})$ اکٹھے ہو جائیں تو مخرج مسئلہ ''8'' ہوگا کیونکہ ثمن $(\frac{1}{8})$، نصف $(\frac{1}{2})$ سے چھوٹا ہے۔

مثال:

مسئلہ 8

میت

بیوی	بیٹی	حقیقی بہن
آٹھواں حصہ $(\frac{1}{8})$	آدھا حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ
1	4	3

توضیح: مذکورہ صورت میں ''مخرج مسئلہ'' 8 ہوگا، کیونکہ $(\frac{1}{8})$ کا مخرج عدد ''8'' ہے۔

- اگر پہلی قسم کا نصف (آدھا) دوسری قسم کے تمام حصوں یا بعض حصوں کے ساتھ آجائے، تو مخرج مسئلہ 6 ہوگا۔
- اگر پہلی قسم کا ربع، دوسری قسم کے تمام حصوں یا بعض حصوں کے ساتھ آجائے، تو مخرج مسئلہ 12 ہوگا۔
- اگر پہلی قسم کا ثمن، دوسری قسم کے تمام حصوں یا بعض حصوں کے ساتھ آجائے، تو مخرج مسئلہ 24 ہوگا۔

اعداد کے درمیان نسبتوں کا بیان

۱۔ تماثل

اگر دو عدد آپس میں برابر ہوں، تو ان کے درمیان کی نسبت کو ''تماثل'' کہتے ہیں۔ جیسے 8:8 اور 7:7۔

۲۔ تداخل

اگر دو مختلف اعداد میں سے چھوٹا عدد بڑے عدد کو پورا پورا تقسیم کر دے، تو ان

کے درمیان کی نسبت کو ''تداخل'' کہتے ہیں۔ جیسے 16:4 (8,4 کو پورا پورا تقسیم کر دیتا ہے)۔

۳۔ توافق

اگر دو مختلف اعداد میں سے چھوٹا عدد، بڑے عدد کو پورا پورا تقسیم نہ کرے بلکہ ایک تیسرا عدد دونوں کو پورا پورا تقسیم کرے، تو ایسے دو اعداد کے درمیان کی نسبت کو ''توافق'' کہتے ہیں۔ جیسے 8:6۔ (8,6 کو پورا پورا تقسیم نہیں کرتا بلکہ تیسرا عدد (2)، 6 اور 8 کو پورا پورا تقسیم کرتا ہے)۔

۴۔ تباین

اگر دو مختلف عدد اس قسم کے ہوں کہ نہ تو ان میں سے چھوٹا عدد، بڑے عدد کو پورا پورا تقسیم کرے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد دونوں کو برابر تقسیم کرے تو ان کے درمیان کی نسبت کو ''تباین'' کہتے ہیں۔ جیسے 15:14۔ (ان میں سے نہ تو چودہ پندرہ کو پورا پورا تقسیم کرتا ہے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو برابر تقسیم کرتا ہے)۔

وارثوں میں ترکہ کی تقسیم کا طریقہ

میت کے ترکہ سے اس کی تجہیز و تکفین، ادائیگی قرض اور انفاذ وصیت کے بعد جو کچھ باقی بچے اسے میت کے ورثاء میں درج ذیل طریقہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا:

- سب سے پہلے میت کی بقیہ تمام متروکہ جائیداد کی موجودہ دور کے مطابق قیمت لگائی جائے گی — اور اسے مسئلہ کے مقابل لکھا جائے گا۔
- نقشہ بنا کر وارثوں کو شریعت مطہرہ کے مطابق ان کے حصے دیئے جائیں گے۔

❁ جس وارث کا بھی ترکہ سے حصہ معلوم کرنا مقصود ہو، اس کے حصہ (جو مخرج مسئلہ سے ملا ہے) کو کل ترکہ میں ضرب دیں، پھر حاصل ضرب کو مخرج مسئلہ سے تقسیم کر دیں۔

مزید فہم کے لیے دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے :

مثال نمبر ۱

حاجی رحمت خاں کچھ ترکہ چھوڑ کر فوت ہوا۔ میت کی تجہیز و تکفین، قرض کی ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد -/30,000 روپے باقی بچے۔ اس کے ورثاء میں ایک بیوہ، ایک بیٹا اور باپ ہے۔ ترکہ میں ورثاء کا حصہ معلوم کریں۔

مسئلہ 24 ترکہ: -/30,000

میت

بیوی	باپ	بیٹا
آٹھواں حصہ $(\frac{1}{8})$	چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$	بقیہ
3	4	17
$\frac{30,000\text{x}3}{24}$	$\frac{30,000\text{x}4}{24}$	$\frac{30,000\text{x}17}{24}$
3,750	5,000	21,250

توضیح: حاجی رحمت خاں کا کل ترکہ -/30,000 روپے ہے۔ جب -/30,000 روپے کو بیوی کے حصہ (3) سے ضرب کیا تو حاصل ضرب -/90,000 روپے ہوا، جسے مخرج مسئلہ (24) پر تقسیم کیا تو -/3750 روپے حاصل تقسیم آیا (جو کہ بیوی کا حصہ ہے)۔

-/30,000 روپے کو جب باپ کے حصہ (4) سے ضرب کیا تو حاصل ضرب -/1,20,000 ہوا، جسے مخرج مسئلہ 24 پر تقسیم کرنے سے -/5000 روپے حاصل تقسیم آیا (جو کہ باپ کا حصہ ہے)۔ جب -/30,000 کو بیٹے کے حصہ (17) سے ضرب

کیا تو حاصل ضرب -/5,10,000 ہوا، جسے مخرج مسئلہ (24) پر تقسیم کرنے سے -/21,250 روپے حاصل تقسیم آیا (جو کہ بیٹے کا حصہ ہے)۔

مثال نمبر۲

محمد انور فوت ہو گیا، ترکہ میں -/42,00,000 روپے کی دو کوٹھیاں، -/8,00,000 روپے کی کرولا کار، -/8,50,000 روپے کا پلاٹ اور -/4,80,000 روپے مالیت کی دیگر اشیاء چھوڑیں۔ اس کے ورثاء میں ماں، باپ اور دو بیٹیاں ہیں۔ **یاد رہے کہ** اس نے مسلم کمرشل بینک کے -/15,80,500 روپے اور دوست احباب کے -/7,50,000 روپے بطور قرض دینے ہیں۔ جبکہ ایک رشتہ دار سے -/5,25,000 روپے لینے ہیں۔ انور نے فوت ہوتے وقت سعیدی ویلفیئر فاؤنڈیشن کے لیے -/۱۹,50,000 روپے دینے کی وصیت کی تھی۔ اس کے کفن دفن کے تمام اخراجات اس کے ایک دوست نے اپنی طرف سے کیے — محمد انور کا ترکہ اس کے ورثاء میں تقسیم کریں:

حل:

ہم پہلے ورثاء میں قابل تقسیم ترکہ معلوم کرتے ہیں:

دو کوٹھیوں کی قیمت	=	42,00,000/-	
+کار کی قیمت	=	8,00,000/-	+ 42,00,000/- = 50,00,000/-
+پلاٹ کی قیمت	=	8,50,000/-	+ 50,00,000/- = 58,50,000/-
+دیگر اشیاء کی قیمت	=	4,80,000/-	+ 58,50,000/- = 63,30,000/-
+رشتہ دار سے قرض	=	5,25,000/-	+ 63,30,000/- = 68,55,000/-
کل ترکہ	=	68,55,000/-	

قرض مسلم کمرشل بینک	= 15,80,500/-		
+دوست احباب کا قرض	= 17,50,000/-	+ 15,80,500/-	= 33,30,500/-
+سعیدی ویلفیئر کو وصیت	= 11,50,000/-	+ 33,30,500/-	= 44,80,500/-
ٹوٹل قرض و وصیت	= 44,80,500/-		

کل ترکہ سے ٹوٹل قرض و وصیت منفی کرنے کے بعد بقیہ ترکہ =

23,74,500/-=44,80,500- 68,55,000

اب ورثاء میں میت کے ترکہ کی تقسیم درج ذیل ہے:

مسئلہ 6 ترکہ: 23,74,500/-

میت

ماں	باپ	بیٹی + بیٹی
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ + چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	دو تہائی حصہ ($\frac{2}{3}$)
1	1	2 ← 4 → 2
3,95,750	3,95,750	7,58,167 7,58,167

توضیح: انور کی متروکہ جائیداد سے قرض وغیرہ منہا کرنے کے بعد -/22,74,500 روپے بچتے ہیں (جو کہ اس کے ورثاء میں تقسیم ہوں گے)— جنہیں اوپر ''مسئلہ'' کے مد مقابل لکھا گیا ہے— مخرج مسئلہ سے ماں کو 1، باپ کو 1 اور دونوں بیٹیوں کو 2،2 ملے— میت کے کل ترکہ (-/22,74,500) کو ماں کے حصہ (1) سے ضرب کیا تو حاصل ضرب -/22,74,500 آیا، جسے مخرج مسئلہ (6) پر تقسیم کرنے سے، حاصل تقسیم -/3,79,083 آیا (یہ ماں کا حصہ ہے)— اسی طرح باپ کے حصے میں بھی 3,79,083 روپے آئے— اور دو بیٹیوں میں سے ہر ایک کو -/7,58,167 روپے ملے۔

قرض خواہوں میں مال کی تقسیم کا طریقہ

اگر میت کا مال اس کے قرض سے زیادہ ہے، تب تو تمام قرض خواہوں کو ان کا پورا پورا حق دے دیا جائے گا اور اگر میت کا مال اس کے قرض سے کم ہو تو ایسے میں کسی ایک قرض خواہ کو اس کا پورا حق دے دینا اور بقیہ کو کم دینا انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ اس لیے ایسی حالت میں تمام قرض خواہوں کو ان کے قرضہ کی رقوم کی نسبت سے حصہ دیا جائے گا۔

یاد رہے کہ! تمام قرض خواہوں کے قرض کے مجموعہ کو مخرج مسئلہ تصور کیا جائے گا اور پھر وہی عمل کیا جائے گا جو کہ تقسیم ترکہ میں ہوتا ہے۔

مثال

احمد سعید فوت ہو گیا اور ترکہ میں 27 روپے چھوڑے جبکہ اس نے حامد کے 40 روپے اور خالد کے 20 روپے بطور قرض دینے تھے۔

مسئلہ 60 — ترکہ: -/27

میت

حامد	خالد
40 روپے قرض	20 روپے قرض
18 روپے	9 روپے

توضیح: اوپر کی مثال میں احمد سعید کا کل ترکہ 27 روپے تھا — جبکہ اس کے ذمہ قرض 60 روپے تھا — لہٰذا ہم نے 60 روپے قرض کو مخرج مسئلہ بنا دیا۔ خالد کے 20 روپے (جو اس نے بطور قرض دینے تھے) کو کل ترکہ (27) میں ضرب کیا تو حاصل ضرب 540 ہوا، جسے مخرج مسئلہ 60 پر تقسیم کرنے کے بعد حاصل تقسیم 9 آیا (یہی خالد کا حصہ

ہے)۔۔۔ حامد کے 40 روپے (جو اس نے بطور قرض دیئے تھے) کو کل ترکہ (27) سے ضرب کیا تو حاصل ضرب 1080 ہوا، جسے مخرج مسئلہ 60 پر تقسیم کرنے کے بعد حاصل تقسیم 18 آیا (یہی حامد کا حصہ ہے)۔

حجب کا بیان

تعریف

لغت میں حجب کا معنی ''روکنا'' ہے ۔۔۔ اور علم الفرائض کی اصطلاح میں حجب سے مراد یہ ہے کہ ایک وارث کا حصہ، کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کم ہو جائے ..یا.. بالکل ہی ختم ہو جائے۔

حجب کی اقسام

حجب کی دو قسمیں ہیں: ❶ حجب نقصان ❷ حجب حرمان

۱۔ حجب نقصان

حجب نقصان یہ ہے کہ کسی ایک وارث کی وجہ سے کسی دوسرے وارث کا حصہ کم ہو جائے ۔۔۔ یہ فقط 5 ذوی الفروض ہیں، جن کا حصہ دوسرے ورثاء کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔

❶ **شوہر** کا حصہ ۔۔۔ اولاد کی موجودگی میں نصف سے کم ہو کر ربع رہ جاتا ہے۔

❷ **ماں** کا حصہ ۔۔۔ اولاد یا دو بہن بھائیوں کی موجودگی میں تہائی سے کم ہو کر چھٹا رہ جاتا ہے۔

❸ **پوتی** کا حصہ ۔۔۔ ایک حقیقی بیٹی کی موجودگی میں نصف سے کم ہو کر چھٹا رہ جاتا ہے۔

❹ **باپ شریک بہن** کا حصہ ۔۔۔ ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں نصف سے کم ہو کر چھٹا رہ

جاتا ہے۔

● **بیوی کا حصہ**—اولاد کی موجودگی میں ربع سے کم ہو کر ثمن رہ جاتا ہے۔

مثال نمبر ۱:

مسئلہ 3×24 تصحیح 72

میت

شوہر	پوتی	بیٹا + بیٹی
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ
6	4	14
18	12	14 ← 42 → 28

توضیح: ترکہ کے 72 حصے ہوں گے— 18 حصے شوہر کو ملیں گے—12 حصے پوتی کو ملیں گے—بقیہ 42 حصوں میں سے بیٹی اور بیٹے کو بالترتیب 14 اور 28 حصے ملیں گے۔

مذکورہ مثال میں شوہر اور پوتی کا حصہ میت کی اولاد کی وجہ سے کم ہو گیا ہے۔

مثال نمبر ۲:

مسئلہ 3×6 تصحیح 18

میت

ماں	باپ شریک بہن	حقیقی بھائی + حقیقی بہن
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ
1	1	4
3	3	4 ← 12 → 8

توضیح: ترکہ کے 18 حصے ہوں گے—3 حصے ماں کو ملیں گے—3 حصے باپ شریک بہن کو ملیں گے—بقیہ 12 حصوں میں سے حقیقی بھائی اور حقیقی بہن کو

بالترتیب 8 اور 4 حصے ملیں گے۔

مذکورہ مثال میں ماں اور باپ شریک بہن کا حصہ دو بہن بھائیوں کی وجہ سے کم ہوگیا ہے۔

۲۔ حجب حرمان

حجب حرمان یہ ہے کہ کسی وارث کی موجودگی کی وجہ سے کسی دوسرے وارث کا حصہ بالکل ہی ختم ہو جائے۔ (ہر وہ شخص جس کو میت سے کسی شخص کے ذریعہ سے تعلق ہو وہ اس درمیانی شخص کی موجودگی میں وراثت سے محروم رہے گا۔ البتہ ماں شریک بہن اور بھائی اس قانون کے اطلاق سے مستثنیٰ ہیں)۔ جیسے ❶ باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم ہو جاتا ہے۔ ❷ بیٹا کے ہوتے ہوئے پوتا محروم ہو جاتا ہے۔

یاد رکھیے! چھ ورثاء ایسے ہیں، جن میں کبھی حجب حرمان نہیں ہوتا۔

❶ باپ ❷ ماں ❸ بیٹا ❹ بیٹی ❺ شوہر ❻ بیوی

مثال نمبر ۱:

مسئلہ 4

میت

بیوی	باپ	دادا
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	بقیہ	محروم
1	3	—

توضیح: ترکہ کے 4 حصے ہوں گے — 1 حصہ بیوی کو ملے گا — بقیہ 3 حصے باپ کو ملیں گے — دادا، باپ کی وجہ سے محروم ہو جائے گا۔

مثال نمبر۲:

مسئلہ 4
میت

شوہر	بیٹا	پوتا
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	بقیہ	محروم
1	3	—

توضیح: ترکہ کے 4 حصہ ہوں گے — 1 حصہ شوہر کو ملے گا — بقیہ 3 حصے بیٹے کو ملیں گے — پوتا، بیٹے کی وجہ سے محروم ہو جائے گا۔

محروم:

اگر میت کے کسی رشتہ دار کو میراث نہ ملنے کا باعث، کوئی ایسا سبب ہو، جو اس کی ذات میں موجود ہو، تو اسے محروم کہتے ہیں۔ جیسے مرتد ہونا۔ یا۔ قاتل ہونا وغیرہ۔

محجوب:

اگر میت کے کسی رشتہ دار کو میراث نہ ملنے یا کم ملنے کا سبب کسی دوسرے شخص کی موجودگی ہو، تو اسے محجوب کہتے ہیں — جیسے دادا کو باپ کے ہوتے ہوئے کچھ نہیں ملتا اور میت کی اولاد کے ہوتے ہوئے شوہر و بیوی کو کم ملتا ہے وغیرہ۔

عول کا بیان

تعریف

لغت میں عول کا معنیٰ ''زیادہ ہونا'' ہے — علم الفرائض کی اصطلاح میں عول سے مراد یہ ہے کہ جب مخرج مسئلہ، ورثاء کے حصوں پر پورا پورا تقسیم نہ ہوتا ہو — یعنی ورثاء کے حصے زائد اور مخرج مسئلہ کم ہو، تو مخرج مسئلہ کے عدد میں اضافہ کر دیا جاتا ہے — اس طرح کی، تمام ورثاء پران کے حصوں کی نسبت سے تقسیم ہو جاتی ہے۔

مخارج کے عول:

کل مخارج مسئلہ 7 ہیں — جن میں سے درج ذیل 4 میں عول نہیں ہوتا:

❶ دو ❷ تین ❸ چار ❹ آٹھ

بقیہ 3 مخارج کے عول درج ذیل ہیں:

❶ 6 کا عول 10 تک ہوتا ہے (طاق اور جفت دونوں اعداد میں)۔

❷ 12 کا عول 17 تک ہوتا ہے (صرف طاق عدد میں)۔

❸ 24 کا عول صرف 27 ہوتا ہے۔

عول کا طریقہ

عول کا آسان طریقہ یہ ہے کہ تمام ورثاء کے حصوں کو جمع کر لیا جائے، پھر مخرج مسئلہ کو اس (ورثاء کے حصوں کے) مجموعہ کے برابر کر دیا جائے — مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل مثال کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے:

مثال:

مسئلہ 6 عل 8

میت

شوہر	۲ حقیقی بہن	ماں
آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$)	دو تہائی حصہ ($\frac{2}{3}$)	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)
3	4	1

توضیح: درج بالا مثال میں مخرج مسئلہ 6، ہے جبکہ ورثاء کے حصوں کی تعداد مخرج مسئلہ سے دو عدد زیادہ (8) ہے — لہٰذا ہم نے مخرج مسئلہ میں ورثاء کے حصوں کی تعداد کے مطابق اضافہ کر دیا، جسے ہم نے ''عل 8'' سے ظاہر کیا ہے۔ یاد رہے کہ علامت ''عل'' عول کو ظاہر کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔

ردکابیان

تعریف

ردکا لغوی معنیٰ ''لوٹانا'' ہے—علم الفرائض کی اصطلاح میں رد، یہ ہے کہ مخرج مسئلہ سے ذوی الفروض کوان کے مقررہ حصے دینے کے بعد کچھ بچ جائے اور کوئی عصبہ بھی موجود نہ ہو—تو باقی ماندہ کو دوبارہ ذوی الفروض میں ان کے حصوں کی نسبت سے تقسیم کردینا۔

قابل حفظ امور

- شوہر اور بیوی پر رد نہیں کیا جائے گا— کیونکہ ان کا آپس میں رشتہ عارضی ہے جو کہ طلاق کی وجہ سے یا موت کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔لیکن اگر کوئی اور وارث موجود نہ ہوتو پھر رد کیا جائے گا۔کیونکہ آج کل بیت المال کا نظام نہیں ہے۔ ﴿7﴾
- رد،عول کی ضد ہے۔کیونکہ عول میں ورثاء کے حصے مخرج مسئلہ سے زائد ہو جاتے ہیں اور مخرج مسئلہ میں اضافہ کرنا پڑتا ہے جبکہ رد میں ورثاء کے حصے مخرج مسئلہ سے کم ہو جاتے ہیں اور مخرج مسئلہ میں کمی کرنا پڑتی ہے۔

رد کی اقسام

رد کے مسائل مندرجہ ذیل چار اقسام پر مشتمل ہیں:

پہلی قسم: مَنْ یُرَدُّ عَلَیْھِمْ (جن پر رد ہوتا ہے) میں سے فقط ایک قسم کے وارث ہوں اور مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْھِمْ (زوجین) میں سے کوئی نہ ہو—اس صورت میں مَنْ یُرَدُّ عَلَیْھِمْ کے عددِ رؤس سے مسئلہ بنایا جائے گا۔

مثال:

مسئلہ بالرد 3

میت

بیٹی	بیٹی	بیٹی
1	1	1

توضیح: مندرجہ بالا مثال میں مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِمْ (زوجین) میں سے کوئی نہیں ہے، اور مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِمْ میں سے 3 بیٹیاں موجود ہیں — لہٰذا بیٹیوں کے عدد روس "3" سے مسئلہ بنا کر ہر بیٹی کو 1 حصہ ملے گا۔

دوسری قسم: مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِمْ میں سے، ایک سے زائد اقسام کے وارث ہوں اور مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِمْ میں سے کوئی نہ ہو — اس صورت میں مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِمْ کے سہام (حصوں) سے مسئلہ بنایا جائے گا۔

مثال:

مسئلہ بالرد 3

میت

2 ماں شریک بہنیں	دادی
ایک تہائی حصہ ($\frac{1}{3}$)	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)
2	1

توضیح: مندرجہ بالا مثال میں 2 ماں شریک بہنوں کے 2 ($\frac{1}{3}$) اور دادی کے ($\frac{1}{6}$) حصہ کو جمع کرنے سے کل 3 سہام (حصے) بنتے ہیں — اس لیے مسئلہ بھی 3 سے بنایا جائے گا۔

تیسری قسم: مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِمْ میں سے فقط ایک قسم کے وارث ہوں اور مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِمْ کی بھی ایک جنس موجود ہو — اس صورت میں پہلے مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ کا حصہ اس کے اقل (کم از کم) مخرج سے دیا جائے گا — بقیہ مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ کے روس پر تقسیم کردیا جائے گا — **اب** ...

(i) اگر باقی ماندہ مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ کے روس پر پورا پورا تقسیم ہو جائے، تب ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

مثال:

مسئلہ بالرد 4

میت

شوہر	3 بیٹیاں
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	بقیہ
1	3

توضیح: درج بالا مثال میں مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِمْ میں سے شوہر اور مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِمْ میں سے 3 بیٹیاں موجود ہیں — لہٰذا ہم نے پہلے شوہر کو اس کے اقل مخرج "4" سے 1 حصہ دیا — بقیہ "3 حصے" 3 بیٹیوں میں برابر تقسیم کر دیئے۔

(ii) اگر باقی ماندہ مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِمْ کے رؤس پر پورا پورا تقسیم نہ ہو — بلکہ وارثوں کے عدد رؤس اور عدد سہام میں نسبت توافق ہو تو عدد رؤس کے وفق کو مسئلہ بالرد میں ضرب دی جائے گی — اگر وارثوں کے عدد رؤس اور عدد سہام میں نسبت تباین ہو، تو عدد رؤس کے کل کو مسئلہ بالرد میں ضرب دی جائے گی اور حاصل ضرب مخرج مسئلہ ہوگا۔

مثال نمبر ا:

مسئلہ بالرد 4×2= تصحیح 8

میت

شوہر	6(2) بیٹیاں
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	بقیہ
1	3
2	6

مثال نمبر۲:

مسئلہ بالرد 4×5= 20 تصحیح

شوہر	5 بیٹیاں
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	بقیہ
1	3
5	15

توضیح: درج بالا مثالوں میں پہلے شوہر کو اقل مخرج "4" سے 1 حصہ دے دیا۔ بقیہ "3" حصے مثال نمبر ا، اور مثال نمبر ۲ میں بالترتیب 6 بیٹیوں اور 5 بیٹیوں کو دے دیئے گئے۔

پہلی مثال میں بیٹیوں اور ان کے سہام کے مابین نسبت توافق تھی، اس لیے بیٹیوں کے عدد رؤس "6" کے عدد وفق "2" کو مسئلہ بالرد "4" میں ضرب کیا گیا۔۔۔ اس طرح مخرج مسئلہ 8 ہو گیا۔

دوسری مثال میں بیٹیوں اور ان کے سہام کے مابین نسبت تباین تھی، اس لیے بیٹیوں کے عدد رؤس "5" کو مسئلہ بالرد "4" میں ضرب کیا گیا۔۔۔ اس طرح مخرج مسئلہ "20" ہو گیا۔

چوتھی قسم: مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِمْ میں سے ایک قسم کے وارث ہوں اور مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِمْ میں سے ایک سے زائد اقسام کے ورثاء ہوں۔۔۔ اس صورت میں پہلے مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ کو اس کے اقل مخرج سے حصہ دیا جائے گا بقیہ مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ پر تقسیم کیا جائے گا۔ اب...

(i) اگر بقیہ پورا تقسیم ہو جائے تب تو ضرب کی ضرورت نہیں۔

(ii) اگر بقیہ پورا پورا تقسیم نہ ہو، تو مَنْ یُرَدُّ عَلَیْہِ کے مخرج مسئلہ کو مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْہِ کے مخرج مسئلہ میں ضرب دی جائے گی — اور حاصل ضرب دونوں فریقوں کا مخرج مسئلہ ہوگا۔

مثال نمبر ا:

مسئلہ بالرد 4×12 = 48 تصحیح

میت

بیوی	4 دادیاں	6(3) ماں شریک بہنیں
چوتھا حصہ $(\frac{1}{4})$	چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$	ایک تہائی حصہ $(\frac{1}{3})$
1	1	2
12	12	24

توضیح: مذکورہ مثال میں مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْہِ اور مَنْ یُرَدُّ عَلَیْھِمْ کا علیحدہ علیحدہ مسئلہ بنایا جائے گا — مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْہِ کا مسئلہ بالرد 4 ہوگا — مَنْ یُرَدُّ عَلَیْہِ کا مسئلہ بالرد 3 ہوگا (کیونکہ دادیوں کے 1 حصہ اور ماں شریک بہنوں کے دو حصوں کا مجموعہ 3 ہے) — لہٰذا مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْہِ کے مسئلہ بالرد (4) میں سے 1 حصہ بیوی کو دینے کے بعد بقیہ 3 حصے دادیوں اور ماں شریک بہنوں کو دے دیئے۔ لہٰذا ضرب کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حصے پورے پورے تقسیم ہو گئے ہیں۔ لیکن چار دادیوں پر 1 حصہ اور چھ ماں شریک بہنوں پر 2 حصے پورے پورے تقسیم نہیں ہوتے۔ دادیوں کے سہام اور اعداد رؤس میں نسبت تباین ہے، لہٰذا اسے اپنے حال پر رکھا جبکہ ماں شریک بہنوں کے سہام اور اعداد رؤس میں نسبت توافق ہے، لہٰذا بہنوں کے عدد رؤس کا وفق نکالا گیا جو کہ 3 ہے — بہنوں کے عدد رؤس کے وفق "3" کو دادیوں کے عدد رؤس "4" سے

ضرب کیا تو حاصل ضرب 12 آیا۔ پھر حاصل ضرب (12) کو مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ کے مسئلہ بالرد (4) سے ضرب کیا، تو حاصل ضرب 48 آیا — پھر اسی 12 سے ہر فریق کے حصہ کو ضرب کیا تو بیوی کا حصہ 12، چار دادیوں کا حصہ بھی 12 اور چھ ماں شریک بہنوں کا حصہ 24 آیا۔

مثال نمبر ۲:

مسئلہ بالرد $8 \times 5 = 40 \times 216 =$ تصحیح 8640

میت

4 بیویاں	9 بیٹیاں	6 دادیاں
آٹھواں حصہ ($\frac{1}{8}$)	دو تہائی حصہ ($\frac{2}{3}$)	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)
1	4	1
5	28	7
1080	6048	1512

توضیح: سابقہ مثال کی طرح اس مثال میں بھی مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ اور مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ کا علیحدہ علیحدہ مسئلہ بنایا جائے گا — مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ کا مسئلہ بالرد 8 ہوگا — مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ کا مسئلہ بالرد 5 ہوگا — لہٰذا مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ کے مسئلہ بالرد (8) میں سے ایک حصہ بیوی کو دینے کے بعد بقیہ 7 حصے 5 پر پورے تقسیم نہیں ہوتے۔ اب مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ کے باقی ماندہ 7 اور مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ کے مسئلہ "5" میں تباین ہونے کی وجہ سے مسئلہ مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ "5" کو کل مسئلہ مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ میں ضرب دی تو حاصل "40" آیا — جو فریقین کا مخرج مسئلہ ہے — اس کے بعد مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ کے بقیہ (7) کو مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ کے سہام میں ضرب کیا تو نو بیٹیوں کو 28 حصے اور چھ دادیوں کو 7 حصے ملے، اسی طرح مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ کے مسئلہ بالرد (5) کو مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ کے سہام سے ضرب کیا تو چار بیویوں کو 5 حصے ملے۔

اب چار بیویوں میں 5 حصے، نو بیٹیوں میں 28 حصے اور چھ دادیوں میں 7 حصے پورے پورے تقسیم نہیں ہوتے۔ نیز بیویوں، بیٹیوں اور دادیوں سب کے عدد رؤس اور سہام میں نسبت تباین ہے، لہٰذا انہیں اپنے حال پر رکھا— بیویوں کے عدد رؤس "4" کو بیٹیوں کے عدد رؤس "9" سے ضرب کیا تو حاصل ضرب "36" آیا، پھر حاصل ضرب "36" کو دادیوں کے عدد رؤس "6" سے ضرب کیا تو حاصل ضرب "216" آیا۔ پھر حاصل ضرب (216) کو مَنْ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ اور مَنْ یُرَدُّ عَلَیْهِ کے مخرج مسئلہ (40) سے ضرب کیا تو حاصل ضرب 8640 آیا۔ پھر اسی 216 سے ہر فریق کے حصہ کو ضرب کیا تو چار بیویوں کو 1080 حصے، نو بیٹیوں کو 6048 حصے اور چھ دادیوں کو 1512 حصے ملے۔

تخارج/تصالح کا بیان

تعریف

لغت میں تخارج کا معنی ''نکلنا'' ہے— اہل فرائض کی اصطلاح میں ورثاء میں سے بعض کو میت کے ترکہ سے معین چیز دے کر نکالنے پر مصالحت کرنا تخارج کہلاتا ہے— یعنی اگر وارثوں یا قرض خواہوں میں سے کوئی ایک تقسیم ترکہ سے قبل، میت کے مال میں سے کسی معین چیز کو لے کر اپنے حق سے دستبردار ہو جائے— خواہ اس شخص کا حق اس معین چیز سے کم ہو یا زیادہ، اور اس پر تمام ورثاء یا قرض خواہ متفق ہو جائیں تو اسے علم الفرائض کی اصطلاح میں ''تخارج'' یا ''تصالح'' کہتے ہیں۔ اس صورت میں اس شخص کا حصہ تصحیح سے خارج کر کے باقی مال بقیہ ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

مثال: ایک شخص فوت ہو گیا— جس نے اپنے ورثاء میں شوہر، ماں اور چچا کو چھوڑا،

شوہر نے کہا میں اپنا حصہ مہر کے بدلہ میں چھوڑتا ہوں، اس پر باقی ورثاء راضی ہو گئے تو بقیہ مال دیگر ورثاء میں اس طرح تقسیم ہوگا۔

مسئلہ 3

میـــت

ماں	چچا
تہائی حصہ $(\frac{1}{3})$	بقیہ
1	2

توضیح: شوہر کے ہوتے ہوئے میت کے ترکہ کے کل 6 حصے ہونے تھے، جن میں سے 3 حصے شوہر کو، 2 حصے ماں کو اور 1 حصہ چچا کو ملنا تھا — لیکن شوہر کا حصہ مہر کے عوض ساقط ہو گیا اور باقی وارثوں کے حصے حسب سابق رہے۔

تصحیح کا بیان

تعریف

تصحیح کا لغوی معنیٰ "درست کرنا، ٹھیک کرنا" ہے — علم میراث کی اصطلاح میں تصحیح کہتے ہیں کہ ایسا عدد حاصل کرنا جس کی وجہ سے میت کا ترکہ اس کے تمام ورثاء میں بلا کسر تقسیم ہو جائے۔ یعنی وارثوں کی تعداد اور مخرج مسئلہ سے ملنے والے حصوں میں کسر واقع ہو جائے — تو اس کسر کے دور کرنے کو تصحیح کہتے ہیں۔

تصحیح کے قواعد

تصحیح کے کل چھ قواعد ہیں۔ جن میں سے دو قواعد ورثاء کے اعداد رؤس اور ان کے حصوں کے مابین ہیں جبکہ چار قواعد خود اعداد رؤس کے مابین ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱

اگر کسی فریق پر کسر واقع ہو اور اس کے حصوں کی تعداد و عدد روس میں نسبت توافق ہو۔ تو اس فریق کے عدد روس کا عددِ وفق نکال کر اسے اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔ پھر اسی عدد وفق کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب کریں گے۔

مثال:

مسئلہ 5×6 = تصـ 30

میـت

ماں	باپ	10(5) بیٹیاں
چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$	چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$ + بقیہ	دو تہائی حصہ $(\frac{2}{3})$
1	1	4
5	5	20

توضیح: مذکورہ مثال میں دس بیٹیوں پر 4 حصے برابر تقسیم نہیں ہوتے تھے نیز ان کے عددِ روس اور عددِ سہام میں چونکہ نسبت توافق تھی اس لیے اس کے عددِ روس کا وفق (5) نکالا اور اسے اصل مسئلہ سے ضرب کیا تو حاصل ضرب "30" آیا۔ پھر اسی عددِ وفق کو ہر وارث کے حصے سے ضرب کیا تو ماں کو 5 حصے، باپ کو 5 حصے اور دس بیٹیوں کو 20 حصے ملے۔

قاعدہ نمبر ۲

اگر کسی ایک فریق پر کسر واقع ہو اور اس کے حصوں کی تعداد و عدد روس میں نسبت تباین ہو تو اس فریق کے عددِ روس کو مخرج مسئلہ میں ضرب دیں گے۔

مثال:

مسئلہ 6×3= تصحیح 18

میت

شوہر	دادی	3 ماں شریکی بہنیں
نصف حصہ ($\frac{1}{2}$)	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	ایک تہائی حصہ ($\frac{1}{3}$)
3	1	2
9	3	6

توضیح: درج بالا مثال میں تین ماں شریکی بہنوں پر 2 حصے پورے پورے تقسیم نہیں ہوتے تھے اور اس کے عددِ رؤس اور عددِ سہام میں نسبت تباین تھی۔ اس لیے اس کے کل عددِ رؤس (3) کو مخرج مسئلہ (6) ضرب کیا تو حاصل ضرب "18" آیا۔ پھر اسی عددِ رؤس کو ہر وارث کے حصے سے ضرب کر دیا۔

قاعدہ نمبر ۳

اگر ایک سے زائد فریقوں پر کسر ہو اور ان کے اعدادِ رؤس آپس میں متماثل ہوں تو کسی ایک عددِ رؤس کو مخرج مسئلہ میں ضرب دیں گے۔

مثال:

مسئلہ 6×3= تصحیح 18

میت

3 بیٹیاں	3 دادیاں	3 چچا
دو تہائی حصہ ($\frac{2}{3}$)	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ
4	1	1
12	3	3

توضیح: اس مثال میں ایک سے زائد فریقوں پر کسر واقع ہو رہی ہے اور ان کے عددِ رؤس باہم متماثل ہیں۔ لہٰذا ان میں سے ایک فریق کے عددِ رؤس کو مخرج مسئلہ سے ضرب

کیا تو حاصلِ ضرب 18 آیا۔ پھر اسی عددِ رؤس کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب کر دیا۔

قاعدہ نمبر ٤

اگر ایک سے زائد فریقوں پر کسر واقع ہو اور ان کے اعداد رؤس کے مابین نسبت تداخل ہو تو سب سے بڑے عدد رؤس کو مخرج مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔

مثال:

مسئلہ 12×12= تصـ 144

میـــت

4 بیویاں	3 دادیاں	12 چچا
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ
3	2	7
36	24	84

توضیح: مذکورہ مثال میں تمام فریقوں پر کسر واقع ہو رہی ہے اور ان کے عدد رؤس کے مابین نسبت تداخل ہے۔ لہٰذا سب سے بڑے عدد رؤس (12) کو مخرج مسئلہ (12) میں ضرب کیا۔ پھر اسی عدد رؤس کو ہر فریق کے حصہ میں ضرب کر دیا۔

قاعدہ نمبر ٥

اگر ایک سے زائد فریقوں پر کسر واقع ہو اور ان کے اعداد رؤس کے مابین نسبت توافق ہو ـــ تو ایک فریق کے عدد رؤس کے وفق کو دوسرے فریق کے کل عدد رؤس میں ضرب کریں گے ـــ پھر حاصل ضرب عدد کی نسبت تیسرے فریق کے عدد رؤس سے دیکھیں گے۔ اگر ان میں بھی نسبت توافق ہو تو ایک عدد کے وفق کو دوسرے عدد کے کل میں ضرب کریں گے ـــ اگر ان میں نسبت تباین ہو تو ایک عدد کے کل کو دوسرے عدد کے کل سے ضرب کریں ـــ بالآخر جو عدد حاصل ہوگا اسے مخرج مسئلہ میں ضرب دی جائے گی۔

مثال:

مسئلہ 24×180= تصح 4320

میت

4 بیویاں	18(9) بیٹیاں	15 دادیاں	6 چچا
آٹھواں حصہ $(\frac{1}{8})$	دوتہائی حصہ $(\frac{2}{3})$	چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$	بقیہ
3	16	4	1
540	2880	720	180

توضیح: اس مثال میں ہر فریق پر کسر ہے۔ سب سے قبل ان کے اعداد رؤس و سہام کے مابین نسبت دیکھی جائے گی، بیٹیوں کے علاوہ بقیہ تمام فریقوں کے عدد رؤس وسہام میں تباین ہے، اس لیے ہم بیٹیوں کے عدد رؤس کا عدد وفق نکالیں گے۔ جو کہ "9" ہے — اب چونکہ تمام فریقوں کے اعداد رؤس کے مابین نسبت توافق ہے — اس لیے 6 اور 15 میں سے 6 کا عدد وفق (2) لے کر اسے "15" میں ضرب کیا تو حاصل ضرب "30" آیا — پھر 30 اور 9 میں سے 30 کا عدد وفق "10" لے کر اسے "9" سے ضرب کیا تو حاصل ضرب "90" آیا — پھر 90 اور 4 میں سے 90 کا عدد وفق "45" لے کر اسے "4" سے ضرب کیا، تو حاصل ضرب "180" آیا — پھر 180 کو مخرج مسئلہ سے ضرب کیا تو حاصل ضرب "4320" آیا، اس کے بعد 180 کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب کر دیا۔

قاعدہ نمبر ۶

اگر ایک سے زائد فریقوں پر کسر واقع ہو، اور ان کے اعداد رؤس کے مابین نسبت تباین ہو — تو ایک فریق کے کل عدد رؤس کو دوسرے فریق کے عدد رؤس کے کل میں ضرب کریں گے — پھر حاصل ضرب عدد کی نسبت تیسرے فریق کے عدد

رؤس سے دیکھیں گے، اور اس کے مطابق عمل کریں گے ــــ بالآخر جو عدد حاصل ہوگا اسے مخرج مسئلہ میں ضرب دی جائے گی۔

مثال:

مسئلہ 24×210= تصحـ 5040
میـت

2 بیویاں	(3)6 دادیاں	(5)10 بیٹیاں	7 چچا
آٹھواں حصہ $(\frac{1}{8})$	چھٹا حصہ $(\frac{1}{6})$	دو تہائی حصہ $(\frac{2}{3})$	بقیہ
3	4	16	1
630	840	3360	210

توضیح: سب سے قبل تمام فریقوں کے اعداد رؤس اور ان کے سہام کے مابین نسبت دیکھی جائے گی ــــ بیویوں اور چچوں کے اعداد رؤس وسہام کے مابین نسبت تباین ہے۔ (لہٰذا انہیں اپنی حالت پر رہنے دیں گے) ــــ جبکہ دادیوں اور بیٹیوں کی اعداد رؤس وسہام کے مابین نسبتِ توافق ہے۔ لہٰذا چھ دادیوں اور دس بیٹیوں کا بالترتیب "3" اور "5" عدد وفق نکالیں گے ــــ اب چونکہ تمام فریقوں کے اعداد رؤس کے مابین نسبت تباین ہے ــــ اس لیے 7 کو 5 سے ضرب کیا تو حاصل ضرب "35" آیا ــــ پھر حاصل ضرب 35 کو 3 سے ضرب کیا تو حاصل ضرب "105" آیا۔ پھر حاصل ضرب 105 کو 2 سے ضرب کیا تو حاصل ضرب "210" آیا۔ پھر 210 کو مخرج مسئلہ 24 سے ضرب کیا تو حاصل ضرب "5040" آیا ــــ اس کے بعد 210 کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب کر دیا۔ اس طرح مسئلہ کی تصحیح ہوگئی۔

یاد رکھیے! چار فریقوں سے زائد پر کسر واقع نہیں ہوسکتی۔

مناسخہ کا بیان

تعریف

مناسخہ کا لغوی معنیٰ ''تبدیل کرنا (Change)'' ہے۔ علم الفرائض کی اصطلاح میں مناسخہ سے مراد یہ ہے کہ میت کے ترکہ کی تقسیم سے پہلے ہی اس (میت) کا کوئی وارث فوت ہو جائے، تو اس (فوت ہونے والے وارث) کا حصہ اس کے اپنے وارثوں کی طرف شرعاً منتقل ہو جاتا ہے۔

مناسخہ کا طریقہ

مناسخہ کا قدیم طریقہ جو کافی عرصہ سے کتب فقہ میں چلا آ رہا ہے، وہ فہم اور حفظ دونوں کے لیے اچھا خاصا دشوار ہے — اس لیے ایک ایسا جدید طریقہ تحریر کیا جا رہا ہے، جو کہ فہم وحفظ دونوں کے لیے مفید ترین ہے — امید ہے کہ علمی حلقوں میں پسند کیا جائے گا۔

- سب سے پہلے میتِ اوّل کا ترکہ اس کے ورثاء (جو اس کی موت کے وقت زندہ ہوں) میں تقسیم کیا جائے۔
- پھر میتِ اوّل کے ورثاء میں سے جو وارث فوت ہو جائے، اس کا ترکہ اس (میتِ ثانی) کے ورثاء (جو اس کی موت کے وقت زندہ ہوں) میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے۔
- پھر اگر کوئی اور وارث فوت ہو جائے تو اس کا ترکہ اس (میتِ ثالث) کے ورثاء (جو اس کی موت کے وقت زندہ ہوں) میں تقسیم کیا جائے۔
- پھر اگر کوئی اور وارث فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ کی تقسیم کے لیے بھی مندرجہ

بالا طریقہ ہی اختیار کیا جائے۔

❁ تمام فوت شدہ، ورثاء کا ترکہ ان کے زندہ ورثاء میں تقسیم کرنے کے بعد ہر ایک وارث کا مجموعی حصہ معلوم کر لیا جائے۔

مثال: فاطمہ نامی عورت فوت ہوگئی اور مندرجہ ذیل ورثاء چھوڑے:

﴿۱﴾ خاوند (اکرم) ﴿۲﴾ بیٹا (اصغر) ﴿۳﴾ ماں (ریحانہ)

ابھی فاطمہ کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم نہ ہونے پایا تھا کہ اس کے خاوند کا انتقال ہوگیا، اور اس نے درج ذیل ورثاء چھوڑے:۔

﴿۱﴾ باپ (اکبر) ﴿۲﴾ ماں (فرزانہ) ﴿۳﴾ بیٹا (اصغر)

پھر ابھی فاطمہ کے خاوند کا ترکہ بھی اس کے وارثوں میں تقسیم نہ ہوا تھا کہ فاطمہ کا بیٹا (اصغر) درج ذیل ورثاء چھوڑ کر فوت ہوگیا۔

﴿۱﴾ دادی (فرزانہ) + نانی (ریحانہ) ﴿۲﴾ دادا (اکبر) ﴿۳﴾ بیوی (شگفتہ)

حل:

مسئلہ 12 میت نمبر ۱: فاطمہ

شوہر (اکرم)	بیٹا (اصغر)	ماں (ریحانہ)
چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)	بقیہ	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)
3	7	2

مسئلہ 6 میت نمبر ۲: اکرم

باپ (اکبر)	ماں (فرزانہ)	بیٹا (اصغر)

چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ
1	1	4

مسئلہ 12 — میت نمبر ۳: اصغر

دادی (فرزانہ) + نانی (ریحانہ)	دادا (اکبر)	بیوی (شگفتہ)
چھٹا حصہ ($\frac{1}{6}$)	بقیہ	چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$)
1+1	7	3

توضیح:

میتِ اوّل: سب سے پہلے فاطمہ کا ترکہ اس کی ورثاء میں تقسیم کیا— چنانچہ اس کے ترکہ کے کل 12 حصے ہوں گے—3 حصے خاوند، 2 حصے ماں اور بقیہ 7 حصے بیٹے کو ملیں گے۔

میتِ ثانی: اب فاطمہ کے خاوند کا کل ترکہ (فاطمہ کے ترکہ سے حصہ+ ذاتی جائیداد) اس کی موت کے وقت موجود ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا--- چنانچہ اس کے ترکہ کے 6 حصے کیے جائیں گے۔ جن میں سے 1 حصہ باپ، 1 حصہ ماں اور بقیہ 4 حصے بیٹے کو ملیں گے۔

میتِ ثالث: اب فاطمہ کے بیٹے کا ترکہ (ماں و باپ کے ترکہ سے حصہ+ ذاتی جائیداد) اس کی موت کے وقت موجود ورثاء میں تقسیم ہوگا— لہٰذا اس کے ترکہ کو 12 حصوں میں تقسیم کیا جائے گا— جن میں سے دادی + نانی کو 2 حصے، بیوی کو 3 حصے اور دادا کو بقیہ 7 حصے ملیں گے۔

تینوں میتوں کے زندہ ورثاء کے مجموعی حصے مندرجہ ذیل ہیں:

		اکبر	فرزانہ	شگفتہ	ریحانہ
میتِ اوّل کے ترکہ سے حصہ	=	—	—	—	2
میت ثانی کے ترکہ سے حصہ	=	1	1	—	—
میت ثالث کے ترکہ سے حصہ	=	7	1	3	1
مجموعی حصے	=	8	2	3	3

خنثیٰ کی وراثت کا بیان

تعریف

خنثیٰ اسے کہتے ہیں، جس میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں.. یا.. دونوں میں سے کوئی عضو نہ ہو۔

وراثت میں حصہ

خنثیٰ کی میراث کے متعلق حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مخنث کو میراث دیتے وقت اس بات کو مدنظر رکھا جائے گا کہ وہ پیشاب کیسے کرتا ہے؟ اگر وہ اس طرح پیشاب کرتا ہے، جس طرح عورت کرتی ہے تو وہ عورت متصور ہوگا اور اس کو عورت کا حصہ ملے گا، اور اگر وہ اس عضو سے پیشاب کرتا ہے، جس سے مرد کرتا ہے، تو اسے مرد کا حصہ ملے گا۔ ﴿12﴾

لیکن اگر وہ دونوں اعضاء سے بیک وقت پیشاب کرتا ہے تو اسے لڑکی ولڑکا میں سے وہی متصور کیا جائے گا، جس صورت میں اسے کم حصہ ملتا ہو یا بالکل ہی حصہ نہ ملتا ہو۔

<u>مثال نمبر ۱:</u>

مسئلہ 2

میت

شوہر	باپ	خنثیٰ (بھائی)
نصف حصہ $(\frac{1}{2})$	بقیہ	محروم
1	1	—

توضیح: مذکورہ مثال میں خنثیٰ کو میت کا بھائی متصور کیا گیا ہے— کیونکہ اس صورت میں اسے میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا— جبکہ اسے میت کی بہن متصور

کرنے کی صورت میں، میت کے ترکہ سے آدھا حصہ ($\frac{1}{2}$) ملتا۔

مثال نمبر۲:

مسئلہ 4
میت

بیٹا	بیٹی	خنثیٰ (بیٹی)
2	1	1

توضیح: مذکورہ مثال میں خنثیٰ کو میت کی بیٹی تصور کیا گیا ہے— کیونکہ اس صورت میں اسے میت کے ترکہ سے 1 حصہ مل رہا ہے— لیکن اگر اسے میت کا بیٹا فرض کیا جاتا تو پھر اسے 2 حصے ملتے— لہٰذا اسے کم حصہ دینے کے لیے میت کی بیٹی فرض کیا گیا ہے۔

حمل کی وراثت کا بیان

عورت کے پیٹ میں ایسا حمل ہے، جو میت کا وارث ہوسکتا ہوتو، بہتر یہ ہے کہ تقسیم وراثت میں بچہ کی پیدائش تک صبر کریں اور تقسیم وراثت کو وضع حمل تک ملتوی کردیں— کیونکہ بعض اوقات بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے جو وراثت کا بالکل مستحق نہیں ہوتا اور بعض دفعہ ایک حمل سے ایک سے زائد بچے پیدا ہوجاتے ہیں۔

نوٹ: اگر یہ معلوم نہ ہو کہ پیٹ میں بچہ ہے کہ نہیں— تو وراثت کو تقسیم کردیا جائے اور اگر بعد میں بچہ پیدا ہو جائے تو نئے سرے سے وراثت تقسیم کی جائے۔

گمشدہ شخص کی وراثت کا بیان

اگر کوئی شخص گم ہو جائے اور اس کی موت وحیات کا کچھ علم نہ ہو تو اسے اپنے

مال کے اعتبار سے زندہ تصور کیا جائے گا یعنی اس کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔ جبکہ دوسرے کے مال کے اعتبار سے مردہ شمار کیا جائے گا یعنی اسے کسی کے مال سے وراثت نہیں ملے گی ـــ ہاں جب اس کی عمر کے ستر سال گزر جائیں گے تو جج اس کی موت کا حکم دے گا اور اس کی مملوکہ تمام اشیاء ان لوگوں میں تقسیم کی جائیں گی جو اس کی موت کے حکم کے وقت زندہ ہوں گے۔

اگر مفقود کے کسی مورث کا انتقال ہو جائے، جس کے ورثاء میں مفقود کے علاوہ دیگر بھی ہوں ـــ تو دیگر ورثاء کی حالتیں اور ان کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

1. جن ورثاء کا حصہ مفقود کی موت وحیات سے تبدیل نہیں ہوتا انہیں ان کا پورا حصہ دے دیا جائے گا۔
2. جو ورثاء، مفقود کو زندہ ماننے سے محروم ہوتے ہوں اور مردہ فرض کرنے کی صورت میں وارث بنتے ہوں، تو ان کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔ تاوقتیکہ مفقود واپس آجائے یا قاضی اس کی موت کا حکم جاری کر دے۔
3. جن ورثاء کا حصہ مفقود کو زندہ ماننے سے کم ہوتا ہو اور اسے مردہ فرض کرنے کی صورت میں زیادہ ہوتا ہو، انہیں کم دے دیا جائے گا اور بقیہ حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔ تاوقتیکہ مفقود کا حال معلوم ہو جائے۔

مرتد کی وراثت کا بیان

اگر کوئی مسلمان اسلام سے روگردانی کر لے (نعوذ باللہ)، تو وہ کسی بھی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا ـــ اور جب وہ فوت ہوگا تو جو کچھ اس نے بحیثیت مسلمان کمایا، اس سے اس کے زمانۂ اسلام کے قرضے ادا کیے جائیں گے اور باقی مال مسلمان ورثاء میں

تقسیم کردیا جائے گا— اور جو کچھ اس نے بحیثیت مرتد کمایا اس سے اس کے زمانۂ ارتداد کے قرضے ادا کر کے بقیہ مال غرباء میں صدقہ کر دیا جائے گا— لیکن مرتدہ عورت کی تمام کمائی خواہ کسی زمانے کی ہو مسلمان ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔

قیدی کی وراثت کا بیان

وہ مسلمان جسے کافر یا مسلمان قید کر لیں، اس کا حکم عام مسلمان جیسا ہے۔ یعنی وہ (قیدی) اپنے رشتہ داروں کا وارث بنے گا اور اس (قیدی) کی وفات کے بعد اس کے ورثاء اس کے ترکہ سے حصہ پائیں گے (بشرطیکہ وہ اپنے دین پر قائم رہے ورنہ اس کا حکم مرتد والا ہوگا) جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک قیدی کی بیوی کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا: یہ (بیوی) اس قیدی کی وارث بنے گی اور وہ (قیدی) اس کا وارث بنے گا۔

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے قیدی کی وصیت کے متعلق ارشاد فرمایا تھا: ہم اس کی وصیت کو برقرار رکھیں گے جب تک وہ اپنے دین پر باقی رہے اور اپنے دین میں کوئی تبدیلی نہ کرے ﴿13﴾ اگر قیدی کی موت وحیات کا کچھ علم نہ ہو، تو پھر اس پر مفقود کے احکام لاگو ہوں گے۔

حادثات میں اکٹھے ہلاک ہونے والوں کی وراثت کا بیان

اگر چند رشتہ دار کسی حادثہ میں، آگ میں جل کر یا کسی عمارت کے نیچے دب کر اکٹھے ہلاک ہو جائیں اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں پہلے کون مرا، تو یہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے— بلکہ ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے زندہ وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا— جس طرح کہ حدیث مبارک ہے:

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہر قوم ایک دوسرے کی وارث بن جاتی ہے۔ ماسوائے ان لوگوں کے جو ملبے میں دب کر یا ڈوب کر ہلاک ہوں۔ وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں بنتے۔ ان کے وارث صرف زندہ لوگ بنتے ہیں۔'' ﴿14﴾

کلالہ کی وراثت کا بیان

تعریف

لغت میں کلالہ کا معنیٰ ''کمزور'' ہے۔ اصطلاحِ علم الفرائض میں وفات پانے والے ایسے مرد یا عورت کو کلالہ کہا جاتا ہے۔ جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور نہ ہی اس کے ماں باپ زندہ ہوں نیز اس کا خاوند/ بیوی نہ ہو یا فوت ہو چکا/ چکی ہو۔

کلالہ کی وراثت

کلالہ کی وراثت کا حکم شرعی درج ذیل ہے:

1. اگر کلالہ کی وارث فقط ایک حقیقی یا باپ شریک بہن ہو — تو اسے کلالہ کے ترکہ کا نصف ملے گا بقیہ نصف اگر عصبہ وارث ہوں تو انہیں مل جائے گا۔ ورنہ باقی نصف بھی اسی بہن کو ملے گا۔
2. اگر کلالہ کا وارث فقط ایک حقیقی یا باپ شریک بھائی ہو — تو وہ کلالہ کے تمام ترکہ کا وارث ہوگا۔
3. اگر کلالہ کے وارث دو یا دو سے زیادہ حقیقی یا باپ شریک بہنیں ہوں — تو انہیں کلالہ کے ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا — بقیہ ایک تہائی حصہ اگر عصبہ وارث ہوں تو انہیں ملے گا ورنہ باقی بھی انہی بہنوں کو مل جائے گا۔

4. اگر کلالہ کے وارث دو یا دو سے زیادہ حقیقی یا باپ شریک بہن بھائی ہوں — تو کلالہ کا تمام ترکہ ان ہی میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کے اصول کے تحت تقسیم ہوگا۔

5. اگر کلالہ کا وارث فقط ایک ماں شریک بھائی یا بہن ہو — تو اسے کلالہ کے ترکہ سے چھٹا حصہ ملے گا بقیہ عصبات نسبیہ میں تقسیم ہوگا۔

6. اگر کلالہ کے وارث دو یا دو سے زیادہ ماں شریک بھائی یا بہن ہوں — تو انہیں کلالہ کے ترکہ سے ایک تہائی حصہ ملے گا بقیہ ترکہ عصبات نسبیہ کو ملے گا۔

چند فرضی مسئلے

ذیل میں علمِ وراثت سے متعلق چند مختلف مثالیں تحریر کی جا رہی ہیں، انہیں اپنے استاذ صاحب کی راہنمائی میں مکمل طور پر حل کریں۔ اس سے آپ کو بھر پور فائدہ ہوگا۔ اِن شَاءَ اللہ

میت: بیٹا　باپ　ماں

میت: پوتا　چچا　باپ

میت: دادا　باپ　بیٹی

میت: حقیقی بھائی　بیوی　ماں شریک بھائی

میت: بھتیجا　بھتیجی　ماں　شوہر

میت: چچا　بھتیجا　پڑدادا　حقیقی بہن

میت: شوہر　بیٹا + بیٹی　چچا

میت: پوتی　حقیقی بہن　ماں

میت: بیٹی　باپ شریک بہن　شوہر　ماں شریک بہن

میت: بیٹی　بیٹی　بیٹی

میت: 2 ماں شریک بہنیں　ماں

میت: شوہر　ماں　بیٹی

میت: بیوی　3 پوتیاں

میت: بیوی　4 دادیاں　6 ماں شریک بہنیں

میت: شوہر　باپ　10 بیٹیاں

میت: بیوی　3 ماں شریک بہنیں　دادی

میت: 3 پوتیاں　3 دادیاں　3 بھتیجے

میت: 4 بیویاں　3 دادیاں　12 چچا

میت
2 بیویاں 6 دادیاں 10 بیٹیاں 7 چچا

میت
بیوی (قاتلہ) بیٹا بیٹی بھائی

میت
ماں باپ شوہر (قاتل) سسر دیور

میت
باپ (عیسائی) بیٹا حقیقی بہن باپ شریک بھائی

میت
ماں باپ شوہر بیٹی (بدھ مت) بیٹا

میت
ماں باپ بیوی بیٹا

میت
ماں بیٹی باپ

میت
ماں باپ

میت
ماں دادی بیوی

میت
بیوی حقیقی بہن ماں شریک بہن نانی

میت
شوہر 6 ماں شریک بہنیں ماں شریک بھائی

میت
شوہر ماں باپ

میت
ماں باپ 10 بیٹیاں

میت
شوہر 5 بہنیں

میت
شوہر بیٹی ماں حقیقی بھتیجی ماں شریک بہن

میت
بیوی ماں 2 حقیقی بہنیں 2 ماں شریک بہنیں

میت
شوہر ماں بیٹی

میت
شوہر ماں حقیقی بہن باپ شریک بہن ماں شریک بہن

میت
12 بیٹیاں 6 دادیاں 4 حقیقی بہنیں

میت
بیٹی دادی ماں شریک بہن

میت
4 بیویاں 9 بیٹیاں 6 حقیقی بہنیں

میت
شوہر ماں باپ پوتی بیٹی

میت
شوہر 2 بیٹیاں حقیقی بہن پوتی

میت
بیوی بیٹی بھتیجا چچا ماں

میت
باپ (قاتل) بہن بھائی شوہر

میت
بھائی ماں بیوی حمل (بیٹا/بیٹی) بیٹا

مشقی سوالات

(۱) علم الفرائض کی تعریف، موضوع، غرض اور اہمیت تحریر کریں۔

(۲) علم الفرائض کو نصف علم کہنے کی وجوہات اور اس کے مآخذ درج کریں۔

(۳) ترکہ کی تعریف، اس کی مختلف حالتیں اور ان کے احکام بیان کریں۔

(۴) وراثت کی تعریف، اسباب، شرائط اور ارکان رقم کریں۔

(۵) میت کے مال سے متعلقہ امور اور میراث سے محروم کرنے والے اسباب قلمبند کریں۔

(۶) ذوی الفروض کی تعریف لکھنے کے بعد واضح کریں کہ یہ کون کون سے افراد ہیں؟

(۷) درج ذیل ذوی الفروض کی وراثت کے اعتبار سے حالتیں، مثالوں سمیت لکھیں۔
باپ، شوہر، بیوی، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں، نانی۔

(۸) عصبہ کی تعریف نیز عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ میں فرق واضح کریں۔

(۹) ذوی الارحام کی تعریف، اقسام اور اس کے قواعد بیان کریں۔

(۱۰) حجب کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کرنے کے بعد حجب حرمان اور حجب نقصان میں فرق بتائیں۔ نیز ان ورثاء کے نام بتائیں جو کبھی محروم نہیں ہوتے۔

(۱۱) عول کیا ہے؟ اس کا طریقہ قلمبند کریں۔

(۱۲) رد کی تعریف کر کے اس کی اقسام تحریر کریں۔

(۱۳) تصحیح کی تعریف اور اس کے قواعد مثالوں سمیت لکھیں۔

(۱۴) مناسخہ کا طریقہ رقم طراز کریں۔

(۱۵) خنثیٰ اور حمل کی وراثت کے متعلق خلاصہ تحریر کریں۔

(۱۶) گم شدہ شخص، مرتد اور قیدی کی وراثت کے بارے میں اسلامی قانون لکھیں۔

(۱۷) حادثات میں اکٹھے ہلاک ہونے والوں اور کلالہ کا ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے گا؟

حوالہ جات

﴿1﴾ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۲۸۸۴، ج:۲، ص:۳۶۱، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور

﴿2﴾ سنن دارمی، رقم الحدیث: ۲۸۹۰، ج:۲، ص:۳۶۱

﴿3﴾ سنن ابن ماجہ، ص:۱۹۵

﴿4﴾ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۰۲۸

﴿5﴾ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، شرح مسلم، ج:۲، ص:۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

﴿6﴾ علامہ جلال الدین قادری، احکام القرآن، ج:۲، ص:۲۰۶، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔۔۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، مجموعۂ قوانین اسلام ملخصاً، ج:۵، ص:۱۵۸۱، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

﴿7﴾ بہار شریعت، ج:۳، ص:۲۵۱، مکتبہ رضویہ اردو بازار کراچی

﴿8﴾ شہزاد اقبال شام، مجلہ فقہ اسلامی کراچی، اپریل ۲۰۰۸، ص:۳۱

﴿9﴾ بہار شریعت، ج:۳، ص:۲۵۲

﴿10﴾ Syed Ameer Ali, Muhammaden Law, Vol.No.2, Page No. 48, Printed by Himaloyan Books New Delhi, India

﴿10﴾ مولوی فیروز الدین، اسلام میں حقوق و فرائض، ص:۳۶۲، مطبوعہ ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور۔

﴿11﴾ مجموعۂ قوانین اسلام: ج:۵، ص:۱۷۸۶۔۱۷۸۷

﴿12﴾ موسوعہ فقہ حضرت عمرؓ، ص:۷۱، مطبوعہ ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور

﴿13﴾ سنن دارمی، ج:۲، ص:۴۰۹، رقم الحدیث ۳۱۲۳، ۳۱۲۴

﴿14﴾ سنن دارمی، ج:۲، ص:۴۰۱، رقم الحدیث: ۳۰۷۸

ذوی الفروض ورثاء کے حصوں کا نقشہ

نمبر شمار	ورثاء	وراثت میں حصہ: جب ایک وارث ہو	وراثت میں حصہ: جب دو یا دو سے زیادہ وارث ہوں	وراثت سے حصہ ملنے کی حالت	ذوی الفروض سے بچا ہوا تمام مال ملے گا	مال وراثت سے کچھ نہیں ملے گا
1	باپ	$\frac{1}{6}$	—	جب میت کا صرف بیٹا.. پوتا یا پڑپوتا ہو۔	جب میت کی کوئی اولاد نہ ہو یا صرف بیٹی.. پوتی یا پڑپوتی ہو۔	—
		$\frac{1}{6}$ + بقیہ	—	جب میت کی صرف بیٹی، پوتی یا پڑپوتی ہو۔		—
		بقیہ	—	جب میت کی اولاد نہ ہو۔		—
2	دادا	ایضاً	—	جب میت کا باپ نہ ہو۔	ایضاً	جب میت کا باپ زندہ ہو
3	ماں	$\frac{1}{6}$	—	جب میت کے دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی ہوں، (خواہ حقیقی، باپ شریک یا ماں شریک ہوں) یا میت کا بیٹا.. بیٹی.. پوتا یا پوتی میں سے کوئی ایک ہو۔	—	—
		$\frac{1}{3}$	—	جب مندرجہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہ ہو۔	—	—
		شوہر یا بیوی کو دینے کے بعد بقیہ کا $\frac{1}{3}$ حصہ	—	جب ورثاء میں فقط باپ، ماں اور شوہر یا بیوی ہوں۔	—	—
4	دادی/ نانی	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	جب میت کا باپ یا ماں نہ ہو۔	—	جب میت کا باپ یا ماں زندہ ہو
		$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	جب میت کی ماں نہ ہو۔	—	جب میت کی ماں زندہ ہو

5	شوہر	$\frac{1}{4}$	—	جب میت کا بیٹا.. بیٹی.. پوتا یا پوتی میں کوئی ایک ہو	—	—
		$\frac{1}{2}$	—	جب مذکورہ ورثاء میں سے کوئی نہ ہو	—	—
6	بیوی	$\frac{1}{8}$	—	جب میت کے بیٹا.. بیٹی.. پوتی یا پوتا میں سے کوئی ایک ہو	—	—
		$\frac{1}{4}$	—	جب مذکورہ ورثاء میں سے کوئی نہ ہو	—	—
7	بیٹی	$\frac{1}{2}$	$\frac{2}{3}$	جب میت کا بیٹا نہ ہو	اگر میت کا بیٹا موجود ہو	—
8	پوتی	$\frac{1}{2}$	$\frac{2}{3}$	جب میت کی بیٹی نہ ہو	اگر پوتا یا پڑپوتا موجود ہو	جب میت کا بیٹا یا دو/دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں
		$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	جب میت کی صرف ایک بیٹی ہو	ایضاً	
9	حقیقی بہن	$\frac{1}{2}$	$\frac{2}{3}$	جب میت کا بیٹا.. پوتا.. باپ اور دادا میں سے کوئی نہ ہو	جب میت کی بیٹی.. پوتی یا حقیقی بھائی موجود ہو	جب میت کا بیٹا.. پوتا.. باپ یا دادا میں سے کوئی ایک موجود ہو
10	باپ شریک بہن	$\frac{1}{2}$	$\frac{2}{3}$	جب میت کا بیٹا.. پوتا.. باپ.. دادا اور حقیقی بہن میں سے کوئی نہ ہو	جب میت کی بیٹی.. پوتی یا باپ شریک بھائی میں سے کوئی موجود ہو	جب میت کا بیٹا.. پوتا.. باپ.. دادا.. دو حقیقی بہنیں یا ایک حقیقی بھائی میں سے کوئی ایک موجود ہو
		$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	جب میت کا بیٹا.. پوتا.. باپ اور دادا میں سے کوئی نہ ہو البتہ صرف ایک حقیقی بہن موجود ہو		
11 + 12	ماں شریک بہن/بھائی	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$	جب میت کی اولاد اور اس کے باپ.. دادا میں سے کوئی نہ ہو	—	جب میت کی اولاد اور اس کے باپ، دادا میں سے کوئی ایک موجود ہو۔

الباب الثالث

وصیت ومیراث کے جدید مسائل اور ان کا حل

عام طور پر میراث کی کتابوں میں صرف قواعد میراث بیان کر کے جان چھڑالی جاتی ہے حالانکہ لوگوں کے ذہنوں میں وراثت ووصیت کے حوالے سے اور بھی کئی کئی طرح کے مسائل موجود ہوتے ہیں۔ کتب فتاویٰ میں اس طرح کے بہت سے سوال و جواب متعدد مقامات پر پڑھنے کو ملتے ہیں۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ مختلف کتب فتاویٰ سے ایسے سوال و جواب یکجا کر کے قارئین کی تسلی کا سامان مہیا کریں۔ تاکہ انہیں بیسیوں کتب کی ورق گردانی کی زحمت نہ کرنا پڑے۔ امید ہے کہ قارئین اس باب کو نہایت دلچسپی سے پڑھیں گے۔

پنشن کی رقم میں میراث کا شرعی حکم

سوال نمبر1:

جناب مفتی صاحب! ایک آدمی کا انتقال ہوگیا ہے، جو کہ فوج میں ملازم تھا۔ اس نے اپنی پنشن، بیوی کے نام پر اس عنوان سے کی تھی ''میری وفات کے بعد میری پنشن میری بیوہ کو دی جائے'' اب اس کی وفات کے بعد اس کے دوسرے ورثاء پنشن میں وراثت کا دعویٰ کرتے ہیں، تو کیا مرحوم کی بیوہ کے علاوہ دیگر ورثاء کا بھی پنشن میں حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

جواب:

پنشن کا وظیفہ مال مملوکہ نہیں بلکہ حکومت کی طرف سے ایک عطیہ ہوتا ہے۔ بنا بریں وجہ یہ وظیفہ تقسیم میراث سے مستثنیٰ ہوگا، حکومت جس کو چاہے اور جتنا چاہے دے سکتی ہے، صورت مسئولہ میں چونکہ مرحوم کے کاغذات اس کی بیوہ کے نام ہیں اور حکومت بھی اس پر راضی ہے، اس لیے یہ پنشن صرف بیوہ کا حق ہے۔﴿1﴾

اسی طرح مفتی منیب الرحمٰن صاحب رقم طراز ہیں:

پنشن حکومت کی طرف سے تبرع ہے، ترکہ نہیں ہے، لہٰذا حکومت اپنے قواعد وضوابط اور قانون کے مطابق ورثاء میں سے جسے چاہے دے سکتی ہے۔﴿2﴾

ناجائز وصیت کی شرعی حیثیت

سوال نمبر2:

ہمارے شہر میں ایک مرشد تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں یہ وصیت کی کہ مجھے مرنے کے بعد، بغیر غسل کے اور کسی کو اطلاع دیئے بغیر دفن کر دیا جائے، پھر چالیس دن بعد قبر سے نکال کر غسل دیا جائے اور میرے اہل وعیال کو یہ اطلاع دی جائے، ان کی وصیت کے مطابق مریدوں نے اسی طرح کیا اور نمازِ جنازہ میں کثیر تعداد نے شرکت کی۔ کتاب وسنت کی روشنی میں کیا ایسی وصیت جائز ہے؟

جواب:

غیر شرعی وصیت کرنا اور اس پر عمل کرنا' دونوں ناجائز ہیں۔ اگر مرشد صاحب نے ایسی وصیت کی تو انہوں نے غلطی کی اور لوگوں نے اس کے مطابق عمل کیا، تو وہ بھی مجرم ہوئے۔ انہیں چاہیے کہ توبہ واستغفار کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔﴿3﴾

میت کا مالِ امانت بھی ترکہ میں شامل ہے

سوال نمبر3:

میری بہن کا اچانک انتقال ہوگیا، ان کی کچھ رقم میرے پاس امانت تھی، وہ کہا کرتی تھیں کہ بچوں کی شادی میں اس کو استعمال کروں گی، ان کے بچے چھوٹے ہیں، ان کا باپ بچوں کو ہمارے گھر آنے نہیں دیتا، جب بہن زندہ تھی تو تب بھی نہیں آنے دیتا تھا، اب اگر میں یہ رقم بہن کے بچوں کو دوں، تو وہ نہیں لیں گے یا باپ انہیں نہیں لینے دے گا، کوشش کے بعد بھی اگر وہ رقم نہ لیں، تو کیا میں بہن کے نام پر صدقہ کردوں؟

جواب:

بہن کی جو رقم آپ کے پاس امانت تھی، بہن کے انتقال کے بعد شرعاً وہ بہن کے ورثاء کی ہوگئی (اگرچہ انہیں اس رقم کی اطلاع نہ ہو) دوسرے مالِ متروکہ کی طرح یہ بھی شرعی حصوں کے لحاظ سے ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگی، آپ کو چاہیے کہ یہ امانت ان کے حوالہ کردیں، اس صراحت کے بعد کہ یہ بہن ہی کی رقم ہے، اگر وہ لینے سے انکار کردیں تو اسے بطور امانت اپنے پاس محفوظ رکھیں کہ شاید کچھ عرصہ بعد وہ مطالبہ کریں، قبول کرنے کی اگر کوئی صورت نہ ہو تو پھر صدقہ و خیرات کردیں۔ ﴿4﴾

بیوی کے انتقال کے بعد اس کے زیورات اور سامانِ جہیز کا شرعی حکم

سوال نمبر4:

میری ڈیڑھ سال پہلے شادی ہوئی اور اس کے بعد میری اہلیہ بیمار ہوئی جس کا علاج میں نے اپنے پیسوں سے کرایا اور میری بیوی کے گھر والوں نے اس سلسلے میں کوئی تعاون نہیں کیا بلکہ بیماری کے زمانے میں وہ چیزیں جو کہ جہیز میں

میری بیوی لائی تھی وہ انہوں نے لے جانا شروع کر دیں اور اب اس کے بعد وہ سارا جہیز مانگ رہے ہیں۔ از روئے شرع میری بیوی کے انتقال کے بعد ان زیورات اور دیگر سامان جو کہ جہیز میں آیا تھا، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:

شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی کو جو چیزیں جہیز میں (زیورات اور دیگر سامان) دیا جاتا ہے، وہ سب لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے کسی اور کا شرعاً اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ بلکہ شرعی حکم یہ ہے کہ اگر بیوی کو شوہر طلاق دے دے اور دونوں میں علیحدگی ہو جائے تو بیوی ہی اس تمام ساز و سامان کی حقدار ہے، جو اسے جہیز میں دیا گیا تھا۔ اسی طرح جب بیوی کا انتقال ہو جائے تو شوہر یا کوئی اور اس مال کا تنہا مالک یا حقدار نہیں بلکہ وہ سب کچھ جو عورت کی ذاتی ملکیت تھا، اس کے مرنے کے بعد وہ شرعی قانون کے مطابق ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں: ''وہ مال تمام و کمال خاص ملکِ عورت ہے۔ دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ ﴿5﴾

اسی طرح تنویر الابصار میں ہے: "جهز ابنته بجهاز وسلمها بذالك ليس له الاسترداد منها وبه يفتى۔'' (تنویر الابصار، ج:۴، ص:۲۲۸) باپ اپنی بیٹی کو جب جہیز دے چکے تو باپ کو اپنے لیے واپس لینے کا کوئی حق نہیں ہے' یعنی یہ سب کچھ بیٹی کی ملکیت ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں بیوی کے گھر والے بیماری کے زمانہ میں جہیز میں سے جو چیزیں گھر سے لے گئے تھے اور جو ابھی تک شوہر کے یہاں باقی ہیں، وہ سب چونکہ بیوی کی ذاتی ملکیت تھا، شرعی قانون کے مطابق وہ سب بیوی کے ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ ﴿6﴾

مرحوم یا مرحومہ کی کسی وصیت کی وجہ سے دفنانے میں تاخیر کرنا

سوال نمبر5:

زید کی والدہ کا انتقال ہو گیا، اس کی والدہ نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ گھر سے نکالنے سے قبل تمام لوگوں کو سیر ہو کر کھانا کھلانا ہے۔ اس کے بعد دفنانا ہے۔۔۔ یا پھر وصیت نہ کی لیکن رسم کو برقرار رکھتے ہوئے زید نے غرباء و مساکین کو کھانا کھلایا، اس کے بعد میت کو قبرستان لے جایا گیا اور دفنایا گیا۔ آیا ایسا عمل کرنے سے زید کی والدہ کو ثواب ملے گا یا گناہ؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

جواب:

صورتِ مسئولہ میں سائل نے زید کی والدہ کی جس وصیت کا تذکرہ کیا، یہ وصیت اور اس طرح کی وہ تمام وصیتیں جو شرعی حکم کے خلاف ہوں، باطل و مردود ہیں۔ مرنے کے بعد شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، تجہیز و تکفین عمل میں لائی جائے اور کسی رسم کی بنیاد پر تجہیز و تکفین میں تاخیر نہ کی جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اذا مات احدکم فلا تحبسوہ و اسرعوا بہ الی قبرہ"۔ (مشکوۃ شریف، ص:۱۴۹) یعنی جب تم میں سے کوئی شخص مر جائے تو اسے روکے مت رکھو اور قبر کی طرف لے جانے میں جلدی کرو۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ "غسل اور کفن دفن میں جلدی کرنی چاہیے کہ حدیث میں اس کی بہت تاکید آئی۔" ﴿7﴾

مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ تجہیز و تکفین میں کسی رسم یا وصیت کی

بنیاد پر تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر تجہیز و تکفین میں تاخیر کر کے لوگوں کو کھانا کھلایا جائے گا تو اس کا کوئی ثواب نہ ہوگا۔ ہاں تجہیز و تکفین کے بعد ایصالِ ثواب کے لیے اگر غرباء و مساکین کو کھانا کھلایا جائے تو باعث اجر و ثواب ہے۔ واضح رہے کہ فقراء و مساکین کو میت کے ترکہ میں سے کھانا نہیں کھلایا جائے گا بلکہ کوئی بھی وارث اپنی طرف سے ایصال ثواب کے لیے یہ عمل کر سکتا ہے۔ ﴿8﴾

فاتحہ کس کے مال سے دی جائے؟

سوال نمبر6:

میت کے ایصالِ ثواب کی غرض سے جو کھانا وغیرہ تیار کیا جاتا ہے، وہ کس کے مال سے دیا جانا چاہیے، آیا میت کے ترکہ سے دیا جائے یا ورثاء اپنے مال میں سے دیں؟

جواب:

اگر میت نے اپنی موت سے پہلے اپنے ایصالِ ثواب یا صدقۂ جاریہ کے لیے کوئی وصیت کی ہے تو یہ اس کی وصیت کے مطابق اس کے ترکے میں سے دیا جائے گا، لیکن اگر اس کی وصیت کی مقدار اس کے ایک تہائی ترکے سے زیادہ ہو تو اسے تہائی تک محدود رکھا جائے گا۔ اگر کوئی وارث یا چند ورثاء عاقل و بالغ ہیں اور میت کی ایک تہائی سے زائد وصیت کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو وہ اپنے مال میں سے یا میت کے ترکے میں سے انہیں جو حصہ ملے گا، اس میں سے ایسا کر سکتے ہیں۔ کسی نابالغ وارث کے حصے پر کسی کو کوئی تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر میت نے موت سے پہلے اپنے ایصالِ ثواب یا صدقہ جاریہ کے لیے کوئی وصیت نہیں کی، لیکن ورثاء مالی ایصال ثواب کرنا چاہتے ہیں تو عاقل و بالغ ورثاء،

پنے مال میں سے یا ترکے میں سے انہیں جو حصہ ملے گا وہ اس میں سے ایسا کرنا
ہیں تو کر سکتے ہیں، لیکن نابالغ وارث کے حصے میں کوئی تصرف نہیں کر سکتے۔
یت کے بغیر میت کے ترکے میں جو تصرفات لازمی طور پر کرنے ضروری ہیں
ر جس سے نابالغ وارثوں کا حصہ بھی مستثنیٰ نہیں ہے، وہ صرف دو طرح کے
مارف ہیں، ایک کفن دفن کے مصارف اور دوسرا اس کے ذمے اگر کسی کا کوئی
رض ہو تو اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے
دیک حقوق اللہ کے مالی واجبات (مثلاً زکوٰۃ کے بقایا جات، صدقۂ فطر کے
بات، فدیہ، صوم کے واجبات اور کفارات کے واجبات وغیرہ) لازماً وضع
یں ہوں گے بلکہ اگر اس نے وصیت کی ہے تو ایک تہائی ترکے کی حد تک وہ مؤثر
ی۔ اگر حقوق اللہ کے واجبات وصیت کی صورت میں ایک تہائی ترکے سے
یادہ بنتے ہیں تو عاقل و بالغ ورثاء، رضا کارانہ طور پر اپنے مال میں سے یا ترکے
ے حصہ میں سے ادا کر سکتے ہیں، لیکن نابالغ وارثوں کے حصے میں سے یہ تصرف
یں ہوگا، یہی مسئلہ بصورتِ وصیت یا عدم وصیت فرض حج بدل کا ہے۔ ﴿9﴾

فوت شدہ قرض خواہ کی رقم کو وارثوں کی مرضی کے بغیر ایصالِ ثواب میں لگانا

وال نمبر 7:

میں نے اپنی رشتہ دار خاتون سے دو لاکھ روپے قرض لیے لیکن قرض کی
ائیگی سے پہلے ہی مذکورہ خاتون کا انتقال ہو گیا۔ مذکورہ خاتون کے قریبی
رثوں میں صرف ایک لڑکا اور لڑکی ہیں، دونوں بالغ ہیں۔ میری خواہش ہے کہ
ں مذکورہ رقم میں سے ایک لاکھ روپے مرحومہ کے نام پر کسی خیراتی ادارے کو
ے دوں اور باقی ایک لاکھ روپے دونوں بہن بھائی میں تقسیم کر دوں۔ کیا ایسا

کرنا ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ مذکورہ رقم دونوں بھائی بہن میں کس تناسب سے تقسیم کروں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا کتنا حصہ ہوگا۔ یہ دونوں بہن بھائی مجھ سے رقم کا تقاضا کر رہے ہیں۔

نوٹ: یہ رقم میں نے مرحومہ خاتون سے تین مہینے کے لیے نفع ونقصان کی شراکت پر کاروبار کے لیے لی تھی۔

جواب:

آپ نے مرحومہ خاتون سے جو دو لاکھ روپے قرض لیے تھے، اب وہ ان کا ترکہ ہے، چونکہ یہ رقم آپ نے نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر لی تھی جسے اصطلاح شریعت میں مضاربت کہتے ہیں تو اب تک آپ نے جو نفع کمایا ہے اور اس منافع میں ان کا جو حصہ طے تھا، وہ بھی ان کی رقم میں جمع ہو کر ان کے مجموعی ترکے میں شامل ہوگا۔ آپ کی یہ خواہش کہ ''آپ مرحومہ کی رقم میں سے (ایصال ثواب کے لیے) ایک لاکھ روپے، کسی خیراتی ادارے کو دے دیں۔'' اس کا شرعاً آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے، یہ اردو محاورے کے مطابق ''حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ'' والی بات ہوگی۔ یہ سارا مال اب مرحومہ کا ترکہ ہے اور اس کے وارثوں کا حق ہے۔ دوسروں کے مال میں تصرف کرنے کا آپ کو قطعاً اختیار نہیں ہے۔

باقی سوال میں درج صورتحال اگر درست ہے اور مرحومہ خاتون کے شرعی ورثاء صرف دو ہی ہیں یعنی ان کا صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی، ان کے علاوہ اس کی وفات کے وقت اگر ان کے والدین اور شوہر حیات نہیں تھے، بلکہ اس سے پہلے وفات پا چکے تھے تو مرحومہ کے مجموعی ترکے میں سے (جس میں آپ کے پاس موجود دو لاکھ روپے بھی شامل ہیں) دو حصے بیٹے کو ملیں گے اور ایک حصہ بیٹی کو ملے گا۔

آپ کے سوال میں ایک تضاد بھی ہے شروع میں آپ نے لکھا ہے آپ نے دو لاکھ روپے مرحومہ سے قرض لیے تھے، اگر آپ کے بیان کا یہ حصہ درست ہے تو وہ دو لاکھ روپے مرحومہ کا ترکہ اور اس کے وارثوں کا حق ہے۔

سوال کے آخر میں آپ نے لکھا ہے کہ آپ نے وہ رقم کاروبار کے لیے نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر لی تھی، جسے شرعاً مضاربت کہتے ہیں۔ اگر آپ کے بیان کا پہلا حصہ غلط ہے اور یہ حصہ درست ہے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ آپ دونوں کے درمیان نفع میں شراکت کا تناسب کیا طے پایا تھا، جو بھی حقیقی صورتحال ہو، عنداللہ آپ بہتر جانتی ہیں کہ آپ کو اس تجارت میں کتنا نفع ہوا، اس نفع کی رقم میں سے مرحومہ کا طے شدہ حصہ ان کی اس اصل رقم میں جمع کر کے آپ کو اس کے وارثوں کو دینا ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ آپ کو تجارت میں کچھ نقصان ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی کے تصور اور شرعی دیانت اور امانت کے معیار کو سامنے رکھتے ہوئے کل رقم (۰۰ لاکھ روپے) میں سے نقصان وضع کر کے باقی واجب الاداء رقم اس کے وارثوں کو دے دیں۔ ﴿10﴾

شوہر پہلی بیوی کے نام زمین رجسٹری کر کے انتقال کر گیا، جس سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہیں، دوسری بیوی سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ پہلی بیوی کے انتقال پر مذکورہ زمین میں دوسری بیوی کی اولاد کا کچھ حق ہے یا نہیں؟

سوال نمبر 8:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرحوم نے دوسری شادی اس وقت کی، جب ان کی پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا۔ پہلی بیوی سے دو لڑکے ایک لڑکی ہوئی۔ دوسری بیوی سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں

ہوئیں، مرحوم کی کچھ زمین پہلی بیوی کے نام ہے، تو کیا اس زمین میں دونوں بیویوں کی اولاد کا حق ہوگا یا صرف پہلی بیوی سے جو اولاد ہے، اس کا حق ہوگا شریعت کی رو سے فتویٰ صادر کریں۔

جواب:

صورت مسئولہ میں اگر مرحوم نے اس زمین کا مالک اپنی پہلی بیوی کو نہیں بنایا تھا۔ بلکہ صرف کسی مصلحت سے اس کے نام رجسٹری کرادی تھی اور مالک خود ہی تھا تو اس صورت میں وہ زمین بھی جملہ ورثاء میں تقسیم ہوگی اور اگر اس زمین کا اسے مالک بنا دیا تھا تو اس زمین سے دوسری بیوی کی اولاد کو بلا واسطہ کچھ نہیں ملے گا۔ ہاں مرحوم کے واسطہ سے حصہ ضرور ملے گا۔ وہ اس طرح کہ مرحوم کے سامنے جب اس کی پہلی بیوی کا انتقال ہوا تو مرحوم اس زمین کے چوتھائی حصے کا مالک ہوا۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ o'' (پارہ ۴، رکوع ۱۳) اور بقیہ زمین صرف پہلی بیوی کی اولاد کے لیے ہے۔ اگر دیگر حقدار موجود نہ ہوں اور مرحوم کی کل جائیداد مع اس چوتھائی زمین کے اولاً آٹھ حصے کیے جائیں ایک حصہ مرحوم کی دوسری بیوی کو دیا جائے۔ اللہ عزوجل جل کا ارشاد ہے: ''فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ o'' (پارہ ۴، رکوع ۱۳) اور پھر ان سات حصوں کے پندرہ حصے کیے جائیں۔ دو دو حصے مرحوم کے ہر ایک لڑکے کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک لڑکی کو دیا جائے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ o (پارہ ۴، رکوع ۱۳) ﴿11﴾

شوہر اور بیوی کی مشترکہ کمائی سے بنائی ہوئی جائیداد اور تقسیم ترکہ

سوال نمبر9:

ایک پلاٹ جو بیوی اور شوہر نے مشترکہ طور پر خریدا یعنی بیوی بھی فیکٹری میں کام کرتی تھی اور شوہر بھی۔ دونوں کی کمائی سے پلاٹ خریدا گیا اور شوہر نے وہ پلاٹ اپنی بیوی کے نام سے خریدا۔ بیوی کے انتقال کے بعد پلاٹ کا مالک کون ہوگا؟ جبکہ ورثاء میں اس کا شوہر اور ایک آٹھ سالہ بیٹا بھی ہے۔ کیا بیوی کے والدین اور بھائی حصے دار یا دعویدار بن سکتے ہیں، جھگڑا کر کے پلاٹ پر زبردستی قبضہ کر سکتے ہیں؟

جواب:

صورتِ مسئولہ میں اگر ورثاء وہی ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں، تو وفات یافتہ خاتون کا ترکہ بارہ حصوں میں منقسم ہوگا، جس میں اس کے والد کو ۲ حصے، والدہ کو ۲ حصے، شوہر کو ۳ حصے اور بقیہ ۵ حصے بیٹے کو ملیں گے، اس کے بھائی محروم رہیں گے۔ پلاٹ کی خرید میں بیوی اور شوہر کے حصے کا تناسب وہی ہوگا، جو پلاٹ کی قیمت میں ان کے حصے کا تناسب تھا، اگر یہ پلاٹ شراکت کی نیت سے خریدا تھا — اور اگر شوہر نے اپنا حصہ بیوی کو ہبہ کر دیا تھا، تو پھر پورے پلاٹ کی وہی مالکہ ہوگی اور اب وہ اس کے ترکے میں شامل ہوگا۔ بیوی کے والدین اس کے شرعی وارث ہیں، اس کے بیٹے کی موجودگی میں اس کے بھائی محروم رہیں گے، کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والے کے لیے بڑی وعید آئی ہے، حدیث پاک میں ہے: من اقتطع شبراً من الارض ظلماً، طوقه الله ایاه یوم القیامة من سبع ارضین۔ "ترجمہ: "جو شخص کسی شخص کی زمین کا ایک بالشت ٹکڑا ظلماً اور

ناحق لے گا، تو اسے سزا کے طور پر قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۰۵۵)'' ﴿12﴾

لاولد پھوپھی کے ترکے میں مقدم سگے یا سوتیلے بھتیجے

سوال نمبر10:

ایک عورت جس کا نام سیّد خانم ہے فوت ہو چکی ہے، اس کے شوہر کا انتقال پہلے ہی ہو چکا تھا وہ لاولد تھیں۔ میں سیّد خانم کا سگا بھتیجا ہوں اور اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں، میری پھوپھی سید خانم کے سگے بھائی اور دو سوتیلے بھائیوں اور سوتیلی بہن کا انتقال ان سے پہلے ہو چکا تھا۔ سید خانم کے سوتیلے بہن بھائیوں کی اولاد حیات ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ سید خانم کا ترکہ صرف مجھے (حقیقی بھتیجے) کو ملے گا یا اُن کے سوتیلے بھتیجوں اور بھتیجیوں کو بھی ملے گا؟

جواب:

صورتِ مسئولہ میں آپ کی پھوپھی لاولد تھیں، آپ کے بیان کے مطابق ان کے شوہر کا انتقال ان سے پہلے ہو چکا تھا اور آپ اپنی پھوپھی کے صرف ایک ہی حقیقی بھتیجے ہیں اور باقی ان کے سوتیلے (یعنی علاتی) بھتیجے بھتیجیاں ہیں، لہٰذا آپ ان کے عصبہ وارث بنیں گے اور مرحومہ سید خانم کا پورا ترکہ آپ کو ملے گا، سراجی میں ہے: ''وابن الاخ لاب وام اولیٰ من ابن الاخ لاب''۔ ترجمہ: ''یعنی حقیقی بھتیجا، علاتی (صرف باپ شریک) بھتیجے سے ترکہ پانے میں مقدم ہے۔'' ﴿13﴾

لاولد چچا کے ترکے میں بھتیجے اور بھتیجیوں کا حقِ وراثت

سوال نمبر11:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد شریف کی کوئی اولاد نہیں تھی، زوجہ کا بھی انتقال ہو چکا ہے اور نہ ہی کوئی بھائی یا بہن ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے دو بھتیجوں کو کاروبار میں پچاس فیصد کا حصہ دار قرار دیا۔ محمد شریف کا انتقال ہو چکا ہے اور دونوں بھتیجے دوسرے حصہ دار سے معاملات طے کر کے کاروبار کو ختم کر رہے ہیں اور دونوں بھائی ان کی جائیداد میں سے حصہ لے رہے ہیں جبکہ ان بھتیجوں کی چار بہنیں بھی ہیں۔ ان بھتیجوں اور بھتیجیوں کی شادی بھی چچا نے کی ہے۔ کیا چچا کی اس وراثت میں بھتیجیاں حصہ لینے کی حقدار ہیں یا نہیں؟ براہِ کرم تفصیل سے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

جواب:

ایسا مُوَرِث (وراثت چھوڑ کر وفات پانے والا شخص) جو لاولد ہو، اس کے ماں باپ بھی اس سے پہلے وفات پا چکے ہوں، بیوی نہ ہو یا وفات پا چکی ہو، اسے قرآن کی اصطلاح میں ''کلالہ'' کہتے ہیں۔ اس کی وراثت کے احکام ''سورۃ النساء'' میں بیان کیے گئے ہیں۔ صورتِ مسئولہ میں اگر سائلہ کا بیان درست ہے اور ورثاء وہی ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو چونکہ متوفی کے ورثاء میں اس کے دو بھتیجے اور چار بھتیجیاں ہیں اور ذوی الفروض میں کوئی قرابت دار موجود نہیں، لہٰذا دونوں بھتیجے عصبہ بنیں گے اور کل ترکہ انہیں ملے گا، بھتیجیاں محروم رہیں گی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولیٰ رجل ذکر۔'' ترجمہ: ''ذوی الفروض (یعنی وہ ورثاء جن کے حصے قرآن میں مقرر ہیں) کو ان کے مقررہ

حصے دے دو، سو جو کچھ ان سے بچ رہے تو وہ قریب ترین مرد وارث کے لیے ہے۔"

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۷۳۵) علامہ ابن عابدین شامی بحوالہ "سراجی" لکھتے ہیں:

لافرض لها من الإناث واخوها عصبة لاتصير عصبة باخيها كالعم والعمة المال كله للعم دون العمة۔" ترجمہ: "وہ عورتیں جن کا کوئی فرض حصہ مقرر نہیں اور ان کا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں بنیں گی، جیسے چچا اور پھوپھی کہ کل ترکہ چچا کو ملے گا نہ کہ پھوپھی کو۔" (رد المحتار علی الدر المختار، ج: ۱۰، ص: ۴۲۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس کی شرح میں مفتی یار محمد قادری لکھتے ہیں: "كذالك ابن العم يرث دون بنت العم وابن الاخ يرث دون بنت الاخ۔ ترجمہ: "اور اسی طرح چچا کا بیٹا وارث بنے گا نہ کہ چچا کی بیٹی اور اسی طرح بھتیجا عصبہ بنے گا نہ کہ بھتیجی۔"

(مشکوۃ الحواشی فی شرح السراجی، ص: ۶۰) ﴿14﴾

ترکہ میں نواسے اور نواسیوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال نمبر12:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کی ذیل میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، ورثاء میں مرحوم کا ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں، جن میں سے ایک بیٹی کا انتقال مرحوم کے انتقال سے پہلے ہو چکا ہے، تو جو ترکہ مذکورہ شخص چھوڑ گیا ہے، اس میں سے فوت شدہ بیٹی کی اولاد (نواسے، نواسیاں) کو بھی کچھ حصہ ملے گا یا صرف مرحوم کے ایک بیٹے اور تین بیٹیوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا؟

جواب:

برتقدیرِ صدقِ سائل وبصورتِ انحصارِ ورثاء در مذکورین بعد ادائیگی

حقوق حقدمہ علی الارث مرحوم کا ترکہ اس کے موجودہ ورثاء (یعنی ایک بیٹے اور تین بیٹیوں) کے درمیان تقسیم ہوگا، ترکہ کل 5 حصوں میں منقسم ہوگا، ان میں سے بیٹے کو 2 حصے اور ہر بیٹی کو 1,1 حصہ ملے گا، متوفی کی جس بیٹی کا ان کی زندگی میں انتقال ہوگیا تھا، قانونِ وراثت کے ''اصولِ حجب'' (یعنی یہ کہ قریب کا وارث دور کے وارث کو محروم کردیتا ہے) کے تحت اس کی اولاد محروم رہے گی۔

قرآن مجید نے اسے واجب کا درجہ تو نہیں دیا، مگر تبرع، فضل واحسان اور استحباب کا درجہ ضرور دیا ہے کہ ایسے یتیم، مسکین اور قرابت دار، جو ازروئے احکامِ وراثت ترکے میں حصے دار نہیں ہیں، اگر تقسیم ترکہ کے وقت آجائیں تو ان کی دلداری کے لیے انہیں بھی کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝

ترجمہ: ''اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے موقع پر (غیر وارث) رشتے دار اور یتیم اور محتاج آجائیں تو انہیں (بھی) اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو ۝ اور وہ لوگ (جو وراثت میں حصے دار ہیں یہ سوچ کر) ڈریں کہ اگر وہ اپنی موت کے وقت اپنے پیچھے کمزور (بے سہارا) اولاد چھوڑ گئے ہوتے تو انہیں (ان کے بارے میں کیا کیا) خدشات ہوتے، تو انہیں چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔'' (النساء: ۸۔۹)

لہٰذا اگر متوفی کے ورثاء سب کے سب یا بعض خدا ترس افراد آمادہ ہوں تو اپنی مرحومہ بہن کی اولاد کو تقسیم ترکہ کے وقت کچھ نہ کچھ حسب توفیق دے دیں۔ ﴿15﴾

غیر مسلم ہونے کے شک کی بنا پر وراثت میں حصے کا حکم

سوال نمبر13:

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ میرے چچا کراچی سے ۱۹۷۰ء میں انگلینڈ آئے تھے، جب میں ۱۹۸۶ء میں انگلینڈ آیا تو میرے چچا نے اپنی فیملی سے متعارف کرایا اور مجھے بتایا کہ ان کی بیوی نے اسلام قبول کر لیا تھا اور ان کے چار بچوں کے نام بھی اسلامی ہیں۔ ان کا انتقال ۱۹۹۸ء میں ہوا، مگر ان کے انتقال سے پہلے ان کی فیملی کی علیحدگی ہو گئی تھی (طلاق نہیں دی تھی) ان کی وفات کے بعد ہم نے لسٹر مسجد سے نکاح نامہ لیا۔ بچوں نے اپنا نام اسلامی رکھا ہوا ہے جو ان کے والد نے انہیں دیا تھا۔ پریشانی یہ ہے کہ اگر بچے ان کے مذہب کی پیروی نہیں کرتے تو کیا وہ ترکے کے وارث ہوں گے؟

جواب:

جیسا کہ آپ نے سوال میں تحریر کیا ہے کہ آپ کے چچا نے نکاح سے پہلے اپنی بیوی کو مشرف بہ اسلام کیا اور پھر اس سے نکاح کیا اور نکاح بھی شرعی طریقے سے ہوا، مسجد میں عالم دین نے ان کا نکاح کرایا اور ان کے بچوں کے نام بھی اب تک اسلامی ہیں۔ بدعملی اور بے عملی تو بدقسمتی سے بہت سے مسلمانوں میں ہے، اللہ تعالیٰ سب کو اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ خدانخواستہ آپ کے چچا کی اولاد مرتد ہو چکی ہے، دین اسلام کو ترک کر کے عیسائیت یا کسی اور مذہب کو عقیدتاً قبول کر چکی ہے، وہ اپنے وفات شدہ باپ کے وارث ہوں گے اور اس کے ترکے میں سے حصہ پائیں گے، اگر مرحوم نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی تو وہ بھی وراثت میں اپنا حصہ پائے گی۔ ﴿16﴾

مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان وراثت

سوال نمبر14:

ایک شخص نے ایک کتابیہ (عیسائی) عورت سے شادی کی، اس سے اس کی اولاد ہوئی۔ پھر اس (شوہر) کا انتقال ہوگیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

1. کیا وہ عیسائی عورت اپنے شوہر کی وارث بنے گی؟
2. اور اس کی اولاد نے اگر عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہے، تو کیا وہ وارث بن پائیں گے؟
3. اگر بچے نابالغ ہیں، تو کیا وہ وارث بنیں گے؟

جواب:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''عن اسامة بن زيد ان النبی ﷺ قال: لايرث المسلم الكافر ولايرث الكافر المسلم۔''

ترجمہ: ''حضرت اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے، نہ کافر مسلمان کا وارث ہوتا ہے''۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۴۰۲۸، ابی داؤد رقم الحدیث: ۲۹۰۱)

اس حدیث کے تحت علامہ نووی لکھتے ہیں: ''مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور جمہور صحابہ اور فقہاء، تابعین اور بعد کے علماء کے نزدیک مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوتا''۔ ﴿17﴾

اس مسلمہ شرعی اصول کے تحت کتابیہ عورت (خواہ نصرانی ہو یا یہودی) اپنے متوفی مسلمان شوہر کی وارث نہیں بن سکتی۔ مسلمان شوہر اور کتابیہ عورت کی اولاد اگر نابالغ ہے تو وہ دین میں ''خیر الابوین'' کے تابع ہے، یعنی انہیں مسلمان تصور کرتے ہوئے ان کے مسلمان باپ کی وراثت میں حصہ دیا جائے اور اگر وہ بالغ

ہیں تو مسلمان ہونے کی صورت میں اپنے باپ کے وارث بنیں گے، لیکن اگر خدانخواستہ بالغ ہونے کے بعد وہ نصرانی یا یہودی بن گئے ہیں، تو مسلمان باپ کی وراثت سے محروم رہیں گے۔ ﴿18﴾

زندگی میں والد نے جو کچھ دیا، ترکے سے منہا نہیں ہوگا

سوال نمبر15:

ہمارے والد صاحب اپنی زندگی میں جو کچھ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو رقم یا دیگر ضروریاتِ زندگی کی مد میں دیتے رہے ہیں کیا اسے ترکے میں سے منہا کیا جائے گا؟ نیز کیا وہ ورثاء مرحوم کے انتقال کے بعد وراثت میں حصے کے حق دار ہوں گے؟ مہربانی فرما کر اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب:

کسی شخص کی زندگی میں، اس کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، وہ اپنے مال کا مالک ومختار ہے، جیسا چاہے اپنے مال میں تصرف کرے۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنے مال کا کچھ حصہ اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، تو شریعت کی رو سے مستحسن امر یہ ہے کہ وہ تمام اولاد کو مساوی طور پر دے، مگر یہ تقسیم وراثت نہیں کہلائے گی بلکہ ''ہبہ'' کہلائے گا اور ''ہبہ'' میں اولاد کے درمیان مساوات کی ترغیب دی گئی ہے۔

آپ کے والد نے جو کچھ اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو ''ہبہ'' کیا وہ اب ان کی ملکیت میں شمار نہیں ہوگا اور تقسیم ترکہ کے وقت اس رقم یا جائیداد کو ترکے میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ تقسیم ترکہ کے وقت مرحوم کے جو ورثاء زندہ ہوں ان سب کو ترکے میں شامل کیا جائے گا۔ مختصراً یہ کہ آپ کے والد نے اپنی زندگی میں جو کچھ اپنی

اولاد کو کسی بھی مد میں دیتے رہے، وہ ان کی ملکیت اور ان کے ترکے سے خارج ہو گیا، لہٰذا جب میراث تقسیم کی جائے گی، تو جتنا مال وفات کے وقت ان کی ملکیت میں ہوگا، وہی تقسیم کیا جائے گا اور جو ورثاء ان کی وفات کے وقت موجود ہوں گے، وہ اس کے حقدار ہیں، ہر ایک وارث کو قانونِ وراثت کے شرعی اصول کے مطابق اس کا حصہ دیا جائے گا اور جو کچھ والد اپنی زندگی میں دے چکے ہیں، اسے شمار نہیں کیا جائے گا۔ ﴿19﴾

لاوارث کے ترکہ کا شرعی حکم

سوال نمبر16:

ایک ایسی بیوہ عورت نے وفات پائی، جس کا کسی قسم کا کوئی رشتہ دار موجود نہیں ہے، تو اس کا ترکہ کس کو ملے گا؟

جواب:

متوفیہ کا کل متروکہ، قرض ادا کرنے اور وصیت پر عمل درآمد کرنے کے بعد بقیہ تمام مال فقرائے مسلمین کا حق ہے، جو کسب سے عاجز ہوں اور ان کا کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو۔ جیسے ردالمحتار میں ہے کہ ایسا ترکہ جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا مصرف وہ لقیط ہے جو محتاج ہو اور وہ فقراء ہیں جن کے لیے کوئی ولی نہ ہو۔ اس میں سے ان کو خرچہ، دوائیں، کفن کے اخراجات اور جنایات کی دیتیں دی جائیں گی۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس کا مصرف عاجز فقراء ہیں۔ ﴿20﴾

عورت کو میراث سے محروم کرنے کا شرعی حکم

سوال نمبر17:

بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ باپ کے ترکہ سے بیٹیوں کو حصہ نہیں

دیا جاتا، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب:

اناث (عورتوں) کو (میراث سے) محروم کرنا، حرام قطعی ہے ہنود (یہودیوں) کا اتباع اور شریعت مطہرہ سے منہ پھیرنا ہے۔﴿21﴾

باپ کے مرنے کے بعد جس طرح بیٹے اس کی میراث میں اِرث (وراثت) کے حقدار ہیں اسی طرح بیٹیاں بھی ترکہ میں شرعاً حقدار ہیں اور یہ حق ان کو اسلام نے دیا ہے اس لیے انہیں اس شرعی حق سے محروم کرنا، ناجائز وحرام ہے۔﴿22﴾

فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (لڑکیوں کو) ان کا حصہ نہ دینا حرام قطعی اور قرآن مجید کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے وارثین کی طرح ان کا حصہ بھی مقرر فرمایا ہے۔ جیسا کہ اسی کا فرمان ہے: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ج فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۝

(النساء۴:۱۱)

<u>ترجمہ:</u> ”حکم دیتا ہے تمہیں اللہ، تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں ایک مرد (لڑکے) کا (حصہ) برابر ہے دو عورتوں (لڑکیوں) کے حصہ کے، پھر اگر ہوں صرف لڑکیاں دو سے زائد تو ان کے لیے دو تہائی ہے جو میت نے چھوڑا، اور اگر ہو ایک ہی لڑکی تو اس کے لیے نصف ہے۔“

(لہٰذا) جو لڑکیوں کو حصہ نہیں دے گا وہ سخت گنہگار، مستحق عذاب نار اور حق العبد میں گرفتار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیسے کی

مالیت کے بدلے میں سات سو نماز با جماعت کا ثواب دینا پڑے گا اگر نمازوں کا ثواب نہیں ہوگا تو دیگر نیکیوں کا ثواب دینا پڑے گا اور دوسری نیکیاں بھی نہیں ہوں گی تو حقدار کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ﴿23﴾

ایک اور حدیث مبارک میں ہے:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے وارث کو میراث (پہنچنے سے) راہِ فرار اختیار کرے، اللہ رب العزت قیامت کے دن اس کی میراث جنت سے ختم فرما دے گا۔ ﴿24﴾

مرحوم کی ملکیت میں آنے والی تمام چیزوں کی تقسیم کا حکم

سوال نمبر 18:

مرحوم کے استعمال کی تمام چیزیں ترکہ میں شامل ہوں گی یا نہیں؟

جواب:

انسان کی وفات کے وقت جو کچھ اس کی ملکیت میں ہوتا ہے، خواہ وہ اس کے اپنے قبضہ میں ہو یا اس نے کسی کو عاریۃً یا امانتاً دی ہوئی ہو، سب کچھ اس کے ترکہ میں شامل ہوگا، اور اس کے ورثاء میں شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ اصول و قوانین کے مطابق تقسیم ہوگا۔ جیسا کہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''مرحوم نے گھریلو استعمال کے لیے جو چیزیں (بھی) خود خریدیں تھیں وہ سب وارثوں میں تقسیم ہوں گی۔'' ﴿25﴾

اسی طرح فقیہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی رقمطراز ہیں:

''بہر حال جو چیز مرنے والے کے مِلک میں ہو (خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، زرعی ہو یا صنعتی یا کسی اور قسم کی ہو)، اس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔'' ﴿26﴾

پگڑی اور ترکہ

سوال نمبر19:

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم! عرض یہ ہے کہ ایک عورت نے KDA کا ایک کوارٹر پگڑی میں لیا تھا۔ اس عورت کا انتقال ہو گیا۔ مرحومہ کی دو لڑکیاں ہیں، جن میں سے ایک شادی شدہ ہے جبکہ دوسری لڑکی ابھی دس بارہ سال کی ہے۔ مرحومہ کے بھائی بہن مذکورہ کوارٹر میں اپنا حصہ مانگتے ہیں۔ لہٰذا آپ فتویٰ عنایت فرمائیں کہ کیا کیا جائے؟

جواب:

ترکہ ان چیزوں میں تقسیم ہوتا ہے جو مرنے والے کی ملکیت میں ہوں۔ پگڑی میں لیا ہوا مکان ملکیت میں نہیں ہوتا، کرایہ پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں ترکہ تقسیم نہیں ہوگا، جس کے قبضہ میں ہے وہ اسی کے پاس رہے گا۔ ﴿27﴾

تقسیم ترکہ اور برٹش لاء

سوال نمبر20:

ایک شخص چوہدری سردار خان، جس کا انتقال ۱۹۳۹ء میں ہوا۔ اس کے سات بیٹے، چار بیٹیاں اور دو بیوہ تھیں۔ جائیداد کا انتقال ان کی وفات کے بعد بیٹوں کے نام ہو گیا اور اس جائیداد کو پچھلے ماہ فروخت کیا گیا۔ بیٹے کہتے ہیں کہ چونکہ اس وقت برٹش لاء تھا اور بیٹیوں و بیوگان کو جائیداد میں حصہ نہیں ملتا تھا، اس

لیے ان کا اس رقم میں کوئی حصہ نہیں بنتا۔ جبکہ ہماری گذارش ہے کہ قرآن اور حدیث کا قانون جو سورۂ نساء میں ہے، اس کے مطابق فیصلہ ہونا چاہیے، برائے مہربانی آپ اس بارے میں فتویٰ عنایت فرمائیں اور جو اس پر عمل نہیں کرے گا آخرت میں اس کی کیا سزا ہوگی؟

جواب:

برٹش لاء سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا مقررہ قانون وراثت منسوخ نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ کا قانون سب پر غالب ہے اور مسلمانوں کو احکام الٰہی پر عمل کرنا چاہیے نہ کہ برٹش لاء پر، اگرچہ برطانوی دور میں ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء نافذ تھا اور اسلام کا قانون وراثت قانوناً نافذ العمل تھا، لہٰذا یہ مؤقف سراسر باطل ہے۔

صورت مسئولہ میں متوفی چوہدری سردار خان کا ترکہ کل 144 حصوں میں منقسم ہوگا، ان میں سے دو بیوگان کو 18 حصے (یعنی فی کس 9 حصے)، سات بیٹوں کو 98 حصے (یعنی فی کس 14 حصے)، چار بیٹیوں کو 28 حصے (یعنی فی کس 7 حصے) ملیں گے۔

اگر کوئی کسی شخص کا حق غصب کرے گا تو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی وعید ہے:

"من اقتطع شبراً من الارض ظلماً، طوقه الله اياه يوم القيامة من سبع أرضين۔"

ترجمہ: "جو شخص کسی شخص کی زمین کا ایک بالشت ٹکڑا ظلماً اور ناحق لے گا، تو اسے سزا کے طور پر قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۰۵۵)۔" {28}

غیر وارث کو ترکے سے حصہ دینا

سوال نمبر21:

میرے والد صاحب شیخ محمد الیاس کا انتقال ۲۸ جولائی ۲۰۰۶ء کو ہوگیا ہے۔ان کے ورثاء جو حیات ہیں وہ ایک بیٹا شیخ عبدالخالق، تین بیٹیاں اور ایک بیوہ ہیں، جبکہ دو بیٹوں (محمد یونس اور عبدالمالک) اور ایک بیٹی نفیسہ کا انتقال ۱۳ سے ۲۰ سال پہلے ہو چکا ہے۔مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ شرعی طور پر کس کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ جس اولاد کا والد کی زندگی میں انتقال ہو گیا ہے شرعی طور پر ان کے بیٹے یا بیٹیوں کا کوئی حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

جواب:

صورتِ مسئولہ میں اگر سائل کا بیان درست ہے اور متوفی یا متوفاۃ کی براہ راست اپنی اولاد بیٹے اور بیٹیاں بوقت وفات زندہ ہیں، تو ان کی اس بیٹے یا بیٹی کی اولاد (پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں)، جو مورث (ترکہ چھوڑ کر وفات پانے والے) کی وفات سے پہلے وفات پا چکی ہے، وراثت سے محروم رہے گی، کیونکہ تقسیمِ وراثت کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ: ''قریب کا وارث دور کے وارث کو محروم کر دیتا ہے۔'' اسے ''اصولِ حجب'' بھی کہتے ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کی وفات کے وقت اس کا والد بھی زندہ ہے اور دادا بھی، تو والد کا رشتہ چونکہ میت سے قریب ترین ہے، اس لیے والد کو ترکے سے حصہ ملے گا اور دادا محروم رہے گا، البتہ اگر ایسی صورت ہو جائے کہ کسی شخص کی وفات کے وقت اس کا دادا تو زندہ ہے لیکن والد پہلے وفات پا چکا ہے، اب ترکے کا جو حصہ بصورتِ حیات، والد کو ملنا چاہیے تھا وہ دادا کو ملے گا۔ یہی صورتِ حال میت کے بیٹے

بیٹیوں کی موجودگی میں پوتے، پوتیوں اور نواسے، نواسیوں کی ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا

ترجمہ: ''اور جب (ترکے کی) تقسیم کے موقع پر قرابتدار، یتامیٰ اور مساکین آجائیں (جو شرعاً وارث نہیں بن سکتے)، تو انہیں بھی (رضاکارانہ طور پر) ترکے میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو (النساء۴:۸)۔''

قرآن کا یہ حکم ایجابی (Obligatory) تو نہیں ہے، استحبابی ہے، اس کی حیثیت مقاصد خیر کے لیے سفارش اور مشاورت کی ہے، لہٰذا جتنا حصہ ان یتیم نواسے، نواسیوں کی والدہ کے حیات ہونے کی صورت میں انہیں ملنا چاہیے تھا، اگر تمام ورثاء اتفاق رائے سے اتنا یا اس سے کچھ کم تبرعاً اور احساناً رضاکارانہ طور پر تقسیم ترکہ سے پہلے ان بچوں کو بطور ہبہ دے دیں تو یہ ایک مستحسن امر ہوگا، صلہ رحمی کا باعث ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہوگا اور اس کا اجر انہیں ملے گا۔ قرآن مجید حکیمانہ انداز میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا

ترجمہ: ''اور لوگ (یہ سوچ کر) ڈریں کہ اگر وہ (اپنی وفات) کے بعد (خدانخواستہ) کمزور (بے سہارا) اولاد چھوڑ جاتے، تو انہیں ان کے (رلنے اور بے یار و مددگار ہونے کا کتنا) خوف ہوتا، تو انہیں چاہیے کہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور درست بات کہیں'' (النساء۴:۹)

تو قرآن نے بتایا کہ اپنے پسماندگان پر کسی ایسے مشکل مرحلے کا تصور کر کے غیر وارث نادار اور کمزور رشتہ داروں پر ترس کھا کر تقسیم وراثت کے وقت ان کی مدد کر لیا کرو۔ ﴿29﴾

بینک کا قرضہ تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کیا جائے

سوال نمبر22:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گورنمنٹ بینک سے قرض لینے کے بعد انتقال کر گیا اور بینک کلیۃً غیر مسلموں کا ہے تو کیا اس شخص کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے بینک کا قرضہ ادا کرنا بھی ضروری ہے؟

جواب:

جی ہاں! ہر قرض مقدمۃ التوریث میں داخل ہے، خواہ وہ مسلمان کا قرض ہو یا غیر مسلم کا، شرعی تعلیمات کی روشنی میں قرض کی ادائیگی تقسیم ترکہ پر مقدم ہے۔ ﴿30﴾

قبر کھودنے والوں کی مزدوری کا حکم

سوال نمبر23:

بعض علاقوں میں قبر کھودنے کی مزدوری لی جاتی ہے، تو کیا قبر کھودنے والوں کی مزدوری میت کے ترکہ سے ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:

میت کی تجہیز و تکفین پر جتنا بھی خرچ آئے، وہ اس کے ترکہ سے ہی ادا کیا جائے گا، تاہم اگر ورثاء اپنی طرف سے دینا چاہیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ﴿31﴾

اسٹامپ پیپر پر تحریر کردہ وصیت نامے کی شرعی حیثیت

سوال نمبر24:

ہمارے والد صاحب کا انتقال، اس ماہ کی سات تاریخ کو ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ایک وصیت نامہ اسٹامپ پیپر پر اپنی اولاد کے لیے چھوڑا ہے۔ جس کی رو سے ایک مکان ہم دونوں بھائیوں میں تقسیم کیا جائے اور اسی طرح دوسرا مکان دو بہنوں میں برابر تقسیم کیا جائے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ وصیت نامہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ والد صاحب اگر اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کا بٹوارہ کر جاتے تو ٹھیک ہوتا۔ ہمارے والد صاحب کی والدہ صاحبہ بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں اور ان کی ایک بہن بھی حیات ہیں اور وہ شادی شدہ ہیں۔ وصیت نامہ کی رو سے تو صرف ان کی اولاد ہی جائز حقدار ہو سکتی ہے۔ براہِ کرم بتائیں کہ اسلامی رو سے اسٹامپ پیپر پر وصیت نامہ کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:

اس وصیت نامہ کی حیثیت صرف ایک مصالحتی تجویز کی ہے۔ اگر سب وارث بخوشی اس پر راضی ہوں تو ٹھیک ہے، ورنہ جائیداد شریعت کے مطابق تقسیم کی جائے اور آپ کی دادی صاحبہ کا حصہ بھی لگایا جائے۔ ﴿32﴾

پہلے شوہر کا میراث میں حصہ

سوال نمبر25:

کسی مطلقہ عورت نے ایک دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور چند سال اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے بعد فوت ہو گئی۔ اب اس کے ترکہ میں دونوں خاوندوں کا مال ہے، پہلا شوہر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے والے مہر میں مجھے

چوتھائی حصہ مال ملنا چاہیے جبکہ اس عورت کے شوہر ثانی سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں بھی ہیں۔ کیا شرعاً پہلے خاوند کو عورت کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب:

طلاق دے کر عدت گزر جانے کے بعد میاں بیوی کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہیں رہتا اور دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہو جاتے ہیں۔ جبکہ میراث کے لیے رشتہ ارث ضروری ہے۔ صورت مسئولہ میں جہاں تک عورت کے پہلے شوہر کے حق مہر کا تعلق ہے تو وہ عورت کی ملکیت ہے، اس میں سابقہ شوہر کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے عورت کا جملہ ترکہ اس کے شوہر ثانی، تین بیٹوں اور دو بیٹیوں میں تقسیم ہوگا۔ ﴿33﴾

قبر کے لیے جگہ کی قیمت، میت کے ترکہ سے دی جائے گی

سوال نمبر26:

اکثر شہری (علاقوں میں قبر کے لیے) جگہ قیمتاً ملتی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ قبر کی قیمت کس مال سے ادا کی جائے گی۔ یعنی میت کے ترکہ سے واجب الادا ہوگی یا ورثاء اپنے مال سے دیں گے؟

جواب:

میت کے کفن دفن یعنی تجہیز و تکفین پر آنے والے اخراجات میت کے جملہ ترکہ سے ادا کیے جائیں گے۔ لہٰذا جہاں کہیں قبر کی جگہ قیمتاً ملتی ہو تو اس کی قیمت میت کے ترکہ سے ادا کی جائے گی۔ ﴿34﴾

ہیجڑے کی میراث کا شرعی حکم

سوال نمبر27:

جناب مفتی صاحب! ایک ہیجڑا جس کی داڑھی بھی ہے، اگر اس کا باپ، ماں یا کوئی اور رشتہ دار مر جائے تو میراث میں اس کا کتنا حصہ ہوگا؟

جواب:

اگر ہیجڑے پر مردوں کے آثار موجود ہوں تو اسے مردوں جتنا حصہ ملے گا اور عورتوں کے آثار زیادہ ہوں تو عورتوں جتنے حصے کا حقدار ہوگا، چونکہ صورت مسئولہ میں اس ہیجڑے کی داڑھی آ چکی ہے جو کہ مردوں کی علامت ہے اس لیے اس کا حصۂ میراث، مردوں جتنا ہوگا۔ ﴿35﴾

حکومت کی طرف سے ملنے والی امدادی رقم میں میراث کا حکم

سوال نمبر28:

جناب مفتی صاحب! میرا شوہر سیلاب میں ڈوب کر فوت ہو گیا ہے۔ حکومت نے سیلاب میں مرنے والوں کی بیواؤں کو پچاس پچاس ہزار روپے امداد کے طور پر دیئے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں اور میرے چار معصوم بچے ہیں اور اس امدادی رقم کے علاوہ میری گذران کا اور کوئی ذریعہ بھی نہیں، اب میرا سسر پچاس ہزار روپے میں سے اپنے حصے کا مطالبہ کرتا ہے، تو کیا شرعاً حکومت کی طرف سے ملنے والی اس امدادی رقم میں میرے سسر کا کوئی حصہ ہے یا نہیں؟

جواب:

صورت مسئولہ کے مطابق جو مال حکومت نے مرحوم کی بیوہ کو دیا ہے، وہ

حکومتی امداد ہے، جو مرحوم کی بیوہ کے ساتھ مخصوص ہے، اس میں میراث کے احکام جاری نہیں ہوں گے، اس لیے کہ یہ مال، مرحوم کا ترکہ نہیں ہے جبکہ میراث ترکہ میں جاری ہوتی ہے۔ ﴿36﴾

مرتد کسی مسلمان کی میراث کا حقدار نہیں

سوال نمبر29:

میرا بھائی امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے گیا، وہاں وہ عیسائی بن گیا۔ تو کیا والد صاحب کی وفات کے بعد اس کو میراث میں حصہ دیا جائے گا یا نہیں؟ جبکہ وہ اپنے حصہ میراث کا مطالبہ کرتا ہے۔

جواب:

ارتداد مانع ارث ہے۔ اس بناء پر آپ کا بھائی مرتد ہونے کی وجہ سے باپ کے مالِ وراثت کا حقدار نہیں رہا۔ ﴿37﴾

مرتدہ عورت کے ترکہ کا حکم

سوال نمبر30:

ایک مسلمان عورت روس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے گئی، تو وہاں وہ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئی، اب اس کا انتقال ہو گیا ہے تو شرعاً کون اس کے ترکہ کا حقدار ہے؟

جواب:

ارتداد اگر چہ مانع اِرث ہے، مگر عورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس لیے صورتِ مسئولہ میں اس مرتدہ عورت کی موت کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثاء میں بطریقۂ شرعی تقسیم ہوگا۔ ﴿38﴾

مرنے والے کے ذمہ قرضہ نکل آنے پر تقسیم ترکہ کالعدم ہو جاتی ہے

سوال نمبر31:

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بیٹا طاہر جمال تقریباً تیرہ سال ملائیشیا میں رہا، جب وہ گاؤں واپس آیا تو یہاں ہم نے قرضہ لے کر اس کی شادی کی، کچھ عرصہ بعد وہ سخت بیمار ہو گیا تو اس کا علاج بھی قرضہ لے کر کرایا اور اسی بیماری میں اس کا انتقال ہو گیا، بعد از وفات بینک میں اس کے ۱۴،۰۰،۰۰۰ روپے موجود تھے۔ جو کہ بذریعہ عدالت ورثاء میں تقسیم کیے گئے، اس کے بعد اس کے ذمے کافی قرضہ نکل آیا۔ تو کیا اس قرضہ کی ادائیگی کے لیے ورثاء سے رجوع کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یا اس قرضہ کو ادا کرنے کا میں ہی ذمہ دار ہوں؟

جواب:

کسی کی وفات کے بعد اس کے جملہ مال سے اوّلاً چار حقوق منہا کیے جائیں گے اور پھر بقیہ مال ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔ لہٰذا بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں بھی مرحوم بیٹے کے ذمہ قرض کی ادائیگی، اس کے باپ کے ذمے نہیں، بلکہ تقسیم وراثت کالعدم متصور ہو کر جملہ ترکہ سے قرضہ منہا کیا جائے گا اور بقیہ مال ورثاء میں تقسیم ہو گا۔ اس لیے مرحوم کے باپ کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ دیگر ورثاء سے قرض کی ادائیگی کرائے، چاہے ورثاء میں اس کی بیوہ ہو یا ماں باپ ہوں۔ ﴿39﴾

بھتیجوں کی موجودگی میں بھتیجیاں میراث سے محروم رہیں گی

سوال نمبر32:

ایک شخص کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے ورثاء میں صرف 6 بھتیجے

اور 4 بھتیجیاں زندہ ہیں، اب بھتیجیاں چچا کے ترکہ میں میراث کا مطالبہ کرتی ہیں، تو کیا ان کو شرعاً چچا کے ترکہ میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب:

صورت مسئولہ میں مرحوم کے جملہ ترکہ میں صرف اس کے بھتیجے حقدار ہیں اور بھتیجیوں کو چچا کے ترکہ سے کچھ بھی نہیں ملے گا، وہ شرعاً محروم ہوں گی، مرحوم کا جملہ ترکہ 6 بھتیجوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ ﴿40﴾

سوتیلے ماں باپ کا وراثت میں حصہ

سوال نمبر33:

ایک آدمی کا انتقال ہو گیا ہے، اس کے ورثاء میں ایک بیوہ، دو بیٹے اور ایک سوتیلا باپ موجود ہیں، مرحوم کی میراث ان میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

جواب:

حقوق متقدمہ کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ مال، مرحوم کی بیوہ اور دو بیٹوں میں تقسیم ہوگا جبکہ سوتیلا باپ حق میراث سے محروم ہوگا، اس لیے کہ دونوں کے درمیان موجب ارث کوئی رشتہ داری نہیں۔ ﴿41﴾

اسی طرح اگر کسی مرحوم/مرحومہ کے ورثاء میں سوتیلی ماں بھی ہو تو وہ بھی محروم رہے گی۔ ﴿42﴾

سوتیلی اولاد کا وراثت میں حصہ

سوال نمبر34:

میرے والد صاحب نے میری والدہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی، میری سوتیلی والدہ کے پہلے شوہر سے چار بچے (دو بیٹے، دو بیٹیاں) ہیں، اور

ان سب کی شادیاں ہم نے کیں، سوتیلی والدہ کا انتقال ۱۹۸۲ء میں ہوا، میری والدہ سے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ میرے والد کا انتقال ۱۹۹۲ء میں ہوا، والد کے انتقال کے بعد کیا ان چاروں کا میرے والد صاحب کے ترکے میں کوئی حصہ ہے یا نہیں؟

جواب:

صورت مسئولہ میں برصدق بیان سائل، دوسری والدہ کی جو اولاد ان کے پہلے شوہر سے ہے، اسے آپ کے والد کے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ مرحوم اور ان کے درمیان کوئی موجب میراث رشتہ نہیں ہے۔ ﴿43﴾

رضاعت موجب میراث، رشتہ نہیں

سوال نمبر35:

کیا رضاعی بیٹے کو باپ کی میراث میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ جبکہ مرحوم کی اس رضاعی بیٹے کے علاوہ چچازاد بھائی بھی ہیں؟

جواب:

وراثت کے حقدار صرف نسبی بھائی ہیں، لہٰذا مرحوم کی جملہ جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ اس کے چچازاد بھائیوں کو ملے گی، رضاعی بیٹے کا اس کی میراث سے کوئی واسطہ نہیں۔ ﴿44﴾

والدین کا کسی وارث کو زیادہ دینا

سوال نمبر36:

کیا کسی اولاد کو امتیازی حیثیت دے کر ہبہ یا وصیت کے ذریعہ اسے زیادہ دینا جائز ہے؟

جواب:

کسی اولاد کو امتیازی حیثیت دے کر ہبہ کرنا اگر کسی خاص ضرورت کی بنا پر ہو، مثلاً وہ معذور ہے یا زیادہ ضرورت مند اور محتاج ہے، تب تو جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے دوسری اولاد کی حق تلفی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں اس کو ظلم اور جور سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ ﴿45﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''اگر ایک بیٹا یا بیٹی علم یا تقویٰ میں اوروں سے زائد یا یہ موہوب لہ تحصیل علم میں مشغول ہے کہ کسب مال کی فرصت نہیں رکھتا، تو ایسے شخص کو سب سے زیادہ دینا کوئی حرج نہیں۔''

فتاوٰی قاضی خان میں ہے: ''حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (کہ اولاد میں سے کسی ایک کو ہبہ کرنے میں) کچھ حرج نہیں جبکہ دوسری اولاد میں ترجیح و تفضیل دینا، دینی فضل و شرف کی وجہ سے ہو لیکن اگر سب برابر ہوں تو پھر ترجیح مکروہ ہے''۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے: ''اگر بیٹا حصول علم میں مشغول ہو، نہ کہ دنیاوی کمائی میں تو ایسے بیٹے کو تو دوسری اولاد پر ترجیح و تفضیل دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' ﴿46﴾

کسی ایک وارث کو حیات میں ہی ساری جائیداد دے دی تو عدالت کو تصرف کا اختیار ہے

سوال نمبر 37:

ایک صاحب جائیداد مسلم اپنے آخری سال میں اپنے دس بچوں کے بجائے ایک ہی بچے کو جائیداد غیر منقولہ بیچ کر رقم دے گیا کہ خود کھالو تاکہ بعد میں تقسیم نہ ہو۔ اس اولاد میں بیوہ بچیاں بھی ہیں۔ کیا اسلامی عدالت میں قانونی نکتہ

نگاہ سے اخلاقاً نہیں، یہ جائیداد کی رقم واپس تقسیم کروائی جا سکتی ہے؟

جواب:

اگر اس نے یہ تصرف اپنی زندگی میں کیا تھا تو قانوناً نافذ ہے۔﴿47﴾

مرنے کے بعد اضافہ شدہ مال بھی تقسیم ہوگا

سوال نمبر38:

کیا مرحوم کے صرف انہیں جانوروں میں میراث ہوگی جو بوقت وفات موجود تھے یا جو بعد میں اضافہ ہوا اور تقسیم کے وقت کثرت سے موجود ہیں، ان سب میں حصے ہوں گے؟

جواب:

مرحوم کے مال میں اس کی وفات کے بعد جو اضافہ ہوا ہے، وہ بھی حسب دستور سابق تقسیم ہوگا۔﴿48﴾

مرحوم کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا وراثت میں حصہ

سوال نمبر39:

ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ اس نے اپنے پیچھے بیوہ دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑی۔ انتقال کے بعد ہی اس کا ترکہ شرع کے مطابق دونوں لڑکوں، لڑکی اور بیوہ میں تقسیم کر دیا گیا مگر اس کے انتقال کے وقت بیوہ چار ماہ کی حاملہ تھی اور پانچ مہینہ بعد ایک اور لڑکی پیدا ہوئی۔ پوچھنا یہ ہے کہ آیا وہ لڑکی باپ کے ترکہ کی حقدار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کا حق کس طرح ملے گا کیونکہ تقسیم تو پہلے ہی ہو چکی ہے اور ہر حقدار اس کو مکمل طور پر استعمال کر چکا ہے۔

جواب:

یہ لڑکی اپنے مرحوم باپ کی وارث ہے اور اس کی پیدائش سے پہلے ترکہ کی تقسیم جائز ہی نہیں تھی کیونکہ یہ معلوم نہیں تھا کہ بچے کی پیدائش ہوگی یا بچی کی؟ بہر حال پہلی تقسیم غلط ہوئی لہٰذا نئے سرے سے تقسیم کی جائے اور اس بچی کا حصہ بھی رکھا جائے۔ مرحوم کا کل ترکہ 48 حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ان میں سے 6 حصے بیوہ کے 14,14 حصے دونوں لڑکوں کے اور 7,7 حصے دونوں لڑکیوں کے ہوں گے۔ ﴿49﴾

دوسرے ملک میں رہنے والی بیٹی کا بھی باپ کی وراثت میں حصہ ہے

سوال نمبر40:

میرے سسر کا انتقال ہوگیا ہے۔ انہوں نے وارثوں میں بیوہ، 3 لڑکے جن میں سے ایک کا انتقال ہو چکا ہے اور 6 لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ جس میں ایک لڑکی ہندوستان کی شہری ہے۔ مرحوم کی جائیداد کس طرح سے تقسیم ہوگی کیا ہندوستانی شہریت رکھنے والی لڑکی بھی پاکستانی وراثت کی حق دار ہے؟ اگر نہیں تو اس کا حصہ کاٹنے کے بعد کتنا کتنا حصہ بنے گا۔ یعنی بیوہ، لڑکوں اور لڑکیوں کا الگ الگ۔

جواب:

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ مرحوم کے جس لڑکے کا انتقال ہو چکا ہے، اس کا انتقال باپ سے پہلے ہوا ہے یا بعد میں۔ بہر حال اگر پہلے ہوا تو مرحوم کا ترکہ (ادائے قرض اور نفاذ وصیت کے بعد) اسی (80) حصوں پر تقسیم ہوگا، ان میں سے 10 حصے بیوہ کے 14,14 دونوں لڑکوں کے اور 7,7 لڑکیوں کے۔ جو لڑکی ہندوستان میں ہے وہ بھی وارث ہوگی اور جس لڑکے کا انتقال اس کے باپ کی

زندگی میں ہو چکا ہے وہ وارث نہیں ہوگا۔ اور اگر اس لڑکے کا انتقال باپ کے بعد ہوا ہے تو ترکہ 96 حصوں پر تقسیم ہوگا۔ 12 حصے بیوہ کے 14،14 تینوں لڑکوں کے اور 7،7 لڑکیوں کے۔ مرحوم لڑکے کا حصہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ ﴿50﴾

بہنوں سے ان کی جائیداد کا حصہ معاف کروانا

سوال نمبر41:

ہمارے معاشرے میں وراثت سے متعلق یہ روایت چل رہی ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد اس کی اولاد میں سے بھائی اپنی بہنوں اور ماں سے یہ لکھوا لیتے ہیں کہ انہیں جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں چاہیے۔ بہنیں بھائیوں کی محبت کے جذبے میں سرشار ہو کر اپنے حصے سے دستبردار ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح باپ کی تمام جائیداد بیٹوں کو منتقل ہو جاتی ہے۔ کیا شرعی لحاظ سے اس طرح معاملہ کرنا درست ہے؟ کیا اس طرح بہنیں اپنی اولاد کا حق غصب کرنے کی مرتکب تو نہیں ہوتیں؟ اگر بہنیں اپنے حصے سے دستبردار ہو جائیں تو کیا ان کی اولاد کو مذکورہ حصہ طلب کرنے کا حق ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ نے باپ کی جائیداد میں جس طرح بیٹوں کا حق رکھا ہے اس طرح بیٹیوں کا بھی حق رکھا ہے۔ لیکن ہندوستانی معاشرے میں لڑکیوں کو ان کے حق سے محروم رکھا جاتا رہا۔ اس لیے رفتہ رفتہ یہ ذہن بن گیا کہ لڑکیوں کا وراثت میں حصہ لینا گویا ایک عیب یا جرم ہے۔ لہٰذا جب تک انگریزی قانون رائج رہا کسی کو بہنوں سے حصہ معاف کرانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور جب سے پاکستان

میں شرعی قانون وراثت نافذ ہوا۔ بھائی لوگ بہنوں سے لکھوا لیتے ہیں کہ انہیں حصہ نہیں چاہیے۔ یہ طریقہ نہایت غلط اور قانون الٰہی سے سرتابی کے مطابق ہے۔ آخر ایک بھائی دوسرے کے حق میں کیوں دستبردار نہیں ہو جاتا؟ اس لیے بہنوں کے نام ان کا حصہ کر دینا چاہیے۔ سال دو سال کے بعد اگر وہ اپنے بھائی کو دینا چاہیں تو ان کی خوشی ہے۔ ورنہ موجودہ صورت حال میں وہ خوشی سے نہیں چھوڑتیں بلکہ رواج کے تحت مجبوراً چھوڑتی ہیں۔

اگر کسی بہن نے اپنا حصہ واقعتاً خوشی سے چھوڑ دیا ہو، تو اس کی اولاد کو مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں، کیونکہ اولاد کا حق ماں کی وفات کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ ماں کی زندگی میں ان کا ماں کی جائیداد پر کوئی حق نہیں۔ اس لیے اگر وہ کسی کے حق میں دستبردار ہو جائیں تو اولاد اس کو نہیں روک سکتی۔ ﴿51﴾

وراثت کی جگہ لڑکی کو جہیز دینا

سوال نمبر42:

جہیز کی لعنت اور وباء سے کوئی محفوظ نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہم جہیز کی شکل میں اپنی بیٹی کو "وراثت" کی رقم دے دیتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ باپ اپنی زندگی میں ہی وراثت بیٹی کو دے دے۔ جہیز کے نام پر اور اس کے بعد اس سے سبکدوش ہو جائے؟

جواب:

وراثت تو والدین کے مرنے کے بعد ہوتی ہے زندگی میں نہیں۔ البتہ اگر لڑکی اس جہیز کے بدلے اپنا حصہ چھوڑ دے تو ایسا کر سکتی ہے۔ ﴿52﴾

لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو جہیز دیتا ہے اور اس کے بدلہ میں اسے (اس

کی رضا کے بغیر) اس کے حقِ وراثت سے محروم کر دیتا ہے، تو بروز قیامت اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔ کیونکہ جہیز دینا کوئی ضروری امر نہیں، جبکہ بیٹی کو اس کا حق وراثت دینا لازم وضروری ہے۔ اس غلط فکر سے معاشرہ کو پاک کرنا بے حد ضروری ہے۔

ماں کی وراثت میں بھی بیٹیوں کا حصہ ہے

سوال نمبر43:

ہماری والدہ کا انتقال ہوئے تقریباً ساڑھے آٹھ سال ہو چکے ہیں۔ ہم ۴ بہنیں اور ۲ بھائی ہیں، ہماری والدہ کے ترکہ پر ہمارے والد صاحب اور بھائیوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ تمام جائیداد اور کاروبار سے والد اور بھائی مالی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہم بہنیں جب والد صاحب سے اپنا حصہ مانگتی ہیں تو کہتے ہیں کہ بیٹیوں کا ماں کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، یہ سب میرا ہے۔

جواب:

آپ کے والد کا یہ کہنا غلط ہے کہ ماں کی وراثت میں بیٹیوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ بیٹیوں کا حصہ جس طرح باپ کی میراث میں ہوتا ہے اسی طرح ماں کی میراث میں بھی ہوتا ہے۔ آپ نے جو صورت لکھی ہے اس پر آپ کی والدہ کا ترکہ 32 حصوں پر تقسیم ہوگا، 8 حصے آپ کے والد کے ہیں 6,6 دونوں بھائیوں کے اور 3,3 چاروں بہنوں کے۔ ﴿53﴾

والد سے والدہ کے پاس فرار ہو جانے والی اولاد کا میراث میں حصہ

سوال نمبر44:

زید نے تین شادیاں کیں، پہلی اور دوسری بیوی زندہ نہیں ہیں اور تیسری

بیوی مطلقہ ہے۔ مطلقہ بیوی کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی زید کی زندگی میں ہی فرار ہو کر اپنی والدہ کے پاس چلے گئے تھے اور زید کی موت کے وقت ان کو تقریباً سات سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ کیا ان دونوں بہن بھائیوں کو زید کے ترکہ میں سے کچھ ملے گا یا نہیں، جبکہ زید کی دوسری اولاد کے علاوہ اس کی والدہ بھی زندہ ہے۔

جواب:

لڑکے اور لڑکی کا والد سے فرار ہو کر والدہ کے پاس چلے جانا، حق وراثت زائل نہیں کرتا، لہٰذا (زید کی) دوسری اولاد کی طرح وہ بھی (اس کے ترکہ کے) وارث ہیں۔ ﴿54﴾

اگر کوئی وارث دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر ترکہ کو خیرات وغیرہ میں خرچ کر ڈالے تو اس پر تاوان لازم ہوگا

سوال نمبر45:

متوفی حسن ولد علی محمد کے دو بھائی باپ سے مسمی، محمد حسین، قاسم علی اور ایک بہن باپ سے مسماۃ زینب بنت علی محمد ہیں۔ قاسم علی نے حسن کے ترکہ سے خدا واسطے دو دیگیں چاولوں کی، دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر خیرات کر دیں تو اس کی خیرات جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

دوسرے وارثوں کی اجازت کے بغیر خیرات کرنا جائز نہیں، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ جتنا مال خیرات کے نام پر اڑا دیا ہے، وہ سب دیگر وارثوں کے سپرد کرے یعنی اس کا معاوضہ پورا پورا ادا کرے۔ قرآن حکیم، حدیث شریف اور فقہ حنفی وغیرہ کا یہی حکم ہے۔ ﴿55p'﴾

کسی رواج کی وجہ سے حصہ وراثت ساقط نہیں ہوتا

سوال نمبر46:

کیا فرماتے ہیں، علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ سمندا
پھ ورثاء کی موجودگی میں فوت ہوا۔ مگر مال تقسیم نہ ہوا اور رواج کے مطابق
بوی کے قبضہ میں ہی رہا۔ اب وہ بھی فوت ہوگئی اور یہ وصیت کرگئی کہ یہ کل
ل مسجد کو دیا جائے تو کیا سمندا کے دوسرے ورثاء اپنے حقوق سے محروم ہیں یا
پنا اپنا حق لے سکتے ہیں؟

جواب:

قرآن کریم نے حصہ مالِ وراثت کو نصیباً مفروضاً فرمایا ہے تو وہ
.واج وغیرہ سے ساقط نہیں ہوسکتا، لہٰذا سمندا کے ورثاء اپنے حصے لے سکتے ہیں
ور وصیت صرف بیوی کے اپنے حصے سے (جو کل مال کی چوتھائی ہے) نافذ
ہوگی اور اس کا بھی صرف تیسرا حصہ مسجد کا حق بنے گا کہ والثلث کثیر ہاں
گر بالغ وارث اپنی خوشی سے اپنے اپنے حصے مسجد میں لگا دیں تو جائز ہے۔ مگر
کسی نابالغ کا حصہ یا بلا رضا بالغ کا حصہ لگانا جائز نہیں، کہ مسجد پر مال طیب ہی
لگایا جاسکتا ہے۔ ﴿56﴾

اغواء کردہ عورت کا وراثت میں حصہ

سوال نمبر47:

جمال متوفی نے ایک عورت منکوحہ اور ایک لڑکی چھوڑی ہے۔ علاوہ
ازیں اس نے ایک عورت جو اغواء کر کے لایا تھا، جس کا نکاح کسی اور کے ساتھ
ہے، اس کو بھی چھوڑا ہے اور عورت منکوحہ تقریباً سات سال سے اس کے پاس نہیں

رہی بلکہ اپنے میکے رہی تو شرعاً اس کی وراثت کا حق کس کو ہے؟ نیز متوفی جمال کی تین ہمشیرہ ہیں، دو حقیقی اور ایک سوتیلی، اور ان دو حقیقی بہنوں میں سے ایک دین اسلام چھوڑ کر الگ ہوگئی اور متوفی کا باپ، ماں اور بھائی موجود نہیں ہے۔

جواب:

از روئے شریعت مطہرہ جمال متوفی کے وارث اس کی منکوحہ عورت بیٹی اور سگی بہن ہیں۔ آپس کے نزاع یا عورت کے میکے چلے جانے سے اس کا حق سلب نہیں ہوسکتا، جب تک طلاق کا صحیح ثبوت نہ ملے اور دوسری اغواء کردہ عورت کا قطعاً یقیناً کوئی کسی قسم کا حق نہیں ہے۔ اور سوتیلی بہن اور دین اسلام سے الگ ہونے والی بہن، ان دونوں کا بھی کوئی حق نہیں۔ یہ احکام شریعت مطہرہ، قرآن کریم، حدیث شریف اور کتب مذہب میں صراحۃً بلا شک وشبہ موجود ہیں۔ ﴿57﴾

بیوی ایک ہو یا زیادہ صرف آٹھویں حصہ ہی کی حقدار ہے

سوال نمبر48:

عبدالرحمٰن فوت ہوگیا ہے اور دو لڑکے، تین لڑکیاں اور دو بیویاں چھوڑ گیا ہے، دونوں بیویوں کو از روئے شریعت ترکہ میں سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

جواب:

عورت کو ترکہ میں سے از روئے شریعت آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ جس طرح کہ قرآن مجید میں موجود ہے: فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصية توصون بها او دين۔ (النساء۴:۴)

یعنی اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کی (بیویوں) کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے جو وصیت تم کر جاؤ اور دین (قرض) نکال کر۔ برابر ہے کہ

بیوی ایک ہو یا زیادہ ہوں۔ (یعنی کہ دونوں بیویاں آٹھویں حصہ میں برابر کی شریک ہوں گی)۔ ﴿58﴾

طلاق شدہ عورت کا شوہر کے ترکہ میں حصۂ وراثت

سوال نمبر49:

جس عورت کو اس کا شوہر اپنی زندگی میں طلاق دے دے، کیا وہ مطلقہ عورت اس (شوہر) کی وفات کے بعد اس کے ترکہ سے حصہ پائے گی یا نہیں؟

جواب:

اگر کسی عورت کو اس کا خاوند طلاق دیکر فوت ہو گیا، تو اس کی تین صورتیں ہیں:

❶ ۔۔۔کسی عورت کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی دی اور عدت گزرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا، تو چونکہ حکماً نکاح قائم ہے اس لیے ''معتدہ رجعیہ'' عدت کے اندر اندر وراثت کی حقدار ہوگی اور اگر شوہر کا انتقال عدت ختم ہونے کے بعد ہوا اور اس نے عدت کے دوران رجوع بھی نہیں کیا تو اسے وراثت نہیں ملے گی۔

❷ ۔۔۔اگر کسی شخص نے اپنی ''مرض الموت'' میں بیوی کو طلاق بائن یا ''مغلظہ'' دی اور عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا تو وہ معتدہ شوہر کی وراثت پائے گی کیونکہ ''مرض الموت'' کی طلاق کو شوہر کی بدنیتی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

❸ ۔۔۔اگر عام حالات میں کسی شخص نے اپنی بیوی کو ''طلاق بائن یا مغلظہ'' دی اور قضاء الٰہی سے کسی اچانک بیماری یا حادثے کے نتیجے میں بیوی کی عدت کے دوران ہی اس کا انتقال ہوگیا تو وہ وارث نہیں بنے گی۔ ﴿59﴾

اگر بیوی فوت ہوگئی اور مہر شوہر کے ذمہ ہے تو وہ اسے کس کو دے؟

سوال نمبر50:

میاں عبدالقادر کی زوجہ مسماۃ آسیہ بی بی فوت ہو چکی ہے۔ متوفیہ کا حق مہر میاں عبدالقادر کے ذمہ ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اب میاں صاحب مہر کس کو دیں؟

جواب:

حق مہر اگر ادا نہیں کیا گیا تو وہ بھی ترکہ میں داخل ہے اور اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ ﴿60﴾

مرض الموت سے پہلے مکان وغیرہ لکھ کر چھوٹے بھائی کو ہبہ کر دیا تو دیگر ورثاء کا اس میں حق ہے یا نہیں؟

سوال نمبر51:

زید نے مکان وغیرہ کا ہبہ نامہ اپنے چھوٹے حقیقی بھائی کے نام لکھ کر اور مکان اسی بھائی کو سونپ کر حج کرنے چلا گیا واپس آنے کے بعد کچھ عرصہ علیل رہ کر فوت ہو گیا۔ چھوٹے بھائی کو قبضہ کیے ایک سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ صورت مذکورہ میں یہ ہبہ درست ہے یا نہیں؟ اور چھوٹے بھائی کے علاوہ اور وارثوں کو زید کی وفات کے بعد مکان میں حقدار بننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

صورت مسئولہ میں اگر ہبہ کی ساری شرائط پائی گئیں تو ہبہ صحیح ہو گیا۔ زید کی وفات کے بعد چھوٹے بھائی کے علاوہ دیگر ورثاء کا اشیاء موہوبہ میں حق نہیں ہے۔ ﴿61﴾

اگر بیوہ زنا کی مرتکبہ ہو تو کیا اسے شوہر کے ترکہ سے حصہ ملے گا؟

سوال نمبر52:

مسماۃ ہندہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد مرتکبۂ زنا ہوئی، کیا اس حالت میں وہ شریعت مطہرہ کے مطابق وراثت اور مہر سے محروم ہوگی یا نہیں؟ حالانکہ اسلام میں زانیہ منکوحہ کو رجم کرنے کا حکم ہے۔

جواب:

بدکرداری ارث (وراثت) سے محروم نہیں کرتی، ورنہ صرف وہی ترکہ پاتا جو ایسا متقی ہوتا، جس سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہ ہوتا۔ کفر ایسی چیز ہے کہ اس سے حکماً رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور یوں وارث اِرث سے محروم ہو جاتا ہے۔ بے شک زنائے محصنہ کے لیے رجم ہے اگر رجم ہوتی اور اس سے مر جاتی تو شوہر کی زندگی میں مرنے سے شوہر کا ترکہ نہ پاتی، کہ ترکہ تو شوہر کے بعد ہوگا اور وہ شوہر کے سامنے مر گئی۔ مگر جب کہ یہاں اسے سزائے رجم نہیں دی جا سکتی، وہ زندہ ہے اور شوہر مر گیا۔ تو چونکہ کوئی گناہ، اِرث سے محروم نہیں کرتا (اس لیے) زنا بھی محرومیٔ ارث کا سبب نہ ہوگا۔ لہٰذا (بیوہ) ترکہ کی مستحق ہے اور مہر، وہ تو بہر حال عورت کو دیا ہی جائے گا اگرچہ شوہر کی زندگی میں خود یا رجم سے مرے۔ ﴿62﴾

اولاد کا باپ سے تقسیم وراثت کا مطالبہ کرنا

سوال نمبر53:

میرا نام ریحانہ پروین بنت محمد ہاشم خان ہے اور والدہ کا نام انوری بیگم ہے۔ میرے والد صاحب، حیات ہیں، انہوں نے اپنی جائیداد فروخت کر دی ہے، جس سے ان کو کل رقم ایک کروڑ ۸۰ لاکھ روپے ملے ہیں، اس رقم کی تقسیم

قرآن وسنت کی روشنی میں کس طرح ہونی چاہیے، ہم چھ بہنیں اور تین بھائی ہیں۔ والدہ بھی حیات ہیں اور ہمارے والد صاحب کا کاروبار بھی ٹھیک ہے۔

نوٹ: ہم سب بہنوں کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ ہم اپنا حصہ طلب کرنا چاہتی ہیں۔ ہمیں اپنا حصہ لینا چاہیے اور کس حساب سے لینا چاہیے اور ہمارے والد صاحب کا اس مسئلے میں کیا حصہ بنتا ہے اور ہمارے والد صاحب کو یہ رقم، ہم سب بہن بھائیوں میں کس طرح تقسیم کرنی چاہیے۔ مہربانی فرما کر (ہم چھ بہنوں کا حق کیا ہونا چاہیے) بیان فرمائیے۔

جواب:

کسی شخص کی زندگی میں، اس کا ترکہ یا وراثت تقسیم نہیں ہوتی، وہ اپنے مال کا مالک ومختار ہے، جیسا چاہے اپنے مال میں تصرف کرے۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنے مال کا کچھ حصہ اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، تو شریعت کی رو سے، مستحسن امر یہ ہے کہ وہ تمام اولاد کو مساوی طور پر دے، مگر یہ تقسیم وراثت نہیں کہلائے گی بلکہ ''ہبہ'' کہلائے گا اور ''ہبہ'' میں اولاد کے درمیان مساوات کی ترغیب دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک ہے: ''نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ حضرت بنت رواحہ نے ان کے والد سے درخواست کی کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ ان کے بیٹے (حضرت نعمان) کو ہبہ کر دیں، میرے والد نے ایک سال تک یہ معاملہ ملتوی رکھا، پھر انہیں اس کا خیال آیا، میری والدہ نے کہا میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ تم میرے بیٹے کے ہبہ پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ کرلو، میرے والد میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ اس وقت میں نوعمر لڑکا تھا، انہوں نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! اس کی ماں بنت رواحہ یہ چاہتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کو اس چیز پر گواہ کرلوں، جو میں نے اپنے اس لڑکے کو ہبہ کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، اے بشیر! کیا اس کے علاوہ تمہاری اور بھی اولاد ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے سب کو اتنا ہی مال ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے گواہ نہ بناؤ، کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔''

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۴۱۰۴، ج: ۷، مطبوعہ نزار مصطفیٰ الباز الریضا، مکۃ المکرمہ)

مذکورہ حدیث سے واضح ہوا کہ جب کوئی شخص اپنی حیات میں اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرے تو تمام اولاد کے درمیان مساوات کو روا رکھے۔ تاہم باپ کی زندگی میں اولاد کو اس سے یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنی وراثت تقسیم کر دیں، کیونکہ ابھی تو ماشاء اللہ وہ حیات ہیں اور ان کا مال ترکہ تو ان کے انتقال پر بنے گا، اس وقت جو شرعی ورثاء موجود ہوں گے، وہ حسب احکامِ شریعت اپنے اپنے حصے کے حقدار ہوں گے۔ ﴿63﴾

اپنی زندگی میں ہی اپنا مال تقسیم کرنا

سوال نمبر54:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی زندگی میں ہی اپنی جائیداد اپنے وارثوں پر تقسیم کر دینا چاہتا ہے۔ اگر وہ وراثت میں بیٹوں کے مقابلہ میں ان بچیوں کو کچھ زیادہ دے دے جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے، تو وہ عندالشرع گناہگار یا قابل گرفت تو نہیں ہوگا؟ ایک دوسری بچی اس کے یہاں کام کرتی ہے اس کی شادی کے لیے وہ اپنی جائیداد سے کچھ دینا چاہتا ہے، اس میں دیگر وارثوں کی حق تلفی تو نہیں ہوگی؟ اس کی دو بیویاں ہیں، دوسری کے مقابلہ

میں ایک کثیرالاولاد ہے،اس کا لحاظ کرتے ہوئے اگر دوسری کے مقابلہ میں اسے کچھ زیادہ حصہ دے دے تو وہ شخص عندالشرع قابل مواخذہ تو نہیں ہوگا؟

جواب:

شریعت مطہرہ کا اصول یہ ہے کہ ترکہ مورث کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے اور شریعت میں تقسیم ترکہ کا باضابطہ اصول (حصص وسہام) مقرر ہے، نہ اس سے کم کسی کو مل سکتا ہے نہ زیادہ۔ لیکن مرنے سے پہلے ہر شخص اپنی جائیداد کا مالک ومختار ہے۔ جس کو جس قدر چاہے دے اور یہ اختیار مرض الموت سے پہلے پہلے تک رہتا ہے۔ مرض الموت سے پہلے اگر کوئی باپ اپنے بیٹے، بیٹیوں میں اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہے تو اسے بیٹا، بیٹی دونوں کو برابر دینا چاہیے۔علامہ طحاوی نے معانی الآثار میں اس حدیث کو نقل فرمایا: **یعطی الابنة مثل مایعطی الابن** (بیٹی کو بیٹے کی مثل دیا جائے گا)۔فقہاء کرام نے اسی ارشاد کو مفتیٰ بہ بتایا ہے۔ ہاں جو اولاد دینداری اور فرمانبرداری میں زیادہ ہو تو اس کو دوسرے بیٹوں اور بیٹیوں سے کچھ زیادہ دے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اسی طرح جو بچی خدمت خانہ پر مامور ہے، اگر اس کی شادی بیاہ کے لیے کچھ جائیداد کا حصہ مخصوص کر دیا جائے تو مالک جائیداد کے لیے کچھ مضائقہ نہیں ، بلکہ وہ عنداللہ، ثواب کا مستحق ہوگا۔ جو بیوی کثیرالاولاد ہے اسے بھی نسبتاً کچھ زیادہ دے دینے میں حرج نہیں۔ البتہ کسی اولاد کو بالکل محروم کر دینا یا کسی کو بہت زیادہ دے دینا ظلم کے مترادف ہے۔ جس سے بچنا لازم ہے۔﴿64﴾

بیوہ کی شادی سے اس کا حق وراثت باطل نہیں ہوتا

سوال نمبر55:

میرے والد صاحب ۱۹۸۸ء میں فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے نقد رقم کے علاوہ کچھ جائیداد بھی ترکہ میں چھوڑی ہے، والد صاحب کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی والدہ نے دوسرا نکاح کر لیا، اب وہ والد صاحب کے جملہ ترکہ میں اپنے حصہ کا مطالبہ کر رہی ہیں، تو کیا شرعاً والدہ کا اس ترکہ میں حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ جبکہ انہوں نے نکاحِ ثانی بھی کر لیا ہے۔

جواب:

میاں بیوی کا رشتہ موجبِ ارث ہے، خاوند کی وفات کے بعد وہ ترکہ میں حصۂ شرعی کی حقدار ہے، عدت گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کرنے سے میراث میں حصہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لیے آپ کی والدہ کا اپنے مرحوم خاوند کے ترکہ میں حصۂ شرعی کا دعویٰ صحیح ہے جو کہ اس کو دینا چاہیے۔ ﴿65﴾

وارث کے لیے وصیت کرنا کیسا؟

سوال نمبر56:

ایک شخص نے اپنی زندگی میں اپنے کل مال کی وصیت، پوتے کے لیے کر دی جبکہ اس کی پوتیاں اور بہنیں بھی موجود ہیں، تو کیا یہ وصیت شرعاً درست اور نافذ العمل ہوگی یا نہیں؟

جواب:

(میت کے) ورثاء کے حقوق، قانونِ وراثت کے مطابق متعین ہیں اور مورث (میت) ورثاء کو وصیت کر کے اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی کا حق نہیں رکھتا، جس وارث کے لیے وصیت کی جائے اس کی تنفیذ دوسرے ورثاء کی اجازت پر

موقوف ہوگی اور اگر دیگر ورثاء اجازت نہ دیں تو وصیت کالعدم رہے گی، تاہم بصورتِ اجازت (ورثاء) وصیت پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔﴿66﴾

یعنی بغیر کسی شرعی وجہ کے کسی وارث کو میراث سے محروم کرنا، ناجائز اور باعث گناہ ہے، جس طرح کہ حدیث مبارکہ ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اکرم ﷺ ارشاد فرمارہے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ نے (ترکے میں سے) ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے تو اب وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔﴿67﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث (پہنچنے سے) راہِ فرار اختیار کرے، اللہ تعالیٰ اس کی میراث جنت سے قطع کردے گا۔﴿68﴾

سسر، ساس، دیور، دیورانی، جیٹھ، جیٹھانی، نند اور نندوئی کا وراثت میں حصہ

سوال نمبر57:

کیا زوجہ کی وراثت میں اس کے سسر، ساس، دیور، دیورانی، جیٹھ، جیٹھانی، نند اور نندوئی کا حصہ ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:

شوہر کے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہم زوجہ کے حق میں محض اجنبی ہیں، لہٰذا زوجہ کی وراثت میں اس کے سسر، ساس، دیور، دیورانی، جیٹھ، جیٹھانی، نند اور نندوئی کا کوئی حصہ نہیں۔﴿69﴾

کیا متوفیہ کی تجہیز و تکفین فاتحہ، سوم اور چہلم کے مصارف اس کی متروکہ جائیداد سے ادا کیے جائیں گے؟

سوال نمبر 58:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے انتقال کیا۔ اس کے ایک وارث نے اس کی تجہیز و تکفین، فاتحہ، سوم اور چہلم کے مصارف اپنے مال سے کیے۔ ہندہ کے مالِ متروکہ سے یہ تمام اخراجات یا بعض لیے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:

صرف مصارف تجہیز و تکفین' ہندہ کے مالِ متروکہ سے لیے جا سکتے ہیں۔ بقایا فاتحہ سوم اور چہلم وغیرہ کے اخراجات اس کے ترکہ سے منہا نہیں کیے جا سکتے۔ ﴿70﴾

ایک یا دو اشخاص کا دیگر ورثاء کی موجودگی میں تمام جائیداد پر قابض ہو جانا

سوال نمبر 59:

عرض یہ ہے کہ میرے والدین کا انتقال ہو چکا ہے۔ والد کا فیڈرل بی ایریا میں ڈبل اسٹوری مکان ہے، جس میں اوپر نیچے دو بھائی رہتے ہیں، ہم کل آٹھ بہن بھائی (تین بھائی اور پانچ بہنیں) ہیں، باقی بھائی بہنوں کی خواہش ہے کہ انہیں ان کا حصہ دے دیا جائے، جب بڑے بھائی سے میں نے کہا کہ تم ماں باپ کے مرنے کے بعد اس مکان میں ناجائز رہ رہے ہو، اس میں سب کا حق ہے تو اس نے کہا کہ فتویٰ لے آؤ، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں فتویٰ دے دیں۔

جواب:

اگر سائل کا بیان درست ہے اور ورثاء وہی ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں، تو ترکے میں سے تقسیم وراثت سے پہلے کے واجبات (مصارف تکفین و تدفین، ادائیگی قرض اگر کوئی تھا اور تہائی ترکے کی حد تک تنفیذِ وصیت اگر متوفی نے کی ہو) شرعی ترتیب کے مطابق ادا کرنے کے بعد بقیہ ترکہ "لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْاُنْثَیَیْنِ" (ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے، النساء ۴:۱۱) کے تحت تقسیم ہوگا۔ یہ درست ہے کہ ترکہ تمام ورثاء کے درمیان اصولِ وراثت کے قوانین کے مطابق جلد تقسیم ہو جانا چاہیے تھا اور اس ترکے میں تمام ورثاء کا حصہ ہے، کسی بھی وارث کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ متوفی کے ترکے کے 11 حصے ہوں گے، ہر بھائی کو 2 حصے اور ہر بہن کو 1 حصہ ملے گا۔ جب تمام ورثاء اپنے حصے کے طلبگار ہوں تو کسی ایک یا دو، ورثاء کا زبردستی دوسروں کے حصے پر غاصب و قابض بن کر رہنا درست نہیں ہے۔﴿71﴾

اگر کوئی بھائی کسی (بہن) بھائی کا حق مارے گا تو سخت گناہگار اور مستحق عذاب نار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیسے کی مالیت کے بدلے میں سات سو نماز با جماعت کا ثواب دینا پڑے گا۔ اگر نمازوں کا ثواب نہیں ہوگا تو دیگر نیکیوں کا ثواب دینا پڑے گا۔ اگر دوسری نیکیاں بھی اس کے پاس نہیں ہوں گی تو حقدار کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔﴿72﴾

اولاد کو عاق کرنے کی شرعی حیثیت

سوال نمبر60:

اگر کوئی شخص اپنے بیٹے یا بیٹی سے ناراض ہو اور اس ناراضگی کی وجہ سے اخبار وغیرہ میں بذریعہ اشتہار اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد سے اسے عاق کرنے کا اعلان کر دے، تو کیا باپ کی وفات کے بعد عاق شدہ بیٹا/بیٹی میراث کا حقدار بن سکتا/سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:

وراثت ایک اضطراری حق ہے کوئی شخص اپنی طرف سے اس حق کو زائل یا

ختم نہیں کرسکتا، اس لیے باپ کے مرنے کے بعد عاق شدہ بیٹا بھی میراث کا حقدار ہے، تاہم اگر یہ شخص اپنی زندگی ہی میں اپنی جملہ جائیداد اور منقولہ سرمایہ اپنے ورثاء میں تقسیم کر دے اور ان کو باضابطہ مالک بنا دے تو اس صورت میں باپ کے مرنے کے بعد عاق شدہ بیٹا حقِ ارث (وراثت) کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ ﴿73﴾

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "بے علموں کے ذہن میں یہ ہے کہ جس طرح عورت کا علاقۂ زوجیت قطع کرنے کے لیے شرع مطہر نے طلاق رکھی ہے کہ اس کا اختیار بدست شوہر ہے اور اس کے لیے کچھ الفاظ ہیں کہ جب شوہر سے صادر ہوں طلاق واقع ہو، یوں ہی اولاد کا علاقۂ ولدیت قطع کرنے کے لیے عاق کرنا بھی کوئی شرعی چیز ہے، جس کا اختیار بدستِ والدین ہے اور اس کے لیے بھی کچھ الفاظ مقرر ہیں کہ والدین ان کا استعمال کریں، تو اولاد عاق ہو کر ترکہ سے محروم ہو جائے۔ مگر یہ محض تراشیدہ خیال ہیں جس کی اصل شرع مطہر میں اصلاً نہیں، نہ علاقۂ ولدیت وہ چیز ہے کہ کسی کے قطع کیے منقطع ہو سکے، مگر معاذ اللہ بحالتِ ارتداد و العیاذ باللہ تعالیٰ۔

شرع میں عقوق، ناحق نافرمانیِ والدین کو کہتے ہیں کہ یہ کارِ اولاد ہے، جو شخص اپنے ماں باپ کا حکم بے عذرِ شرعی نہ مانے گا یا معاذ اللہ انہیں آزار پہنچائے گا، وہی عاق ہے اگرچہ والدین اسے عاق نہ کریں بلکہ اپنی فطری محبت سے دل میں ناراض بھی نہ ہوں، مگر کوئی شخص عاق ہونے کے سبب ترکہ سے محروم نہیں ہو سکتا اور جو فرمانبرداری والدین میں مصروف رہے اور وہ بے وجہ اس سے ناراض رہیں یا بحکم لاطاعة لاحد فی معصية الله تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی میں کسی کی بات نہیں مانی جائے گی) کسی مخالف شرع بات میں ان کا کہا نہ مانے اور وہ اس سبب سے ناخوش ہوں، تو ہرگز عاق نہیں اور اگر کوئی شخص لاکھ بار اپنی فرمانبردار خواہ نافرمان بیٹے کو کہے کہ "میں نے تجھے عاق کیا" یا "اپنے ترکہ سے محروم کردیا" تو نہ اس کا یہ کہنا کوئی نیا اثر پیدا کرسکتا ہے نہ وہ بدیں وجہ ترکہ سے محروم ہو سکے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے (یعنی اسے میراث سے حصہ نہ دے تو) اللہ تعالیٰ اس کی میراث جنت سے قطع کردے گا۔" (ابن ماجہ) ﴿74﴾

کسی کو وارث قرار دینے یا نامزد کرنے سے قانوناً دیگر ورثاء کا استحقاق وراثت ختم نہ ہوگا

سوال نمبر61:

زید کا انتقال ہو چکا ہے وہ اپنی کمپنی کا تنخواہ دار مینجنگ ڈائریکٹر تھا۔ ہر ماہ اس کی تنخواہ سے کٹوتی ہوتی تھی، جو اسے ریٹائرمنٹ کے بعد ملنی تھی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس نے کٹوتی والی رقم کے لیے اپنی بیوی کا نام درج کرایا تھا، کیا وہ رقم فقط اس کی زوجہ کو ملے گی یا دیگر ورثاء بھی اس میں حصے دار ہوں گے؟

جواب:

قانون کی رو سے کسی کو وارث قرار دینے سے یا نامزد کرنے سے دیگر ورثاء کا استحقاق وراثت ختم نہیں ہوتا بلکہ حکم شرعی یہ ہوگا کہ زید مرحوم کا جمع کیا ہوا جتنا روپیہ ہے وہ تمام ورثاء میں شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ (یعنی جمع شدہ رقم فقط مرحوم کی بیوی کو نہیں ملے گی بلکہ اس کے تمام ورثاء میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگی)۔ ﴿75﴾

حصۂ وراثت سے قرض کی وصولی

سوال نمبر62:

والد مرحوم کی وراثت تقسیم ہونے سے پہلے ہم نے اپنے خرچ پر چھوٹے بھائی کی شادی کی، اب وراثت کی تقسیم کے بعد ہم چھوٹے بھائی کے حصہ سے اس کی شادی کے اخراجات وصول کرنا چاہتے ہیں، کیا یہ ہمارے لیے شرعاً جائز ہے؟

جواب:

اگر مشترکہ خاندان نہ ہو اور سب کی آمدنی الگ الگ رہتی ہو، تو اگر یہ اخراجات آپ نے قرض کے طور پر خرچ کیے ہیں، تو قرض وصول کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر مشترکہ خاندان ہو۔ تمام بھائیوں کی آمدنی یکجا جمع ہو یا الگ تو ہو لیکن قرض کی صراحت نہ ہو، تو ان صورتوں میں وصول کرنا ناجائز ہے، سوائے اس کے کہ بھائی خود ادا کردے۔ ﴿76﴾

خواتین کی جائیداد

سوال نمبر63:

شادی سے قبل لڑکی کی کمائی ہوئی جائیداد، شادی کے بعد لڑکی کی ہوتی ہے یا والدین کی؟ جبکہ جائیداد لڑکی کے نام ہے اور اس جائیداد کو لینے یا بنانے میں والد صاحب کا بھی کچھ پیسہ خرچ ہوا ہے اور اب والد صاحب حیات نہیں، کتاب وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں؟

جواب:

اسلامی حدود میں رہتے ہوئے خواتین بھی تجارت اور کاروبار وغیرہ میں حصہ لے کر دولت و جائیداد حاصل کر سکتی ہیں اور یہ جائیداد جو انہوں نے اپنی

محنت و کمائی سے حاصل کی ہو، ان کی اپنی سمجھی جائے گی، شرعاً والدین یا شوہر کا اس میں کچھ اختیار نہ ہوگا، چاہے یہ کمائی شادی سے پہلے کی ہو یا شادی کے بعد کی، جائیداد کے حصول میں والد صاحب کا پیسہ اگر بطور قرض کے لگا ہو تو وہ واجب الادا ہوگا، والد صاحب کے نہ ہونے کی صورت میں ان کے ترکہ میں شامل کر کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا، اگر یہ قرض نہ ہو بلکہ ہدیہ و تحفہ یا مالی اعانت کے طور پر ہو تو اس کو لٹانا بھی ضروری نہیں۔ جائیداد جب لڑکی کے نام ہے تو وہ بہر حال لڑکی ہی کی سمجھی جائے گی۔ ﴿77﴾

جائیداد میں بہو کا حصہ

سوال نمبر64:

میرے خاوند ایئر فورس میں ملازمت کے دوران انتقال کر گئے، اولاد میں صرف تین لڑکیاں ہیں، میں نے دوسری شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا، شوہر کی پنشن پر گزارہ کرتی ہوں، اب بچیاں بڑی ہیں اور سکول جاتی ہیں، اس لیے پنشن پر گزارہ مشکل ہے۔ میرے خاوند کے نام کوئی جائیداد نہیں، البتہ ان کے والد (میرے سسر) کے نام سات ایکڑ زمین ہے۔ لیکن وہ ایسے ہیں کہ ایک کوڑی بھی شاید نہ دیں کیا مجھے یا میری بچیوں کو شرعاً اس زمین میں حصہ مل سکتا ہے؟

جواب:

آپ کے سسر اگر اپنی زندگی میں آپ کو یا آپ کی بچیوں کو کچھ دے دیں تو انہیں اس کا اختیار ہے۔ لیکن ان کے انتقال کے بعد ان کی جائیداد میں شرعاً آپ کا یا آپ کی بچیوں کا کوئی حق نہیں، اس لیے کہ شرعاً بہو وارث نہیں، نہ آپ کی بچیوں کو اس صورت میں حصہ مل سکتا ہے کہ آپ کے سسر کی کوئی اور

اولاد نہ ہو، کیونکہ اولاد کی موجودگی میں پوتا، پوتی، دادا کی وراثت سے محروم ہو جاتے ہیں (البتہ غیر وارث کے لیے، چاہے وہ کوئی بھی ہو رشتہ دار یا اجنبی، مرنے سے قبل ایک تہائی جائیداد کے اندر وصیت جائز ہے، اس لیے مستحب یہ ہے کہ آپ کے سسران بے سہارا بچیوں کا خیال کرتے ہوئے تہائی کی حد میں رہتے ہوئے کچھ وصیت کر جائیں)۔ ﴿78﴾

ترکے کی تقسیم موجودہ قیمت کے مطابق

سوال نمبر65:

ہمارے والد صاحب مرحوم نے دو شادیاں کی تھیں، دوسری شادی پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد کی۔ پہلی زوجہ سے والد صاحب کا ایک بیٹا تھا، دوسری زوجہ کا انتقال والد صاحب کے انتقال کے بعد ہوا، دوسری زوجہ سے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں۔ والد صاحب نے ترکہ میں دیگر اشیاء کے علاوہ ایک مکان بھی چھوڑا ہے، لہٰذا یہ فرمائیں کہ...

❶ والد صاحب کے مکان کی شرعی تقسیم کس طرح ہوگی؟

❷ مکان کی کون سی قیمت معتبر ہوگی، والد صاحب کے انتقال کے وقت کی یا حالیہ قیمت؟

جواب:

اگر سائل کا بیان درست ہے اور ورثاء وہی ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں اور ترکے میں سے تقسیم وراثت سے پہلے کے واجبات (مصارفِ تکفین وتدفین، ادائیگی قرض اگر کوئی تھا اور تہائی ترکے کی حد تک تنفیذِ وصیت اگر کوئی متوفی نے کی ہو) شرعی ترجیحات کے مطابق ادا کرنے کے بعد بقیہ ترکہ چالیس حصوں میں منقسم ہوگا، مرحوم کی پہلی زوجہ کے بیٹے کو دس حصے، دوسری بیوی کے بیٹے کو بارہ حصے اور تین بیٹیوں کو ۱۸

حصے (ہرایک کو چھ حصے) ملیں گے، مکان چونکہ اب فروخت کیا جائے گا لہٰذا جو قیمت مکان کی اب حاصل ہو گی (حالیہ قیمت) اسے ورثاء کے درمیان اصول وراثت کے قوانین کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ ﴿79﴾

دیت کے طور پر وصول ہونے والی رقم کی تقسیم

سوال نمبر66:

دیت کے طور پر وصول ہونے والی زمین یا رقم کس طرح تقسیم ہو گی؟

جواب:

دیت کے طور پر ملنے والی رقم یا زمین، میت کے تمام ورثاء میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہو گی۔ ﴿80﴾

اگر شوہر عورت کی رخصتی سے قبل فوت ہو جائے تو عورت کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال نمبر67:

ایک شخص کا کسی عورت سے نکاح ہوا مگر عورت کی رخصتی ہونے سے قبل ہی مرد کا انتقال ہو گیا۔ کیا اس صورت میں وہ عورت اس شخص کے ترکہ سے میراث پائے گی یا نہیں؟

جواب:

صورت مسئولہ میں عورت اس مرد کے چھوڑے ہوئے مال سے حصہ پائے گی کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔ ﴿81﴾

نکاح فاسد میں زوجین باہم وارث نہیں ہوتے

سوال نمبر68:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے

ساتھ نکاح کیا اور اس کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کیا، نکاح دوم جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی وہ کیسی ہوگی؟ وہ زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

جواب:

زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح قطعی حرام ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ (حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو)۔ اس سے جو اولاد ہوگی شرعاً اولاد حرام ہے، مگر ولد الزنا نہیں۔ اسے ولد حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔ جب تک اس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی اس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی ولد حلال ہے اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہوگی، وہ شرعاً اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں۔ دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہوئیں، زید کا ترکہ پائیں گی، کہ نسب ثابت ہے۔ ہاں زوجہ ثانیہ ترکہ نہ پائے گی کہ نکاح فاسد ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: وراثت کا استحقاق صحیح نکاح سے ہوتا ہے۔ لہٰذا فاسد یا باطل نکاح سے وراثت کا استحقاق بالاجماع نہ ہوگا۔ (درمختار، ج:۱، ص:۲۰۱، مطبوعہ مجتبائی دہلی) ﴿82﴾

اگر میت، ترکہ میں حرام مال چھوڑے تو اس کا شرعی حکم

سوال نمبر69:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ باپ نے سود وغیرہ حرام مال چھوڑ کر انتقال کیا۔ اب وہ مال لڑکے کے واسطے حلال ہوگا یا نہیں؟ لڑکا حرام خوری میں ناراض تھا۔

جواب:

جس جس شخص کی نسبت معلوم ہو کہ فلاں سے اتنا مال سود یا رشوت یا

غصب یا چوری میں اس کے باپ نے لیا تھا۔ اس پر فرض ہے کہ ترکہ سے اتنا اتنا مال ان لوگوں کو یا ان کے وارثوں کو واپس کردے اگرچہ وہ مال بعینہٖ جدا نہ معلوم ہو۔ جو ان ناجائز طریقوں سے لیا اور جس مال کی نسبت بعینہٖ معلوم ہو کہ یہ خاص وہی مالِ حرام ہے تو فرض ہے کہ اسے مالِ غیر وغصب سمجھے اگرچہ وہ لوگ معلوم نہ ہوں، جن سے لیا تھا۔ پھر بحالتِ علم ان مستحقین یا ان وارثوں کو دے ورنہ ان کی نیت سے فقراء پر تصدق کرے اور اگر اجمالاً صرف اتنا معلوم ہو کہ ترکہ میں مالِ حرام بھی ملا ہے۔ مگر نہ مال متمیز اور نہ ہی مستحق معلوم ہو، تو ایسی صورت میں یہ مال قضا کے طور پر اس کے لیے حلال ہے، لیکن دیانت وتقویٰ کے لحاظ سے زیادہ بہتری پرہیز میں ہے۔ ﴿83﴾

دھوکہ دہی سے منکوحہ کا نکاح ثانی کرنا اور دوسرے شوہر سے بچہ کا حق وراثت

سوال نمبر70:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کا وطن نامعلوم ہے، اگر وہ قسم کھاتی ہے کہ میرا خاوند فوت ہوگیا ہے اور دو لڑکے ایک بیٹی، اس کے ساتھ ہیں، وہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا باپ فوت ہوگیا ہے تو اس کا نکاح کسی شخص سے ہوگیا۔ اس شخص کا ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا خاوند زندہ ہے۔ آیا شوہر اوّل یا شوہر ثانی کے ترکہ سے اس لڑکے کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب:

بصورتِ مرقومہ نسب، لڑکے کا شوہر اوّل سے ثابت ہوگا کیونکہ شوہر اوّل صاحب فراش صحیح کا ہے اور شوہر ثانی صاحب فراش فاسد کا ہے، پس بحالت

تقابل فراش صحیح کو فراش فاسد پر ترجیح حاصل ہوگی اور عمل ہوگا اس حدیث پر "الولد للفراش ای صحیح الفراش" (ابوداؤد، باب الولد الفراش، ص:۳۱۷) جب نسب، ولد کا شوہر اوّل سے ثابت ہوا، تو وارث بھی شوہر اول کا ہوگا، شوہر ثانی کا نہ ہوگا۔ ﴿84﴾

پہلے سے علیحدہ ہونے والے بیٹے کا والد کی وفات کے بعد ترکہ میں حصہ

سوال نمبر71:

ہمارے دادا کے پانچ بیٹے ہیں۔ انہوں نے فوت ہونے سے پہلے اپنی وصیت میں لکھا تھا کہ میرے بڑے بیٹے کے بڑے بیٹے یعنی ان کے پوتے کو، مبلغ پانچ ہزار روپے دے دیئے جائیں اور بیٹے کو کچھ نہ دیا جائے۔ ہوسکتا ہے آپ سوچیں کہ انہوں نے عاق کر دیا ہوگا، ایسی بات نہیں بلکہ ہمارے والد ہمارے داد اکی زندگی میں الگ رہنے لگے تھے۔ اس چیز کو دیکھتے ہوئے انہوں نے صرف پوتے کو وصیت کے ذریعے مستفیض فرمایا۔ اب ہمارے چار چچاؤں میں سے ایک وفات پا چکے ہیں۔ باقی تین چچا اور چوتھے کی اولاد ہمارے دادا کی بیش بہا دولت پر بہ خوش اسلوبی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ عرصہ دو سال پہلے ہم نے اس سنگین مسئلہ پر مفتی صاحب سے فتویٰ لیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ کسی ہوشمند انسان کو شریعت یہ حق نہیں دیتی کہ وہ اپنی اولاد کو اپنی وراثت سے محروم رکھے۔ اس وقت بڑے چچا حیات تھے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے چچا یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بھائی کا حصہ ان کے بیٹے کو دے دیا۔ ان کا کہنا کہاں تک درست ہے؟ آیا ہمارے والد کا جائز حصہ ابھی تک ان پر باقی ہے کہ نہیں؟ وہ دیتے ہیں یا نہیں وہ بعد کی بات ہے۔ اگر

ہے تو کتنا، کیا پوتے کو دیا ہوا پیسہ بھی اس حصہ میں شامل ہوگا؟

اور اگر دادا کے مرنے کے وقت یعنی ۱۹۶۰ء میں کل جائیداد ایک لاکھ روپے کی ہو اور اب وہی جائیداد چاروں چچاؤں کی محنت سے پچیس سے تیس لاکھ روپے کی ہو چکی ہو تو حصہ کس حساب سے ہوگا۔ یعنی ایک لاکھ کا یا موجودہ رقم کا۔ اگر ایک لاکھ کا تو اس وقت سونا بیس روپے تولہ تھا اور اب ۳۴۰۰ روپے تولہ کے قریب ہے۔ برائے مہربانی کتاب وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ ہمارے والد کا حصہ وراثت میں ابھی تک ہے یا نہیں؟

جواب:

آپ کے مرحوم دادا کو اپنے پوتے کے حق میں وصیت کرنے کا تو حق تھا، مگر اپنے بیٹے کو وراثت سے محروم کرنے کا حق نہیں تھا۔ لہٰذا وصیت کے مطابق پوتا تو پانچ ہزار کا حقدار ہے۔ یہ پانچ ہزار اس کو دینا لازم ہے اور باقی ماندہ، کل ترکہ پانچ حصوں پر تقسیم کرنا لازم ہے۔ یعنی باپ کی وصیت کے باوجود بڑا بیٹا اپنے بھائیوں کے برابر کا وارث ہے۔ اگر بھائی اس کو یہ حق نہیں دیتے تو قیامت کے دن دینا پڑے گا۔ آپ کے چچاؤں کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہم نے بھائی کا حصہ اس کے بڑے بیٹے کو دے دیا۔

جو جائیداد ۱۹۶۰ء میں ایک لاکھ کی تھی اور وہ ۱۹۹۱ء میں تیس لاکھ کی ہو گئی تو تیس لاکھ ہی کی تقسیم ہوگی یعنی بڑے بھائی کی اولاد کو تیس لاکھ میں سے پانچواں حصہ دینا پڑے گا۔

آپ کے چچاؤں کی محنت کی وجہ سے جائیداد میں جو اضافہ ہوا، اس میں حق وانصاف کی رو سے دسواں حصہ آپ کے والد کا ہے۔ ﴿85﴾

بیوی کی جائیداد سے بچوں کا حصہ شوہر کے پاس رہے گا

سوال نمبر72:

کیا مذہب اسلام میں بیوی کی چھوڑی ہوئی دولت میں سے بچوں کی بہتر تربیت اور ضرورت پر شوہر پیسوں کو ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ یہ حکم ہے کہ پیسے کو کسی قانونی طریقے سے بچوں کے بالغ ہونے تک ادائیگی کریں۔

جواب:

بیوی کی چھوڑی ہوئی دولت میں سے جو حصہ بچوں کو پہنچے، وہ بچوں کے والد کی تحویل میں رہے گا اور وہی ان کی ضروریات پر خرچ کرنے کا مجاز ہے۔﴿86﴾

خود پسند کی شادی کرنے والی بیٹی کا باپ کی وراثت میں حصہ

سوال نمبر73:

میرے ایک رشتہ دار کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹیوں میں سے ایک بیٹی نے باپ کی زندگی میں اپنی مرضی سے شادی کی۔ اور ایک نے باپ کے انتقال کے بعد شادی اپنی مرضی سے کی۔ کیونکہ اب باپ کا انتقال ہو چکا ہے اور بھائیوں میں سے بڑا بھائی اپنے باپ کی جائیداد کا وارث بن بیٹھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جن دو بہنوں نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے، ان کا باپ کی جائیداد میں کوئی حصہ نہیں۔ حالانکہ وہ دونوں باپ کی حقیقی بیٹیاں ہیں، کیا ان دونوں بیٹیوں کا اپنے باپ کی وراثت میں اسلام کی رو سے حصہ ہے یا نہیں؟

جواب:

جن بیٹیوں نے اپنی مرضی سے شادیاں کیں، ان کا بھی اپنے باپ کی جائیداد میں دوسری بہنوں کے برابر حصہ ہے۔ بڑے بھائی کا جائیداد پر قابض ہو

جانا حرام اور ناجائز ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے باپ کی جائیداد کو دس حصوں پر تقسیم کرے۔ دو دو بھائیوں کو دے اور ایک ایک بہنوں کو۔ ﴿87﴾

ماں باپ کی خدمت اور بہن بھائیوں کی شادی میں جو کچھ خرچ کیا وہ والدین کے ترکہ سے نہیں لے سکتا

سوال نمبر74:

جناب مولوی صاحب! بعد آداب گزارش ہے کہ ہم کل چار بہن بھائی ہیں، ایک ہمشیرہ اور والد صاحب نے ایک عرصہ سے سب کام چھوڑ دیا تھا، جو مجھے میسر آتا تھا حاضر کرتا تھا۔ میری ہمشیرہ نابالغہ تھی اس کی میں نے اپنی محنت سے پرورش کر کے شادی کر دی اور دونوں بھائیوں کی بھی پرورش کر کے شادی کر دی۔ اب جو جائیداد والد صاحب کے وقت کی ہے اسے بہن بھائی طلب کرتے ہیں، اور والد صاحب کے فوت ہونے کے بعد والدہ بھی وفات پا گئیں۔ دونوں کی تجہیز و تکفین کا بندوبست میں نے اکیلے نے کیا اور تقریباً دوسو روپے والد صاحب پر قرض تھے، وہ بھی میں نے ہی ادا کیے۔ بھائی اور بہن، خود بھی اسے تسلیم کرتے ہیں، لہٰذا آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ شرعاً والد اور والدہ کا ترکہ کس کا حق ہے؟

جواب:

سائل نے بیان کیا کہ اس کے باپ نے ماں سے پہلے انتقال کیا۔ دونوں (باپ+ماں) کے وارث یہی تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ اس صورت میں سائل نے جو کچھ اپنے ماں باپ کی خدمت میں صرف کیا وہ کسی سے (اس کے بدلے کچھ) نہ پائے گا، جو اپنے بہن بھائیوں کی شادی اور پرورش میں اٹھایا (خرچ کیا) وہ (بھی) کسی سے نہ ملے گا، ہاں جو کچھ باپ کا قرض ادا کرنے اور بقدر سنت، باپ کے کفن دفن میں اٹھایا (خرچ کیا) وہ باپ کے مال پر اس کا

قرض ہے، پہلے یہ قرض (۲۰۰ روپے + کفن دفن کا خرچ) اور جو قرضہ اس کے باپ کے ذمہ ہو، ادا کر کے باقی تہائی سے اگر باپ نے کچھ وصیت، کسی کے لیے کی ہو نافذ کر کے، باقی کے 8 حصے کریں۔ 1 حصہ ماں اور 2,2 ہر بیٹے کو اور 1 حصہ بیٹی کو۔ اب یہ حصہ جوان کی ماں کو پہنچا۔ سائل بیان کرتا ہے کہ اس کے سوا ماں کا کچھ ترکہ اور نہیں اس میں سے جو کچھ سائل نے ماں کے کفن دفن بقدر مسنون میں اٹھایا، وہ اور جو قرض اس کی ماں پر ہے، ادا کریں۔ اگر کچھ نہ بچے تو ماں کے اس حصہ میں سے دوسرے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کچھ باقی رہے تو اس کی تہائی سے ماں کی وصیت اگر اس نے کی ہو، ادا کر کے باقی کے سات حصے کریں ہر بیٹے کو 2 اور بیٹی کو 1 حصہ دے دیں۔ ﴿88﴾

میت کے بہن بھائی کب محروم ہوں گے؟

سوال نمبر75:

علم میراث میں اگر میت کے بہن بھائیوں کے محروم ہونے کا کوئی اصول ہے تو بیان فرمادیں۔ مہربانی ہوگی۔

جواب:

علم میراث کا یہ اصول ہے کہ میت کے باپ کی موجودگی میں بہن بھائی وارث نہیں ہوتے۔ ﴿89﴾

اسی طرح میت کے بیٹوں کے ہوتے ہوئے بھی میت کے بہن بھائی وارث نہیں ہوتے۔ ﴿90﴾

سوتیلے بیٹے کا ترکہ میں حصہ

سوال نمبر76:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ عورت نے

وفات پائی اور اس نے جو ترکہ چھوڑا، اس میں کچھ تو اس کا ذاتی ہے اور کچھ ایسا ہے، جو اس کے شوہر نے اپنی حیات میں اسے دیا تھا۔ متوفیہ کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ نہ ذوی الفروض میں نہ عصبات میں اور نہ ہی ذوی الارحام میں، غرضیکہ کسی قسم کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے، متوفیہ کے شوہر کا ایک لڑکا پہلی عورت سے ہے اور وہ متوفیہ کے ترکہ کا دعویٰ کرتا ہے۔ آیا متوفیہ کا ترکہ اس لڑکے کو ملنا چاہیے یا نہیں؟ اگر ملنا چاہیے تو متوفیہ کا ذاتی و شوہری دونوں، یا ایک۔ اور اگر نہیں ملنا چاہیے تو پھر وہ ترکہ کسے ملنا چاہیے؟

جواب:

متوفیہ کا کل متروکہ خواہ اس کا ذاتی ہو خواہ شوہر کا دیا ہوا، بعد ادائے دیون وانفاذِ وصایا، تمام وکمال فقرائے مسلمین کا حق ہے، جو کسب (کمانے) سے عاجز ہوں اور ان کا کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو۔

شوہر کا بیٹا اگر فقیر عاجز ہے تو وہ بھی، اور فقرائے عاجزین کے مثل مستحق ہے، ورنہ اس کا اصلاً استحقاق نہیں، نہ متوفیہ کے ذاتی مال میں اور نہ شوہر کے دیئے ہوئے میں۔ ﴿91﴾

وراثت ایک جبری مِلک ہے، اس میں مالک ہونے والے کی رضامندی شرط نہیں

سوال نمبر 77:

غلام مجتبیٰ فوت ہو گیا۔ اس کے ورثاء میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹی جس کی شادی دبئی میں ایک اچھے گھرانے میں ہوئی، کہتی ہے کہ مجھے باپ کی جائیداد میں سے کچھ نہیں چاہیے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس لڑکی (بیٹی) کا حصہ کسے ملے گا؟

جواب:

وراثت کے ذریعے جو ملکیت وارثوں کی طرف منتقل ہوتی ہے، ملکیت جبری ہے، نہ اس میں وارث کا قبول کرنا شرط ہے، نہ ہی اس کا اس پر راضی ہونا ضروری ہے۔ بلکہ اگر وہ زبان سے بصراحت یوں بھی کہے کہ میں اپنا حصہ نہیں لیتا تب بھی وہ شرعاً اپنے حصے کا مالک ہو چکا، یہ دوسری بات ہے کہ وہ مالک بن کر شرعی قاعدہ کے مطابق کسی دوسرے کو ہبہ کر دے یا بیچ ڈالے یا تقسیم کر دے۔ ﴿92﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''ارث جبری ہے کہ موت مورث پر ہر وارث خواہ مخواہ اپنے حصۂ شرعی کا مالک ہوتا ہے، مانگے خواہ نہ مانگے، لے یا نہ لے، دینے کا عرف ہو یا نہ ہو۔ اگر وارث صراحۃً کہہ دے کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا جب بھی اس کی ملک زائل نہ ہوگی۔ ﴿93﴾

گود لیے بچے کا وراثت میں حصہ

سوال نمبر78:

اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوا ہو تو دوسرے کے بچے کو گود لے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے دوسرے کے بچے کو گود لے لیا تو اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد سے گود لیا بچہ حصہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:

کسی کے بچہ یا بچی کو گود لینا، اس کی پرورش کرنا شرعاً جائز اور باعث ثواب ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے، کہ اس بچہ یا بچی کو وہ حقوق بھی حاصل ہو جائیں جو شرعاً حقیقی بیٹے یا بیٹی کو حاصل ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ

اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے بیٹے کو گود لیتا تو وہ ہر لحاظ سے اس کا حقیقی بیٹا شمار ہوتا، حقیقی بیٹے کے تمام حقوق اور سب مراعات اسے حاصل ہو جاتیں، وہ وراثت میں حصہ دار بن جاتا، گھر کی خواتین کے ساتھ اس کا میل جول حقیقی بیٹے کی طرح بے پردگی کے ساتھ اور بے تکلفانہ ہوتا۔ یہ رواج بہت ساری حق تلفیوں اور اخلاقی قباحتوں کا سبب بن کر رہ گیا تھا۔ مرنے والے کے حقیقی وارث، حصہ پانے سے محروم ہو جاتے اور ایک گود کا بچہ یا بچی سب کچھ لے جاتی۔ قرآن حکیم نے اس بدترین رسم ورواج کا خاتمہ کر دیا اور ارشاد فرمایا "مَا جَعَلَ اَدْعِیَاءَ کُمْ اَبْنَاءَ کُمْ ذَالِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاهِکُمْ" (الاحزاب ۳۳:۴) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تو (صرف) تمہارے منہ کی باتیں ہیں، اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو گود کے بیٹے یا بیٹی کو حقیقی بیٹے کے حقوق دے دیتے اور اس کو اپنی جائیداد میں حصہ دار بناتے۔ (مدارک التنزیل، خزائن العرفان، الاحزاب ۳۳:۴) ﴿94﴾

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوسرے کے بچے کو گود لے سکتے ہیں شرعاً منع نہیں۔ مگر وہ لڑکا یا لڑکی جس کو گود لیا ہے وہ اس کی وارث نہیں، البتہ وہ اپنے حقیقی باپ کے ترکہ سے حصہ ضرور پائیں گے۔ ہاں! اگر ایسے بچے کو گود لیا ہے، جو اس کا بھتیجا ہے تو وہ اس کا وارث بن سکتا ہے۔ جبکہ اس کا کوئی مانع نہ ہو اور ایسے ہی جس بچے کو گود لیا ہے، اگر اس کے لیے وصیت کی ہو کہ میری جائیداد سے اس کو حصہ دیا جائے تو اس کی وصیت ثلث مال سے نافذ کی جائے گی۔ (اور اس گود لیے بچہ کو بقیہ مال کی تہائی سے حصہ دیا جائے گا) ﴿95﴾

ذہنی معذور بچے کا وراثت میں حصہ

سوال نمبر79:

میرے تین بچے ہیں۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی۔ ان کے درمیان وراثت کا معاملہ یوں تو صاف ہے یعنی 5 حصوں میں سے 2,2 لڑکوں کے اور 1 لڑکی کا۔ مگر اس میں غیر معمولی بات جو حل طلب ہے وہ یہ ہے کہ میرا بڑا لڑکا پیدائشی کمزور دماغ کا غیر معمولی حالت کا ہے یعنی نہ وہ بول سکتا ہے نہ اس کو عقل و شعور ہے۔ اس غیر معمولی حالت کی وجہ سے میں نے اس کو انگلینڈ میں ایک بچوں کے ہسپتال میں داخل کر دیا تھا۔ جس کی دیکھ بھال اور کل اخراجات حکومت برطانیہ اٹھاتی ہے۔ گویا ایک طرح میرا خون کے رشتہ کے علاوہ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب ایسی حالت میں وہ حق دار تو ضرور ہے مگر وراثت کا استعمال نہ وہ کر سکتا ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ وہ طالب ہو سکتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ جائیداد صرف ان دونوں بچوں کو ہی دے دی جائے۔ 3 حصہ کر کے 1 لڑکی کا اور 2 لڑکے کے۔

جواب:

معذور اولاد تو زیادہ ہمدردی کی مستحق ہوتی ہے۔ نہ کہ اس کو وراثت سے ہی محروم کر دیا جائے۔ آپ اپنی زندگی میں اس کو محروم کر کے دنیا میں اپنے لیے جہنم کا سودا نہ کریں۔ اس کا حصہ محفوظ رہنا چاہیے۔ خواہ اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو اور امکانی وسائل کے ساتھ اس کا حصہ پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بہر حال وراثت سے محروم کرنا جائز نہیں۔ ﴿96﴾

مرحوم کا قرضہ اگر کسی پر ہو تو، کیا کوئی ایک وارث اسے معاف کر سکتا ہے؟

سوال نمبر80:

میرے والد محترم نے ایک شخص نے کچھ رقم بطور قرض لی اس کے عوض اپنا کچھ قیمتی سامان بطور زر ضمانت رکھوا دیا۔ مقررہ میعاد پوری ہونے پر جب وہ شخص نہیں آیا والد محترم نے مجھ سے کہا کہ فلاں شخص ملے تو اس سے رقم کی وصولی کا تقاضا کرنا اور اس کی امانت یاد دلانا۔ کئی مرتبہ وہ شخص ملا میں نے والد محترم کے انتقال کا بتایا اور اس سے اپنی رقم کا مطالبہ کیا اس شخص نے کہا میں رقم نہیں دے سکتا، اسے یہ رقم معاف کر دی جائے اور اس کی امانت اس کو واپس دے دی جائے۔ اپنی موت اور اس کی امانت کی حفاظت کی کوئی گارنٹی نہ ہونے کے ڈر سے میں نے اس کی امانت اس کے حوالے کر دی۔ اب پوچھنا یہ کہ...

1. کیا میں نے صحیح کیا؟
2. کیا میں والد محترم کی طرف سے قرضدار کو رقم معاف کر سکتا ہوں؟
3. کوئی اور طریقہ ہو تو تحریر فرما دیں۔

جواب:

آپ کے والد کے انتقال کے بعد ان کی رقم وارثوں کے نام منتقل ہو گئی آپ اگر اپنے والد کے تنہا وارث ہیں اور کوئی وارث نہیں، تو آپ معاف کر سکتے ہیں اور اگر دوسرے وارث بھی ہیں تو اپنے حصے کی رقم معاف کر سکتے ہیں اور دوسرے وارثوں سے معاف کرنے کی بات کر سکتے ہیں (بشرطیکہ تمام وارث عاقل و بالغ ہوں)۔ ﴿97﴾

مقتولہ کے وارثوں میں مصالحت کرنے کا مجاز کون، ”بھائی، والدہ یا بیٹا“؟

سوال نمبر81:

جنم قیدی بکر اپنی مقتولہ بیوی کے ورثاء سے صلح کرنا چاہتا ہے، مگر ہر فرد کہتا ہے کہ اصل وارث میں ہوں، دوسرے سے بات مت کرو۔ مقتولہ کا بھائی، والدہ اور بیٹا زندہ ہیں مگر والد فوت ہو چکا ہے۔ اب ان تینوں میں سے شرعاً جائز، حقیقی اور بڑا وارث کون ہے؟

جواب:

مندرجہ بالا صورت میں مقتولہ کا بیٹا صلح کا مجاز ہے۔ بیٹے کی موجودگی میں بھائی وارث نہیں ہے۔ ﴿98﴾

غیر وارث کو وارث بنانے کا شرعی حکم

سوال نمبر82:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد محسن کے تین بچے تھے، جن میں سے دو ان کی زندگی ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ مرنے سے قبل محمد محسن نے ایک اقرار نامہ لکھا کہ میں اپنے مال کا اپنے دو بھتیجوں کو بھی وارث بناتا ہوں۔ آیا کیا اس اقرار نامے کی رو سے محمد محسن کے دونوں بھتیجے اس کے مال کے وارث ہوں گے یا نہیں؟

جواب:

غیر وارث کو وارث کرنا کسی کے اختیار میں نہیں، میت کی یہ خواہش کہ میں اپنے دونوں بھتیجوں کو بھی وارث کیا چاہتا ہوں، زبانی ہو خواہ تحریری، ہرگز شرعاً قابل قبول نہیں ہو سکتی کہ توریث (وارث بنانا) رب العالمین جل جلالہ کے حکم سے ہے نہ کہ میت کی جانب سے۔ ﴿99﴾

فاسق وارث کو میراث سے محروم کرنے کا طریقہ

سوال نمبر83:

کیا فرماتے ہیں، علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد کلیم نے اپنے چھوٹے بھائی عبدالحمید کو بہت زیادہ محنت و مشقت سے دینی تعلیم دے کر اچھا خاصا اہل علم بنایا اور دیگر برادرانہ حقوق بھی ادا کیے۔ مگر عبدالحمید ایسا نکما نکلا کہ جملہ حقوق پر مٹی ڈال کر بے مروتی پر کمر باندھ لی اور اپنے بڑے بھائی، استاذ و ہمسایہ کو تکلیف دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ حتیٰ کہ اب عبدالحمید اپنے بڑے بھائی و استاذ (جو کہ بے اولاد ہے) کی موت کی تمنا کرتا ہے۔ محمد کلیم نے ان حرکاتِ ناشائستہ پر تقریباً سات برس تک صبر کیا مگر کام جب طاقت بشری سے باہر ہوا تو مجبوراً محمد کلیم نے عبدالحمید کو عاق کر دیا، کیا عبدالحمید عاق کرنے کے لائق ہے یا نہیں؟ نیز عاق کرنے کے بعد یہ وارث ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:

صورتِ مذکورہ میں عبدالحمید ضرور عاق (نافرمان) و فاسق اور مستحق عذاب النار ہے۔ مگر عقوق بمعنی ارث نہیں، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے''۔ (اور) نہ (ہی) عاق کر دینا۔ شرع میں کوئی اصل رکھتا ہے، نہ اس سے میراث ساقط ہوتی ہے، ہاں! اگر محمد کلیم چاہے تو اپنی جائیداد، وقف اہلی کر دے اور اس میں عبدالحمید کے لیے شرط لگا دے کہ اگر وہ اپنے حال کی اصلاح کر لے اور ان ان باتوں کا پابند ہو تو اس قدر پائے ورنہ، نہ پائے۔ یوں مقصودِ محمد کلیم حاصل ہو سکتا ہے اور اگر امید اصلاح نہ ہو تو بالکل محروم کر دے جب بھی حرج نہیں کہ فاسق کو میراث سے

محروم کردینے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے ''اگر اس کی اولاد فاسق ہو اور وہ چاہے کہ اپنا مال نیکی کے کاموں میں خرچ کردے اور فاسق اولاد کو اس سے محروم کردے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے بنسبت اس کے کہ وہ فاسق اولاد کے لیے مال چھوڑ جائے''۔ ﴿100﴾

سسر کے ترکہ میں داماد کا حق وراثت

سوال نمبر 84: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اور مفتیان شرع متین اس کے متعلق کہ سسر کے ترکہ میں دوسرے ورثاء کے موجود ہوتے ہوئے بلاواسطہ داماد کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: داماد ہونا اصلاً کوئی حق وراثت ثابت نہیں کرسکتا، خواہ دیگر ورثاء موجود ہوں یا نہ ہوں۔ ہاں اگر اور رشتہ ہے تو اس کے ذریعہ سے وراثت ممکن ہے۔ مثلاً داماد بھتیجا بھی ہے تو اس وجہ سے وراثت ممکن ہے۔ (جبکہ) ایک شخص مرے اور دو وارث چھوڑے ❶ ایک دختر (بیٹی) ❷ بھتیجا، کہ وہی اس کا داماد بھی ہے تو داماد، بھتیجا ہونے کی وجہ سے نصف مال پائے گا اور اگر (داماد) اجنبی ہے تو کل مال دختر کو ملے گا، داماد کو کچھ نہیں۔ ﴿101﴾

کس صورت میں کل مال کی وصیت کرنا جائز ہے

سوال نمبر 85: حضرت صاحب! میں اپنے کل مال کی ایک رفاہی ادارہ کے لیے وصیت کرنا چاہتا ہوں، کیا اسلام میں اس کی کوئی صورت ہے؟

جواب: اگر میت کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر کل مال کی وصیت کی جاسکتی ہے۔ ﴿102﴾

میت کے ترکہ کی تقسیم سے قبل، اس میں سے مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا

سوال نمبر 86: جناب مفتی صاحب! یہ فرمائیں کہ میت کے مال سے اس کے

جنازہ میں شرکت کرنے والوں کو چاولوں کی دیگیں پکا کر کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: میت کو، قرآن مجید پڑھ کر، ذکر واذکار کر کے یا صدقہ وخیرات وغیرہ کر کے، ثواب پہنچانا اس کے لیے فائدہ مند نفع کا باعث ہے اور ایصال ثواب کرنے والا بھی ثواب سے محروم نہیں رہتا، لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ میت کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تقسیم سے پہلے ایصال ثواب کی خاطر صدقہ وخیرات (قل خوانی وغیرہ) کرنا حرام ہے، اسی طرح اس میں سے مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا بھی حرام ہے، کھلانے والے سخت گناہ گار ہوں گے اور اگر کھانے والوں کو معلوم ہو، تو وہ بھی گناہ گار ہوں گے۔ (البتہ اگر کوئی شخص اپنی جیب سے مہمانوں کی خاطر تواضع یا صدقہ وخیرات کر کے میت کو ایصال ثواب کرے، یہ جائز اور باعث اجر وثواب ہے) کیونکہ مورث کے مرنے کے بعد اب یہ مال تمام وارثوں کا حق ہے اور ان میں یتیم بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا پہلے مال تقسیم کر دیا جائے اس کے بعد جس کو جو حصہ ملے، وہ اپنے حصہ وراثت سے اپنی مرضی سے میت کے حق میں صدقہ وخیرات کرے تو اس کو اختیار ہے۔﴿103﴾

بیوی کی تجہیز وتکفین شوہر کے ذمہ ہے

سوال نمبر 87: کیا فرماتے ہیں، علماء کریم اس مسئلہ کے متعلق کہ محمد ظفر عطاری کی بیوی فوت ہوگئی۔ اس کے کفن دفن کے اخراجات محمد ظفر نے خود اپنی جیب سے کیے۔ تقسیم ترکہ کے وقت، محمد ظفر کفن دفن کے اخراجات کا مطالبہ کرتا ہے۔ آیا اس کا مطالبہ کرنا درست یا غلط؟

جواب: اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، تنویر الابصار کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ فتویٰ اس پر ہے کہ بیوی کا کفن خاوند پر

واجب ہے اگر چہ بیوی نے مال چھوڑا ہو۔﴿104﴾

لہٰذا محمد ظفر کا اپنی بیوی کے ترکہ سے اس کے کفن دفن کے اخراجات کا مطالبہ کرنا غلط ہے۔ بلکہ اس نے اپنا واجب ادا کیا ہے۔

کونسی وصیت حرام ہے؟

سوال نمبر 88: مفتی صاحب! کیا کوئی ایسی وصیت بھی ہے، جسے شریعت مطہرہ میں ناجائز کہا گیا ہو؟ اگر ہو تو وضاحت فرمائیں۔

جواب: مرض الموت میں مبتلا آدمی کا، ایسی وصیت کرنا جس سے رشتہ داروں کو نقصان پہنچے حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اللہ رب العزت اور رسول کریم ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔﴿105﴾

قاتل باپ کا وراثت میں حصہ

سوال نمبر 89: چند روز قبل میری بیوی کو اس کے باپ نے چند دنیوی وجوہ کی بناء پر گولی مار کر قتل کر دیا تھا۔ اب وہ اس کے ترکہ سے حصۂ وراثت کا طلبگار ہے۔ کیا شریعت مطہرہ کے مطابق وہ اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کی ہوئی بیٹی کے ترکہ سے وراثت لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کسی مسلمان کو جان بوجھ کر ناحق، قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔ شریعت مطہرہ کی رو سے قاتل اپنے فعل بد کے سبب مقتول کے ترکہ میں سے ایک پائی کا بھی حقدار نہیں رہتا، بلکہ اس کا جتنا بھی حصہ بنتا ہو وہ سارا کا سارا ساقط اور ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں باپ کا اپنی بیٹی کے ترکہ سے حصۂ وراثت طلب کرنا غلط ہے، اس کا اس میں کوئی حصہ نہیں بنتا۔ (سعیدی غفرلہ)

تین اہم باتیں

❶ میت اگر ترکہ چھوڑ جائے اور وارث اسے گناہوں کے کاموں میں خرچ کردیں تو میت سے پر اس کے بارے میں کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔﴿106﴾

❷ عورتوں کا حصہ بطور فرضیت دو تہائی سے زیادہ نہیں ہوتا۔﴿107﴾

❸ اگر شوہر، بیوی کو مہر ادا کیے بغیر فوت ہو جائے تو شوہر کے ترکہ کی تقسیم سے قبل بیوی کو حق مہر ادا کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ بھی میت کے ذمہ ایک قرض ہے۔﴿108﴾

طریقۂ وصیت

ہر مسلمان کو چاہیے کہ جو چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں، مرنے سے قبل ان کے متعلق ایسی وضاحت کردے کہ اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء، متعلقین اور احباب واقارب میں جھگڑا نہ ہو۔ خصوصاً اپنے مال وجائیداد کے بارے میں حتی الامکان ایسی کھلی وضاحت کر جائے کہ اس کے بیٹے اپنی بہنوں کو باپ کی میراث کے شرعی حصہ سے محروم نہ کریں اور بڑے بیٹے اپنے چھوٹے بھائیوں کو ان کے شرعی حق سے محروم نہ کرنے پائیں۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے اس کی خدمت کی ہو تو اس کے لیے بھی وہ کل مال کی ایک تہائی تک وصیت کر سکتا ہے۔

نیز وصیت لکھتے وقت درج ذیل امور کو ضرور مدنظر رکھا جائے:

1۔ بالغ ہونے کے بعد رہ جانے والی نمازوں کا فدیہ

(فی نماز فدیہ: دو کلو گندم یا اس کی قیمت)

2۔ بالغ ہونے کے بعد رمضان المبارک کے رہ جانے والے روزوں کا فدیہ

(فی روزہ فدیہ: دو کلو گندم یا اس کی قیمت)

3۔منت ماننے کے وہ روزے جنہیں نہ رکھا جاسکا ہو۔

(فی روزہ فدیہ: دوکلو گندم یا اس کی قیمت)

4۔قسم توڑنے پر لازم ہونے والے روزوں کا فدیہ۔

(فی روزہ فدیہ: دوکلو گندم یا اس کی قیمت)

5۔مال کی جتنی زکوٰۃ ادا نہ کی جاسکی ہو۔(حساب کرکے ادائیگی کی وصیت کرے)

6۔اگر حج فرض ہوا اور زندگی میں اسے ادا نہ کرسکا ہو(تو حج بدل کی وصیت کردے)

7۔عیدالاضحیٰ کی نہ کی جانے والی قربانی۔

(قربانی کے جانور کی قیمت کا اندازہ لگا کر اسے غرباء میں تقسیم کردیا جائے)

8۔غیرادا شدہ سجدۂ تلاوت۔ (فی سجدۂ تلاوت فدیہ: دوکلو گندم یا اس کی قیمت)

9۔قسم توڑنے کی بناء پر واجب شدہ کفارہ(فی کفارہ: دس مسکینوں کو کھانا کھلانا)

10۔بیوی کا غیرادا شدہ حق مہر (اسے ادا کرنا ضروری ہے)

11۔جن لوگوں کی امانتیں اس کے پاس موجود ہوں۔

12۔جو مال لوگوں کے پاس بطور امانت ہو۔

13۔جتنا مال لوگوں سے قرض کے طور پر لینا ہو۔

14۔جتنا مال لوگوں کو قرض کے طور پر دینا ہو۔

15۔لوگوں کے ساتھ کیے ہوئے مختلف معاہدوں کی تفصیل۔

16۔کاروبار کے متعلق مکمل وضاحت۔

17۔مکان، فیکٹری، دکان، پلاٹ یا پلازہ میں اگر کوئی آدمی شریک ہو تو اس کی توضیح۔

18۔تنگ دست مقروض کو قرض سے نجات دینا۔

19۔بنک اکاؤنٹ اور انشورنس کی رقم کی تفصیل۔

20۔ دینی کتب کے متعلق وضاحت

(اگر ورثاء میں انہیں کوئی پڑھنے والا نہ ہو تو کسی عالم دین یا دینی ادارہ کو دے دی جائیں)

21۔ قسطوں پر دی ہوئیں یا لی ہوئیں اشیاء کی تفصیل۔

22۔ ترکہ میں شامل تمام اشیاء کی تفصیل (تاکہ بعد میں جھگڑا نہ ہو)

مشقی سوالات

(۱) پنشن کی رقم اور دیت کے طور پر وصول ہونے والی رقم میں میراث کا حکم شرعی بتائیں۔

(۲) ناجائز وصیت کی شرعی حیثیت متعین کرنے کے بعد یہ بتائیں کہ کونسی وصیت حرام ہے؟

(۳) لاوارث اور معتدہ عورت کے ترکہ کا حکم بیان کریں۔

(۴) فاتحہ اور قبر کھودنے والوں کی مزدوری کس کے مال سے دی جائے؟

(۵) فوت شدہ قرض خواہ کی رقم کو وارثوں کی مرضی کے بغیر ایصال ثواب میں لگانا کیسا ہے؟

(۶) مسلم اور غیر مسلم کے مابین وراثت کا حکم شرعی بیان کریں۔

(۷) عاق نامہ اور عورت کو میراث سے محروم کرنے کے متعلق تفصیلاً تحریر کریں۔

(۸) غیر وارث کو ترکہ سے حصہ دینا کیسا ہے؟

(۹) سوتیلے ماں، باپ، سوتیلی اولاد، اغواء کردہ عورت اور طلاق شدہ عورت کا وراثت میں حصہ بیان کریں۔

(۱۰) بیٹے کا باپ سے تقسیم وراثت کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟

(۱۱) کیا بیوہ کے شادی کرنے سے اس کا حق وراثت ختم ہو جاتا ہے؟

(۱۲) وراثت کی جگہ لڑکی کو جہیز دینا نیز کسی رواج کی وجہ سے حصۂ وراثت ساقط کرنا کیسا ہے؟

(۱۳) خود پسند کی شادی کرنے والی بیٹی کا باپ کی وراثت میں حصہ ہوگا یا نہیں؟

(۱۴) متبنّٰی اور ذہنی معذور بچے کا وراثت میں حصہ بیان کریں۔

(۱۵) وصیت کرنے کا طریقہ کار بیان کریں۔

۞۞۞۞۞۞

حوالہ جات

﴿1﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۴۱، مطبوعہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

﴿2﴾ تفہیم المسائل، ج:۴، ص:۳۸۶، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

﴿3﴾ سوال و جواب، ج:۳، ص:۲۰۱، مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی

﴿4﴾ سوال و جواب، ج:۳، ص:۱۹۷

﴿5﴾ فتاوی رضویہ، ج:۵، ص:۳۴۹، قدیم

﴿6﴾ انوار الفتاوی، ص:۳۹۵۔۳۹۴، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور

﴿7﴾ بہار شریعت حصہ ۴، ص:۴۳۷، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

﴿8﴾ انوار الفتاوی، ص:۳۸۰۔۳۷۹

﴿9﴾ تفہیم المسائل، ج:۲، ص:۳۱۰۔۳۱۱

﴿10﴾ تفہیم المسائل، ج:۲، ص:۳۱۹۔۳۲۰

﴿11﴾ فتاوی نقیہ ملت ملخصا، ج:۲، ص:۴۰۰، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور

﴿12﴾ تفہیم المسائل، ج:۴، ص:۳۷۵

﴿13﴾ تفہیم المسائل ملخصا، ج:۴، ص:۳۶۹۔۳۷۰

﴿14﴾ تفہیم المسائل، ج:۴، ص:۳۶۷۔۳۶۹

﴿15﴾ تفہیم المسائل ملخصا، ج:۳، ص:۳۵۵۔۳۵۶

﴿16﴾ تفہیم المسائل، ج:۳، ص:۳۵۲۔۳۵۳

﴿17﴾ شرح مسلم للنووی، ج:۲، ص:۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

﴿18﴾ تفہیم المسائل ملخصا، ج:۴، ص:۳۷۰_۳۷۲

﴿19﴾ تفہیم المسائل، ج:۳، ص:۳۶۸_۳۶۹

﴿20﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۲۰۹، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

﴿21﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۳۶۶

﴿22﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۴۰

﴿23﴾ فتاوی فقیہ ملت، ج:۲، ص:۳۹۴

﴿24﴾ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۲۷۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

﴿25﴾ وقار الفتاوی، ج:۳، ص:۴۲۱

﴿26﴾ فتاوی نوریہ، ج:۴، ص:۳۹۰، شعبہ تصنیف وتالیف دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

﴿27﴾ وقار الفتاوی، ج:۳، ص:۴۲۴، بزم وقار الدین کراچی

﴿28﴾ تفہیم المسائل ملخصا، ج:۴، ص:۳۶۵_۳۶۶

﴿29﴾ تفہیم المسائل، ج:۴، ص:۳۸۰_۳۸۲

﴿30﴾ فتاوی یورپ، ص:۵۵۴_۵۵۵

﴿31﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۵۲

﴿32﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۳۹۵_۳۹۶، مکتبہ لدھیانوی کراچی

﴿33﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۴۷

﴿34﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۵۱

﴿35﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۳۴

﴿36﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۴۹۔۵۵۰

﴿37﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۳۳

﴿38﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۳۳۔۵۳۴

﴿39﴾ فتاوی حقانیہ ملخصا، ج:۶، ص:۵۳۴۔۵۳۵

﴿40﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۴۷

﴿41﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۳۷

﴿42﴾ سنی بہشتی زیور، ص:۷۸۱

﴿43﴾ تفہیم المسائل، ج:۴، ص:۳۸۴، سنی بہشتی زیور، ص:۷۸۱، فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۸۴، وقار الفتاوی، ج:۳، ص:۴۱۸، فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۳۷

﴿44﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۳۶

﴿45﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۲۸۸

﴿46﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۳، ص:۵۳۴۔۵۳۵

﴿47﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۲۸۹

﴿48﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۲۸۹

﴿49﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۲۹۳۔۲۹۴

﴿50﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۲۹۰

﴿51﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۲۹۰۔۲۹۱

﴿52﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۲۹۳

﴿53﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۲۹۳

﴿54﴾ فتاوی نوریہ، ج:۴، ص:۴۷۲۔۴۷۳

﴿55﴾ فتاوی نوریہ، ج:۴، ص:۴۵۰۔۴۵۱

﴿56﴾ فتاوی نوریہ، ج:۴، ص:۲۵۶۔۲۵۷

﴿57﴾ فتاوی نوریہ ملخصا، ج:۴، ص:۲۷۶

﴿58﴾ فتاوی نوریہ، ج:۴، ص:۲۸۰

﴿59﴾ تفسیر سورۃ النساء، ص:۱۰۰۔۱۰۱، معارف القرآن، ج:۲، ص:۳۳۳

﴿60﴾ فتاوی نوریہ، ج:۴، ص:۳۴۰' فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص:۲۸۰، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور

﴿61﴾ فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص:۲۴۳

﴿62﴾ فتاوی المصطفویہ ملخصا، ص:۵۴۷، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور

﴿63﴾ تفہیم المسائل، ج:۳، ص:۳۴۰۔۳۴۱

﴿64﴾ فتاوی یورپ، ص:۵۴۹۔۵۵۰

﴿65﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۴۸

﴿66﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۴۹۹

﴿67﴾ سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:۲۸۶۲، مطبوعہ موسسۃ الریان بیروت

﴿68﴾ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۲۷۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

﴿69﴾ سنی بہشتی زیور، ص:۷۸۱، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور

﴿70﴾ فتاوی ملک العلماء، ص:۴۸۱، مطبوعہ مکتبہ شبیر برادرز لاہور

﴿71﴾ تفہیم المسائل، ج:۴، ص:۳۵۹۔۳۵۸

﴿72﴾ فتاوی فقیہ ملت، ج:۲، ص:۳۸۳

﴿73﴾ فتاوی حقانیہ، ج:۶، ص:۵۳۱

﴿74﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۸۵

﴿75﴾ نظام الفتاوی، ج:۲، ص:۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

﴿76﴾ سوال و جواب، ج:۳، ص:۱۹۶، دار الاشاعت کراچی

﴿77﴾ سوال و جواب، ج:۳، ص:۲۰۳

﴿78﴾ سوال و جواب، ج:۳، ص:۲۰۳۔۲۰۴

﴿79﴾ تفہیم المسائل، ج:۴، ص:۳۷۹

﴿80﴾ روزنامہ نوائے وقت ملتان، 2 فروری 2007ء

﴿81﴾ مفید الوارثین، ص:۲۲۳، مطبوعہ مکتبہ العلم اردو بازار لاہور

﴿82﴾ فتاوی رضویہ، ج:۱۲، ص:۱۸۴۔۱۸۵

﴿83﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۳، ص:۵۳۵۔۵۳۶

﴿84﴾ فتاوی سعیدی: [illegible]، مطبوعہ [illegible] پبلی کیشنز، کراچی

﴿85﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۳۸۵۔۳۸۶

﴿86﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۳۸۶

﴿87﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۳۸۹۔۳۹۰

﴿88﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۱۴۴

﴿89﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۳۰۲

﴿90﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۲۹۵

﴿91﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۲۰۹

﴿92﴾ تفسیر معارف القرآن، ج:۲، ص:۳۱۲

﴿93﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۱۱۳

﴿94﴾ انوار الفتاوی، ص:۳۸۴۔۳۸۵

﴿95﴾ فتاوی فقیہ ملت، ج:۲، ص:۴۰۳

﴿96﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۳۰۹

﴿97﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۳۵۹۔۳۶۰

﴿98﴾ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۶، ص:۳۸۱

﴿99﴾ فتاوی رضویہ ملخصا، ج:۲۶، ص:۱۳۶۔۱۳۷

﴿100﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۳۶۲

﴿101﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۳۳۱

﴿102﴾ احکام القرآن، ج:۲، ص:۲۱۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

﴿103﴾ المیراث، ص:۲۱۔۲۰ مطبوعہ مرکزی آفس شمع رسالت ویلفیئر سوسائٹی لاہور

﴿104﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۱۶۹

﴿105﴾ احکام القرآن، ج:۲، ص:۲۱۵، بحوالہ تفسیر ابن کثیر

﴿106﴾ احکام القرآن، ج:۲، ص:۲۱۷، بحوالہ تفسیر روح المعانی، ج:۴، ص:۲۱۹

﴿107﴾ احکام القرآن، ج:۲، ص:۲۱۵

﴿108﴾ فتاوی رضویہ، ج:۲۶، ص:۵۹

الباب الرابع

اسلامی نظام وراثت پر اعتراضات کے جوابات مع تنبیہات

اسلامی نظام وراثت پر کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات

آج کے پرفتن دور میں بعض نام نہاد مسلمان، دشمنان اسلام کے پروپیگنڈہ کا شکار ہو کر اسلامی تعلیمات کے خلاف محاذ کھولے ہوئے ہیں۔ کبھی انہیں خلاف عقل قرار دیتے ہیں، تو کبھی (معاذ اللہ) ظلم سے تعبیر کرتے ہیں۔

وراثت کی تقسیم کے بارے میں بھی وہ اسی قسم کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ اللہ رب العزت کا ہر حکم حکمت پر مبنی ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہم اس کی حکمت کو نہ سمجھ پائیں۔ اس لیے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام کو من و عن تسلیم کیا جائے اور ان کی حکمتوں و مصالح کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول مکرم ﷺ کے سپرد کیا جائے۔

اسلام کے نظام وراثت پر ناسمجھ، کم فہم اور اندھی ناقص عقل والوں کی طرف سے کیے جانے والے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمایئے:

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ

اعتراض نمبر ۱:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ زید کہتا ہے "دادا کے ترکہ سے اس کے بیٹوں کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ میت

کا قریبی رشتہ دار (بیٹا) موجود ہے" جبکہ بکر کہتا ہے "دادا کے ترکہ سے اس کے بیٹوں کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے کو کچھ نہ دینا ظلم ہے کیونکہ یہ زیادہ محتاج ہے اور پاکستانی لاء (مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ۴) کی رو سے بھی میت کا یتیم پوتا اپنے متوفی والد کے حصے کے برابر وراثت کا حق دار ہے"۔

جواب:

اس اعتراض کے جواب سے پہلے دو اصول ذہن نشین کر لیں:

- جو شخص میت کے ساتھ بلا واسطہ لاحق ہو اس کے ہوتے ہوئے وہ شخص محروم ہو جاتا ہے جو میت کے ساتھ کسی واسطہ سے لاحق ہو۔ (۱)
- جو شخص میت کے ساتھ قریب تر رشتہ رکھتا ہو، اس کے موجود ہوتے ہوئے دور کی قرابت والا، وراثت کا حقدار نہیں ہوتا۔

یاد رکھیے! کسی شخص کے مالدار ہونے یا نہ ہونے اور قابل رحم ہونے یا نہ ہونے پر وراثت کا مدار نہیں ہے۔

ان دونوں اصولوں کو سامنے رکھ کر غور کیجئے کہ ایک شخص کے اگر چار بیٹے ہیں اور ہر بیٹے کے چار چار لڑکے ہوں تو اس کی جائیداد بیٹوں پر تقسیم ہوتی ہے، پوتوں کو نہیں دی جاتی۔ اس مسئلے میں شاید کسی کو بھی اختلاف نہیں ہوگا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ بیٹوں کی موجودگی میں پوتے وارث نہیں ہوتے۔

اب فرض کیجئے ان چار بیٹوں میں سے ایک کا انتقال والد کی زندگی میں ہو جاتا ہے، پیچھے اس کی اولاد رہ جاتی ہے۔ اس کی اولاد، دادا کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے، جو دوسرے تین بیٹوں کی اولاد کی ہے۔ جب دوسرے بیٹوں کی اولاد اپنے دادا کی وارث نہیں۔ کیونکہ ان سے قریب تر وارث (یعنی بیٹے) موجود

ہیں تو مرحوم بیٹے کی اولاد (پوتے، پوتی) بھی وارث نہیں ہوگی۔

اگر یہ کہا جائے، اگر چوتھا بیٹا اپنے باپ کی وفات کے وقت زندہ رہتا، تو اس کو چوتھائی حصہ ملتا۔ اب وہی حصہ اس کی اولاد کو دیا جائے، تو یہ اس لیے غلط ہے کہ اس صورت میں اس بیٹے کو جو باپ کی زندگی میں فوت ہوا، باپ کے مرنے سے پہلے وارث بنا دیا گیا۔ حالانکہ عقل و شرع کے کسی قانون میں مورث کے مرنے سے پہلے وراثت جاری نہیں ہوتی۔

الغرض اگر ان پوتوں کو جن کا باپ فوت ہو چکا ہے، پوتا ہونے کی وجہ سے دادا کی وراثت دلائی جاتی ہے تو یہ اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ پوتا اس وقت وارث ہوتا ہے جبکہ میت کا بیٹا موجود نہ ہو، ورنہ تمام پوتوں کو وراثت ملنی چاہیے اور اگر ان کو ان کے مرحوم باپ کا حصہ دیا جاتا ہے تو یہ اس وجہ سے غلط ہے کہ ان کے مرحوم باپ کو مرنے سے پہلے تو حصہ ملا ہی نہیں، جو اس کے بچوں کو دیا جائے۔

اگر یہ کہا جائے کہ بے چارے یتیم پوتے، پوتیاں رحم کے مستحق ہیں۔ ان کو دادا کی جائیداد سے ضرور حصہ ملنا چاہیے، تو یہ جذباتی دلیل اوّل تو اس لیے غلط ہے کہ تقسیم وراثت میں یہ دیکھا ہی نہیں جاتا کہ کون قابل رحم ہے اور کون نہیں؟ بلکہ قرابت کو دیکھا جاتا ہے۔ ورنہ کسی امیر کبیر آدمی کی موت پر اس کے کھاتے پیتے بیٹے وارث نہ ہوتے، بلکہ اس کے مفلوک اور تنگ دست پڑوسی کے یتیم بچوں کو وراثت ملا کرتی، کہ وہ ہی قابل رحم ہیں۔

علاوہ ازیں اگر کسی کے یتیم پوتے قابل رحم ہیں تو شریعت نے اس کو اجازت دی ہے کہ وہ تہائی مال کی وصیت ان کے حق میں کر سکتا ہے، اس طرح وہ قابل رحم حالت کی تلافی کر سکتا ہے...... مذکورہ بالا صورت میں ان کے باپ سے

ان کو چوتھائی وراثت ملتی۔مگر دادا وصیت کے ذریعہ ان کو تہائی وراثت کا مالک بنا سکتا ہے اور اگر دادا نے وصیت نہیں کی، تو ان بچوں کے چچاؤں کو چاہیے کہ حسن سلوک کے طور پر اپنے مرحوم بھائی کی اولاد کو بھی برابر کے شریک کر لیں۔لیکن اگر سنگدل دادا کو وصیت کا خیال نہیں اور ہوس پرست چچاؤں کو رحم نہیں آتا تو بتایئے اس میں شریعت کا کیا قصور ہے؟ کہ محض جذباتی دلائل سے شریعت کے قانون کو بدل دیا جائے۔اگر شریعت کے ان احکام کے بعد بھی کچھ لوگوں کو یتیم پوتوں پر رحم آتا ہے اور وہ ان بچوں کو بے سہارا نہیں دیکھنا چاہتے تو انہیں چاہیے کہ اپنی جائیداد، ان بچوں کے نام کر دیں کیونکہ شریعت کی طرف سے بے سہارا لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا بھی حکم ہے اور اس سے یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ ان بے سہارا بچوں پر لوگوں کو کتنا ترس آتا ہے۔﴿2﴾

عورت کو مرد سے نصف حصہ دینے کی وجوہات

اعتراض نمبر2:

اسلام کے قانونِ وراثت کا سرسری اور سطحی مطالعہ کرنے والے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عورت مرد کی بہ نسبت پیسوں کی زیادہ محتاج ہے کیونکہ مرد آزادی کے ساتھ بے خوف و خطر گھر سے باہر نکل سکتا ہے اور عورت اپنے شوہر یا والدین کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکل نہیں سکتی۔اگر باہر جائے تو اس کی عزت اور عصمت کے لیے متعدد خطرات ہیں نیز چونکہ اس کی عقل کم ہوتی ہے، اس لیے اگر وہ خرید وفروخت کرے تو اس کے لٹ جانے یا دھوکہ کھانے کا بہت اندیشہ ہے اور جسمانی طور پر وہ کمزور صنف ہے اس لیے اگر اس کو مرد سے دگنا حصہ نہ دیا جائے تو کم از کم مرد کے برابر حصہ ضرور دینا چاہیے۔

جواب:

اس اعتراض کے جواب سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے ہر قانون کی طرح وراثت کا قانون بھی ہر پہلو سے کامل ترین قانون ہے۔ جس میں کہیں بھی عورت کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ اسلام سے قبل عورت کے لیے وراثت میں حصہ پانے کا تصور بھی موجود نہیں تھا۔ بلکہ عورت کو دینے کے بجائے لوگ خود اس کو مال وراثت سمجھ کر قابض ہو جایا کرتے تھے۔ عربوں کا کہنا تھا کہ وراثت کا حقدار صرف وہی ہے جو تلوار اٹھائے یعنی لڑنے کی طاقت رکھتا ہو اور گھوڑے پر سوار ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کر کے ان کا مال غنیمت جمع کر سکتا ہو۔ ظاہر ہے کہ صنف ضعیف (عورت) اس اصول پر پورا نہ اتر سکتی تھی۔ اس لیے وراثت سے محروم رہتی تھی۔ اسلام نے آ کر عورت کو عظیم مقام و مرتبہ اور حق وراثت دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آیات میراث کے نزول کا سبب بھی عورت کو اس کا حق دلانا تھا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿3﴾

اب اعتراض کے جوابات ملاحظہ فرمایئے:

❶ مرد کے بہ نسبت عورت کے اخراجات کم ہوتے ہیں کیونکہ مرد پر اپنی، اپنی بیوی اور بچوں کی اور اپنے بوڑھے والدین کے مصارف کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف عورت پر کسی کی پرورش کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ لہٰذا جب عورت کی بہ نسبت مرد کے اخراجات زیادہ ہیں تو مرد کا حصہ بھی عورت سے دگنا

ہونا چاہیے۔

❷ سماجی کاموں کے لحاظ سے مرد کی ذمہ داریاں زیادہ ہوتی ہیں مثلاً وہ امام اور قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، ملک اور وطن کے نظم ونسق چلانے کی ذمہ داریاں رکھتا ہے اور ملک و وطن کے دفاع کے لیے جہاد کی ذمہ داری رکھتا ہے۔ حدود اور قصاص میں وہی گواہ ہوسکتا ہے اور کاروباری معاملات میں بھی مرد کی گواہی عورت سے دگنی ہے۔ (چونکہ اس کی) ذمہ داریاں زیادہ ہیں (اس لیے) اس کا وراثت میں حصہ بھی دگنا ہونا چاہیے۔

❸ عورت چونکہ صنفاً کمزور ہوتی ہے اور اس کو دنیاوی معاملات کا زیادہ تجربہ نہیں ہوتا اس لیے اگر اس کو زیادہ پیسے مل جائیں تو اندیشہ ہے کہ اس کے وہ سب پیسے ضائع ہو جائیں گے۔ ﴿4﴾

یہاں ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔ انشاء اللہ اس سے کج فہمی دور ہو جائے گی۔

ایک شخص مرتا ہے اور اس کی جائیداد تقسیم کر دی جاتی ہے، اس کے دو بچے تھے۔ ایک بیٹا اور بیٹی، دونوں کا حصہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ بنتا ہے۔ اسلامی قوانین کی روشنی میں لڑکے کو ایک لاکھ اور لڑکی کو پچاس ہزار ملتے ہیں۔ لیکن اس لاکھ روپے سے جو لڑکے کو ملنا ہے۔ اس کا زیادہ تر حصہ اپنے خاندان کی کفالت پر خرچ کرنا پڑے گا۔ شاید ۸۰ ہزار یا ۸۵ ہزار شاید ایک لاکھ، اس کو خاندان کی کفالت کے لیے خرچ کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن اس عورت کو جب پچاس ہزار ملتے ہیں تو اسے ایک پائی بھی خاندان کی کفالت کے لیے خرچ نہیں کرنا پڑے گی۔ کیا آپ ایک لاکھ روپے لیں گے جس سے ۸۰ ہزار یا اس سے زیادہ آپ کو دوسروں پر خرچ کرنے پڑیں یا آپ ۵۰ ہزار روپے لیں گے جو سارے کے سارے آپ

ہی کے ہوں؟ (جواب دیں) ﴿5﴾

یہ ان سب نادانوں کے اعتراض کا جواب ہے جو میراث کے اس خدائی قانون کو نہیں سمجھتے اور معاذ اللہ اپنی اندھی اوندھی ناقص عقل سے اس کسر کو پورا کرنا چاہتے ہیں، جو ان کے نزدیک اللہ کے بنائے ہوئے قانون میں رہ گئی ہے۔ عقل دشمنی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے!!!

وصیت فقط غیر وارث کے لیے کیوں؟

اعتراض نمبر3:

بعض کم فہم لوگ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیتِ وصیت میں وصیت کو فرض قرار دیا ہے اور اس میں وارث اور غیر وارث کا فرق نہیں کیا تو آپ کیوں کہتے ہیں کہ وصیت فقط ثلث مال (مال کے تیسرے حصہ) میں جائز ہے اور وہ بھی فقط غیر وارث کے لیے۔ وارث کے لیے وصیت سرے سے جائز ہی نہیں اور اس کی دلیل میں جو احادیث ہیں وہ چونکہ ان کے نزدیک قرآن کے صریحاً خلاف ہیں، اس لیے وہ غلط ہیں اور ان کو شکوہ ہے کہ صدیوں سے امت کا عمل سراسر قرآن کے خلاف رہا ہے اور کسی کو اس کی اصلاح کی جرأت نہیں ہوئی۔

جواب:

حضورِ کریم ﷺ کے عہدِ ہمایوں سے ہی مسلمانوں کا اسی طرح عمل رہا ہے، خلفائے راشدین نے بھی اس پر عمل کیا۔ آئمہ اربعہ اور فقہاء المحدثین بھی اس بات پر متفق رہے کہ وصیت وارث کے لیے جائز نہیں اور غیر وارث کے لیے بھی مالِ متروکہ کے تیسرے حصے تک وصیت کی اجازت ہے، تو یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا اس آیت وصیت کا معنی امت کے کسی طبقہ کی سمجھ میں نہ آیا، یا کسی کو اس

پر عمل کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اپنے عہدِ معدلت پژدہ میں اس غلطی کا ازالہ نہ کیا اور تو اور خود رحمتِ عالمیان ﷺ نے بھی اس آیت کا صحیح معنی صحابہ کو نہ سمجھایا۔ یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ آپ کو تبحرِ علمی اور قرآن فہمی پر اس قدر غرور ہے کہ آپ ساری امت کے خلاف عدمِ فہم کا سنگین جرم عائد کر رہے ہیں۔ یہ تو ناممکن ہے کہ ساری امت کا تعامل ہر زمانہ میں قرآن کے خلاف رہا ہو۔ یقیناً آپ کو ہی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے لیے آپ کے متعلق یہ رائے قائم کر لینا آسان ہے کہ آپ سے چوک ہوگئی، بہ نسبت اس کے کہ ہم ساری امت کو گم کردہ راہ یقین کریں۔

جب آیت وصیت [کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ....] ﴿6﴾ کے بعد آیت میراث [یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر ....] ﴿7﴾ نازل ہوئی تو اس میں بعض اقرباء کا ورثہ میں حصہ مقرر کر دیا گیا اور بعض کا ذکر نہ کیا گیا، جن کے لیے ورثہ مقرر کر دیا گیا۔ ان کے لیے وصیت کا حکم باقی نہ رہا اور باقی اقرباء کے لیے وصیت کا حکم باقی رہا۔

اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے جب وارث کو وصیت کرنے سے منع فرمایا تو اس کی وجہ بھی ساتھ ہی ذکر کر دی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ان اللہ اعطیٰ کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث۔ ﴿8﴾

یعنی چونکہ (نظامِ وراثت میں) اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لیے اب وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔

اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ ورثہ سے وہ اپنا پورا حق وصول کر چکا ہے۔ اب اگر وصیت سے بھی اسی مزید حصہ ملے، تو اس میں دوسرے مستحقین کی حق تلفی

ہے۔اور یہ عین ظلم ہے، جسے اسلام کا عادلانہ قانون برداشت نہیں کر سکتا۔

اسلام نے غیر وارث کے لیے یا کسی کارِ خیر میں شریک ہونے کے لیے وصیت کی اجازت دی، لیکن اس میں حق وصیت کو بھی مطلق نہیں چھوڑا، بلکہ اس کی حد بھی مقرر کر دی کہ وصیت جائیداد کے تیسرے حصہ سے زائد نہ ہو۔ اس کے لیے جو حکمت نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائی وہ مندرجہ ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمایئے اور اپنے پروردگار کے اس احسانِ عظیم کا شکریہ ادا کیجئے کہ اس نے ہمیں ایسے رسول ﷺ کی امت ہونے کا شرف بخشا۔

سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں مکہ مکرمہ میں سخت بیمار ہو گیا تو شفاء بخش بیمارانِ عصیان ﷺ میری بیمار پرسی کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ راوی کا خیال ہے کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سرزمین میں مرنا جس سے وہ ایک دفعہ ہجرت کر کے چلے گئے پسند نہ تھا۔ حضور ﷺ نے آتے ہی اپنے لب جاں نواز سے فرمایا، خدا ابن عفراء، پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں تمام مال کی وصیت کرتا ہوں (یعنی میرے مرنے کے بعد میرا تمام مال فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے) حضور ﷺ نے منظور نہ فرمایا پھر عرض کی نصف مال کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ بھی نامنظور ہوئی، پھر عرض کی کہ تیسرے حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، ہاں ثلث درست ہے اور یہ بہت کافی ہے۔ (پھر فرمایا) اگر تو اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ جائے تو یہ اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ (تو اپنا سارا مال فقراء میں تقسیم کر دے اور) وہ محتاج ہوں اور لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے پھریں۔ اور جو کچھ تو کسی کے گزر اوقات کے لیے خرچ کرے وہ بھی صدقہ ہے۔ حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تو اپنی بیوی کے منہ میں اٹھا کر

رکھتا ہے۔ (یعنی اس پر بھی تجھے بارگاہِ الٰہی سے اجر وثواب ملے گا) اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بسترِ علالت سے اٹھائے گا اور تجھ سے کئی لوگ نفع حاصل کریں گے اور کئی لوگوں کو نقصان پہنچے گا۔

یہ حدیثِ پاک جو تقریباً صحاح کی تمام کتابوں میں مذکور ہے، کیا ان لوگوں کی کج فہمی دور کرنے کے لیے کافی نہیں جو وصیت میں ایک تہائی سے زیادہ کے قائل ہیں؟ ﴿9﴾

آیت میراث میں وصیت کا بار بار ذکر کیوں؟

اعتراض نمبر4:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر وارثوں کے لیے وصیت جائز نہیں تو آیاتِ میراث میں وصیت کا ذکر بار بار تاکیداً کیوں کیا گیا ہے؟

جواب:

اس وصیت سے وہ وصیت مراد ہے جو غیر وارثوں کے لیے کی گئی ہے (اس میں ورثاء کے لیے وصیت کا تذکرہ نہیں ہے) وصیت کے بار بار تاکید کرنے کی وجہ بالکل ظاہر ہے، کیونکہ وارث تو اپنے مسلمہ حق اور اپنی قوت کے بل بوتے پر وراثت کو حاصل کر سکتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ ورثاء وصیت کو اپنی حق تلفی خیال کرتے ہوئے، اس کی ادائیگی کی طرف التفات نہ کریں اور اس طرح مرنے والے نے جس مقصد کے پیشِ نظر وصیت کی ہے وہ فوت ہو جائے۔ اس لیے ورثاء کو حکم دیا کہ پہلے وصیت اور قرض ادا کریں اور اس کے بعد جو بچے اسے ان اصولوں کے مطابق بانٹ لیں جو قرآن میں مذکور ہیں۔ ﴿10﴾

وراثت اور مسئلہ غلامی

غلاموں کے لیے بھی اسلام نے وراثت میں حصہ مقرر کیا ہوا ہے ،اور کتب وراثت میں ان کے حصص مرقوم ہیں۔لیکن اب چونکہ دور غلامی ختم ہو چکا ہے، ہر انسان آزاد ہے،کوئی کسی کا غلام نہیں۔اس لیے ہم نے اس کتاب میں وراثت کے بیان میں غلاموں کا تذکرہ نہیں کیا۔لیکن مسئلہ غلامی اور عصر حاضر کے حوالے سے علماء کرام نے بہت مفید ابحاث کی ہیں۔لہٰذا قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم ان ابحاث کا خلاصہ ذیل میں تحریر کیے دیتے ہیں۔جس سے افادہ واستفادہ کی راہ ہموار ہوگی اور بہت سے شکوک وشبہات کا ازالہ ہوگا۔

غلامی کا پس منظر:

دشمنان اسلام ہمیشہ سے اسلام پر یہ طعن کرتے رہے ہیں کہ اس نے رسم غلامی کو رواج دیا ہے۔حالانکہ یہ فعل' اخلاق اور انسانیت دونوں کے خلاف ہے۔

اسلام نے رسم غلامی کو ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ عرب اور سرزمین حجاز کے جس معاشرتی ،معاشی ،اخلاقی اور سیاسی پس منظر میں آفتابِ اسلام طلوع ہوا،غلامی کی رسم وہاں پہلے ہی سے موجود تھی ۔عہد جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ ڈکیتی میں،شب خون میں،قافلے سے بچھڑا ہوا کوئی آزاد انسان ہاتھ لگ جاتا تو اسے غلام بنا لیتے اور پھر اس کی خرید وفروخت کا سلسلہ چل پڑتا۔**مثلاً**....

حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے چند ٹکوں میں فروخت کیا اور وہ بازار مصر میں بحیثیت غلام فروخت ہوئے۔فرعون نے بنی اسرائیل کی پوری قوم کو غلام و باندی بنا رکھا تھا۔ظہور اسلام کے وقت بھی پوری دنیا میں یہ رواج موجود تھا' کہ ڈاکو بچوں کو اٹھا لاتے ،بازار میں بیچ دیتے اور وہ ہمیشہ کے لیے غلام

بن جاتے ،عورتوں کو اٹھا کر فروخت کر دیا جاتا اور وہ ہمیشہ کے لیے باندیاں بن جاتیں، یا جو بادشاہ کسی ملک کو فتح کرتا اس ملک کی پوری آبادی کو غلامی کی زنجیر میں جکڑ لیتا۔ رومی، ہر غیر رومی کو غلام ہی سمجھتے تھے۔ قیصر و کسریٰ کے یہاں آزادوں سے زیادہ غلاموں باندیوں کی تعداد تھی۔ خود قریش ہر نچلے قبیلہ کے لوگوں سے غلاموں جیسا برتاؤ کرتے تھے۔

غلامی کا خاتمہ :

مندرجہ بالا صورت حال تو اسلام کو وراثت میں ملی تھی اور اس کا فوری خاتمہ ممکن نہ تھا لہٰذا ایک ناگوار مگر ناگزیر حقیقت کے طور پر اس کو ''درجہ اباحت'' میں فرضی طور پر جاری رکھا گیا تھا۔ تاہم آزاد انسانوں کو غلام بنانے کا سلسلہ اسلام نے فوری طور پر بند کر دیا۔ نیز پہلے مرحلے میں اسلام نے غلاموں کو بنیادی انسانی حقوق عطا کئے اور پھر بتدریج قانونی، ترغیبی اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعے اس کے خاتمہ کی طرف قدم بڑھایا۔ غرضیکہ اسلام نے غلام سازی کے اس دائرے کو محدود کیا، اور صرف ان غیر مسلموں کو غلام بنانے کی اجازت دی ، جو جنگ میں کامیابی کے بعد گرفتار کئے جائیں۔ اس میں بھی کمی کے لیے تین طریقے رکھے گئے:

1. ان جنگی قیدیوں کو آزاد کیا جائے' جن کا مطلوبہ فدیہ دینے پر ان کے وارث راضی ہو جائیں۔
2. مسلمان قیدیوں کے بدلے میں انہیں آزاد کر دیا جائے۔
3. احسان کر کے بلا معاوضہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔

ان تینوں صورتوں پر حضور ﷺ اور صحابہ کرام نے اکثر مواقع پر عمل فرمایا۔ اندازہ فرمایئے اس طریقہ کار سے غلامی کی تعداد کتنی کم ہو گئی۔ آج کی متمدن

اقوام میں جنگی قدیوں کے تبادلے کا سلسلہ اب بھی رائج ہے، لیکن اس سلسلہ میں پہل کرنے اور قانون سازی میں سبقت کا اعزاز بہرحال اسلام کو حاصل ہے۔

جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب:

یہ سوال بار بار کیا جاتا ہے کہ اسلام نے اس رسم کو باقی ہی کیوں رکھا؟ یکسر ختم کیوں نہیں کر دیا؟ اس کا ایک جواب تو دیا جا چکا ہے کہ اس رسم کا بانی اسلام نہیں بلکہ عہد جاہلیت کا نظام تھا۔ دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ چونکہ مسلمان قیدیوں کے ساتھ یہی سلوک بدستور روا رکھا جا رہا تھا۔ اس لیے اسلام کا ایک عمومی اصول ہے ''اور برائی کا بدلہ تو اس کی مثل برائی ہے'' (شوریٰ: ۴۰) لہٰذا مسلمانوں پر مظالم ڈھانے والے یہ توقع رکھنے میں حق بجانب کیسے ہو سکتے ہیں کہ وہ ظلم کرتے چلے جائیں اور مسلمان ان کی تلوار کے نیچے گردن رکھتے چلے جائیں تاکہ ان کی بربریت اور درندگی کی تسکین ہوتی رہے۔ لیکن برائی کا بدلہ برائی سے دینے کی یہ اجازت بھی بدرجہ اباحت ہے' اس میں درجہ استحسان آگے بیان ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''لیکن جو معاف کر دے اور نیکی کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے'' (شوریٰ: ۴۰)

لہٰذا اگر دشمن ہمارے قیدیوں کو تبادلے میں آزاد کرے تو ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر وہ بلا معاوضہ چھوڑ دے تو مسلمان تو ''صاحب خلق عظیم'' کے ماننے والے ہیں۔ وہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ حسن سلوک' تبرع اور فضل واحسان کا مظاہرہ کریں۔ ﴿۱۱﴾

کیا موجودہ دور میں بھی جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے؟

چونکہ قبل از اسلام دنیا میں عام جنگی، چلن یہی تھا کہ فاتح قوم، مفتوح قوم کے جنگی

قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنا لیتی تھی۔ اس لیے اسلام نے بھی یہ اجازت دی کہ اگر کوئی قوم مسلمانوں کے جنگی قیدیوں کو غلام اور لونڈی بناتی ہے تو مسلمان بھی اس قوم کے جنگی قیدیوں کو غلام اور لونڈی بنا لیں۔ کیونکہ وجزاء سیئة سیئة مثلها (شوریٰ:۴۰) اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔ لیکن اب جبکہ دنیا سے غلامی کی لعنت ختم ہو چکی ہے اور کوئی قوم دوسری قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام نہیں بناتی تو اب کسی مفتوح قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس لیے اب جنگی قیدیوں کو فامامنا بعد واما فداء کے حکم پر عمل کرتے ہوئے فدیہ لے کر یا بغیر فدیہ کے احساناً اور امتناناً چھوڑ دینا چاہیے۔ چونکہ اسلام انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا داعی، عدل و احسان کا نقیب اور حسن عمل کار خیر میں کافروں سے آگے ہے اس لیے یہ کہنا بعید نہیں ہے کہ جب فریق مخالف جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا روا نہیں رکھتا تو مسلمانوں کے لیے بدرجہ اولیٰ ان کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں پہلے سے بنائے لونڈیوں اور غلاموں کے متعلق احکام تو بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی کہیں ہدایت نہیں دی گئی۔

کیا مستقبل میں غلامی کا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے؟

مذکورہ مفصل بحث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ رسم غلامی اسلام کو عہد جاہلیت سے ورثے میں ملی اور ایک ناگزیر روایت کے طور پر ایک عرصے تک جاری رہی اور اسلام نے بتدریج اس کا خاتمہ کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اقوام عالم نے جنیوا کنونشن کے تحت غلامی کا خاتمہ کر دیا ہے تو اب اس کے بارے میں اسلام کا رویہ کیا ہے؟ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اسلام سے بڑھ کر انسانی حریت

اورعزت نفس کا حامی دنیا کا کوئی اورنظام نہیں ہے،اسلام کے معنی سلامتی اورایمان کے معنی امان کے ہیں۔اسلام انسان کی جان، مال اورآبروکا محافظ ہے۔جب تک دوسری اقوام مسلمانوں کی شخصی آزادی کا احترام کریں،مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اس کا مثبت جواب دیں۔لیکن اگر مسلمانوں کوغلام ولونڈی بنایا گیا تو یہ بھی وجزاء سیئة سیئة مثلها کے تحت یقیناً سوچنے پرمجبورہوجائیں گے۔

آئین پاکستان کی وہ شقیں جو اسلامی قانون وراثت کے خلاف ھیں

وراثت وہ حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب، قرآنِ عظیم میں بندوں کے حق میں مقرر فرمایا ہے اور اس کو ایک ایسا محکم فرض قرار دیا ہے جس میں تغیر وتبدل کی کوئی گنجائش نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے "یوصیکم اللہ فی اولاد کم" کے الفاظ سے ابتدا فرماتے ہوئے اہلِ ایمان پر وراثت کا قانون لازم کر دیا اور پھر ان آیات احکام کے خاتمہ پر تنبیہ فرمائی کہ یہ احکام اللہ تعالیٰ کی وہ مقرر کردہ حدیں ہیں کہ جن سے سرموانحراف، رسوا کن عذاب کا موجب ہوگا۔ لیکن افسوس! کتاب وسنت میں بیان کردہ واضح شرعی احکام اور اس قدر سخت وعید کے باوجود ہم مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں، بلکہ دوسرے لفظوں میں اس کی حکمت بالغہ کو چیلنج کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم میں صاف مذکور ہے:

"فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً حَكِيْمًا" (النساء۴:۱۱)

ترجمہ: یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں اور اللہ ہی خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْراً اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ. (الاحزاب۲۲:۳۶)

ترجمہ: کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی چیز کا حکم

فرمائیں تو کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ اختیار نہیں
ہے کہ وہ اگر چاہیں تو اس حکم کو قبول کریں اور اگر نہ چاہیں تو
اسے نہ قبول کریں، بلکہ ان پر ان دونوں (اللہ اور اسکے
رسول ﷺ) کے فرمان کی تعمیل فرض ہے۔

اور نص قرآنی کے ذریعہ مکلف سے اس کا اختیار سلب کرلیا گیا ہے۔ اور یہ اصول تمام قرآنی نصوص کے بارے میں ہے۔ قرآن حکیم میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. (النور۱۸:۶۳)

ترجمہ: پس جو لوگ رسول اکرم ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور
ان کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے ہیں، انہیں اس بات سے
ڈرتے رہنا چاہیے کہ اس مخالفت کی وجہ سے ان پر دنیا میں
کوئی مصیبت یا آخرت میں کوئی دردناک عذاب نہ
آجائے۔

واضح رہے کہ رسول اکرم ﷺ کے حکم کی یہ مخالفت انکار کے طور پر ہو یا ترک عمل کے طور پر ہو یہ وعید دونوں صورتوں میں ہے۔ اور علماء نے کہا ہے کہ اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ جب آقا اپنے غلام کو کسی کام کے کرنے کا حکم دے اور وہ غلام کام نہ کرے یا کرنے سے انکار کردے تو غلام سزا کا مستحق ہوگا اور ہم سب اللہ کے بندے (غلام) ہی تو ہیں، مجال انکار کہاں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو لایعنی تاویلوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ﴿12﴾

اس ضمن میں جہاں تک پاکستان میں رائج قوانین کا تعلق ہے تو پاکستان کے آئین کی وہ شقیں جو کہ اسلامی قانون وراثت کے خلاف ہیں، وہ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن (جج سندھ ہائی کورٹ) کی کتاب ''مجموعۂ قوانین اسلام'' کی پانچویں جلد سے تحریر کی جاتی ہیں:

یتیم پوتے/پوتی اور نواسے/نواسی کا میراث میں حصہ

تمام مذاہب فقہ (بلا استثناء) کا اجماعی نقطۂ نظر یہ ہے کہ دادا یا نانا کے انتقال پر اگر اس کا بیٹا موجود ہو تو اس کے دوسرے مرحوم بیٹے یا بیٹی کی اولاد کو دادا کے ترکہ میں سے کوئی ورثہ نہیں ملے گا۔ حتیٰ کہ شیعہ امامیہ کے نزدیک اگر بیٹی ہی موجود ہو تو کل ترکہ بیٹی کو ملے گا۔ دورِ حاضر میں اس مسئلہ کو پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کی ''یتیمی اور فقر و احتیاج کی بنیاد پر'' مختلف انداز سے حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے مصر میں قانون الوصیت، ۱۹۴۶ء کی رو سے ''وصیۃ الواجبہ'' کے ذریعہ اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی۔ شام، تونس اور مراکش میں بھی علی الترتیب ۱۹۵۳ء، ۱۹۵۷ء، ۱۹۵۸ء، میں ''وصیۃ الواجبہ'' کا قانون نافذ کیا گیا۔ ﴿13﴾

چنانچہ پاکستان میں سب سے پہلے ۳ دسمبر ۱۹۵۳ء کو پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں ایک بل (مسودہ قانون) پیش کیا گیا کہ بیٹے کی موجودگی میں (یتیم) پوتے کو اور بھائی کی موجودگی میں (یتیم) بھتیجے کو میراث کا حق دیا جائے۔ ملک گیر مخالفت کے سبب یہ بل منظور نہ ہو سکا۔ ۱۹۵۵ء میں حکومت پاکستان نے ایک عائلی قانون کمیشن قائم کیا۔ جبکہ مرکزی و صوبائی مقننہ کو صدارتی فرمان مجریہ،

۱۹۵۸ء کے ذریعے توڑا جا چکا تھا۔ مارشل لاء کے دور میں آرڈی نینشن نمبر ۸ بابت ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۴ کے ذریعے پاکستان میں یہ قانون نافذ کر دیا گیا کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اپنے پیچھے ایسی لڑکی یا لڑکے کی اولاد کو چھوڑے جو اس کی زندگی میں فوت ہو چکا ہو تو مرحوم کی اولاد اس حصے کو پانے کی مستحق ہوگی، جو ان کے باپ یا ماں کو ملتا، اگر وہ اس شخص کی وفات کے وقت موجود ہوتے۔ ﴿14﴾

پاکستان میں اس قانون کے شریعت اسلام کے مطابق یا غیر مطابق ہونے کے سلسلہ میں شروع ہی سے دو نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ ملک کی عظیم اکثریت (جن میں علماء (ماسوائے چند کے) شامل ہیں) اس نقطۂ نظر کی حامل ہے کہ یہ دفعہ شرع اسلام کے منافی ہے۔ جب کہ ایک قلیل التعداد طبقہ جو جدید تعلیم یافتہ افراد پر مشتمل ہے اس کو شرع اسلام کے مطابق قرار دیتا ہے۔ احکام قرآنی، احادیث نبوی ﷺ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ بآسانی اس نتیجے تک پہنچا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے عائلی قانون نمبر ۸ بابت ۱۹۶۱ء کی مذکورہ بالا دفعہ ۴ امت مسلمہ کے اجماعی نظر کے خلاف ہے۔ ﴿15﴾

مرتد کا مسلمان رشتہ دار کے ترکہ میں حصہ

پاکستان میں اگر چہ اسلامی قانون وراثت کا، مسلمانوں کے منجملہ دیگر شخصی قوانین کے مختلف اطلاقی ایکٹوں کے ذریعے نافذ و رائج ہونا قرار دیا جا چکا ہے۔ لیکن مرتد کی میراث کے مسئلہ میں شریعت کے خلاف عمل درآمد ہو رہا ہے۔ شرع اسلام کا یہ واضح حکم ہے کہ جو مسلمان مرتد ہو جائے وہ میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ مگر یہ حکم مذہبی آزادی کے ایکٹ نمبر ۲۱، بابت ۱۸۰۰ء کے سبب

ثابت نہیں ہوسکتا، جس کے تحت کسی شخص کو اپنے دین سے منحرف ہوکر دوسرا دین اختیار کر لینا اس کے حقوق کو متاثر نہیں کرتا۔ اس لیے وراثت کے احکام میں شرعی قانون کا اطلاق ہونے کے باوجود مرتد کے اطلاقی احکام میراث آج بھی عدالتوں کے ذریعے نافذ نہیں کرائے جاسکتے۔ ضرورت ہے کہ ۱۸۰۰ء کا مذکورہ ایکٹ منسوخ کیا جائے۔﴿16﴾

مشقی سوالات

(۱) یتیم پوتے کی وراثت کے متعلق مفصل نوٹ لکھیں۔

(۲) عورت کو وراثت میں مرد سے نصف حصہ دینے کی وجوہات بیان کریں۔

(۳) غلامی کی موجودہ حالت متعین کرنے کے بعد اس سے متعلقہ مسائل کو سیکھنے کی شرعی حیثیت بتائیں۔

(۴) مرتد کا مسلمان رشتہ دار کے ترکہ میں حصہ، کے متعلق پاکستانی قانون اور اسلامی قانون تحریر کریں۔

❁❁❁❁❁

حوالہ جات

﴿1﴾ تبیان القرآن، ج:۲، ص:۵۸۶

﴿2﴾ آپ کے مسائل اوران کا حل، ج:۶، ص:۳۳۱۔۳۳۳

﴿3﴾ النساء۴:۷

﴿4﴾ تبیان القرآن، ج:۲، ص:۵۹۴

﴿5﴾ ڈاکٹر ذاکر نائیک، خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک، ص:۴۱۷، مطبوعہ بک کارنر جہلم

﴿6﴾ البقرہ۲:۱۸۰

﴿7﴾ النساء۴:۱۱

﴿8﴾ جامع ترمذی، جلد:۲، ص:۳۳

﴿9﴾ سنت خیر الانام ملخصا، ص:۲۶۷ تا ۲۸۲

﴿10﴾ سنت خیر الانام، ص:۲۷۷

﴿11﴾ تفسیر سورۃ النساء:۵۷-۵۸

﴿12﴾ مجموعۂ قوانین اسلام، ج:۵، ص:۱۵۵۲۔۱۵۵۳

﴿13﴾ مجموعۂ قوانین اسلام، ج:۵، ص:۱۵۶۲۔۱۵۶۳

﴿14﴾ مجموعۂ قوانین اسلام، ج:۵، ص:۱۹۵۸

﴿15﴾ مجموعۂ قوانین اسلام، ج:۵، ص:۱۹۵۹

﴿16﴾ مجموعۂ قوانین اسلام، ج:۵، ص:۱۹۳۷

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مرتب/مترجم	مطبع
1	القرآن المجید	المنزل من اللہ	——
2	تبیان القرآن	علامہ غلام رسول سعیدی	فرید بک سٹال لاہور
3	شرح صحیح مسلم	″	″
4	تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری	ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
5	تفسیر بینات القرآن	قاری محمد طیب نقشبندی	″
6	احکام القرآن	علامہ جلال الدین قادری	″
7	تفسیر سورۃ النساء	پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن	″
8	تفہیم المسائل	″	″
9	انوار الفتاویٰ	مفتی محمد اسماعیل نورانی	فرید بک سٹال لاہور
10	فتاویٰ حقانیہ	مولانا عبدالحق	دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
11	سنی بہشتی زیور	مفتی خلیل احمد قادری برکاتی	فرید بک سٹال لاہور
12	سوال و جواب	قاری عبدالباسط	دارالاشاعت کراچی
13	آپکے مسائل اوران کا حل	مفتی محمد یوسف لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی کراچی
14	الحقوق الانسانیہ فی الاسلام	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور
15	فتاویٰ یورپ	مفتی عبدالواجد قادری	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
16	بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی	مکتبہ رضویہ اردو بازار کراچی

17	فتاوی رضویہ	امام احمد رضا خاں قادری	رضا فاؤنڈیشن لاہور
18	فتاوی فقیہ ملت	علامہ جلال الدین احمد امجدی	شبیر برادرز لاہور
19	فتاوی فیض الرسول	〃	〃
20	حبیب الفتاوی	مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی	〃
21	مفید الوارثین	میاں اصغر حسین	مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور
22	تنویر الحواشی	مولانا سید حسن	مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان
23	وقار الفتاوی	مفتی محمد وقار الدین قادری	بزم وقار الدین کراچی
24	موسوعہ فقہ حضرت عمرؓ	ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی	ادارہ معارف اسلامی لاہور
25	مجموعہ قوانین اسلام	ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن	ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد
26	تفسیر احکام القرآن	علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی	شریعہ اکیڈمی اسلام آباد
27	تفسیر معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	ادارۃ المعارف کراچی
28	خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک	ڈاکٹر ذاکر نائیک	بک کارنر شوروم، جہلم
29	اسلام میں حقوق وفرائض	مولوی فیروز الدین	ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور
30	نظام الفتاوی	مفتی نظام الدین اعظمی	مکتبہ رحمانیہ لاہور
31	فتاوی ملک العلماء	محمد ظفر الدین قادری	مکتبہ نبویہ لاہور
32	فتاوی المصطفویہ	مفتی محمد مصطفیٰ رضا	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
33	روزنامہ نوائے وقت ملتان	مجید نظامی	۶۳ ر اے ابدالی روڈ ملتان
34	تقسیم میراث	سید شوکت علی	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور
35	Muhammaden Law	Syed Ameer Ali	Himalayan Books New Dehli (India)

36	قواعد میراث	نصر اللہ رضوی مصباحی	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
37	مجلہ فقہ اسلامی	ڈاکٹر نور احمد شاہتاز	سکالرز اکیڈمی کراچی
38	سہ ماہی منہاج	حافظ محمد سعد اللہ	دیال سنگھ لائبریری لاہور
39	مرقاۃ الفرائض	سیّد محمد افضل حسین	مکتبہ قادریہ رضویہ فیصل آباد
40	تسہیل الفرائض	مفتی محمد مجاہد	مکتبہ العارفی فیصل آباد
41	درس سراجی	مفتی محمد یوسف	مکتبہ امدادیہ ملتان
42	معلم الفرائض	محمد فاروق حسن زئی	مکتبہ الصدیق کراچی نمبر ۵
43	تفہیم القرآن	ابوالاعلیٰ مودودی	ادارہ ترجمان القرآن لاہور
44	سنت خیر الانام	پیر محمد کرم شاہ الازہری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
45	سنن دارمی	امام ابوعبداللہ دارمی	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
46	شرح مسلم	علامہ شرف بن یحییٰ نووی	نور محمد اصح المطابع کراچی
47	فتاوی مسعودی	شاہ محمد مسعود دہلوی	سرہند پبلی کیشنز کراچی
48	جامع ترمذی	امام ابوعیسیٰ ترمذی	نور محمد اصح المطابع کراچی
49	فتاویٰ نوریہ	ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی	دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور
50	مجموعۃ الحواشی	مولانا سعید الرحمان	دار العلوم سعیدیہ اوگی مانسہرہ
51	A Manual Laws for Christians	P.N.Joshua	The punjab Book Society L.R.
52	المیراث	قاری فدا حسین	شمع رسالت ویلفیئر سوسائٹی لاہور
53	سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث	قدیمی کتب خانہ کراچی
54	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

توجہ فرمائیے!

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ غریب محتاج، نادار، بے سہارا، معذور، بیوہ، یتیم اور مسکین جنہیں ہم لوگ اپنی دولت و ثروت کے نشہ میں ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور اپنی محافل میں انہیں مدعو کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کمزور مخلوق ہیں کہ جس گھر اور جس محفل میں یہ موجود ہوتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔ جو لوگ ان کی مدد اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں انہیں نہ صرف اللہ رب العزت کی مدد حاصل ہوتی ہے بلکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: تم مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو، کیونکہ کمزوروں ہی کے صدقہ میں تم مدد کیے جاتے اور رزق دیئے جاتے ہو۔ (سنن ابوداؤد)

غریب نادار لوگ اللہ رب العزت کی رحمتوں اور برکتوں کا خزانہ ہیں، کہ جن کو کھانا کھلانے سے انسان کی بدنصیبی خوش نصیبی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور قساوتِ قلب کے بدلے رقتِ قلب کی نعمت میسر آتی ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ مملکت خداداد پاکستان میں * کوئی پیٹ بھوکا نہ رہے * کوئی جسم بے لباس نہ رہے * کوئی زبان پیاسی نہ رہے * کوئی سر چھت کے بغیر نہ رہے * کوئی مریض بغیر علاج تڑپتا نہ رہے * کوئی یتیم زمانے کی خوشیوں سے محروم نہ رہے * کوئی اپاہج احساسِ محرومی کا شکار نہ رہے * کوئی انسان منشیات کی لعنت کا شکار نہ رہے * کوئی طالب علم ”علم کے نور“ سے محروم نہ رہے۔ تو پھر آئیے، قدم آگے بڑھائیے اور سعیدی ویلفیئر فاؤنڈیشن کا دست و بازو بنیئے کیونکہ لاکھوں بے کس اور مجبور و مظلوم آنکھیں آپ سے فریاد کناں ہیں۔

اے بھلائی کا ارادہ رکھنے والے آگے بڑھ

ڈرافٹ وغیرہ کیلئے پتہ: ”سعیدی ویلفیئر ٹرسٹ“ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر MCB-5861-2 غلہ منڈی برانچ بہاولپور۔

ناشر: مکتبہ نظامِ مصطفٰی نزد طبیہ کالج بیرون ملتانی گیٹ بہاولپور